امام احمد رضا ایک
مظلوم مفکر
مصنف
علامہ عبدالستار ہمدانی
مصروف برکاتی نوری
www.Markazahlesunnat.com
مرکز اہل سنت برکات رضا
امام احمد رضا روڈ،
پور بندر، گجرات

بفیض سلطان الہند خواجۂ کل خواجگاں
حضور غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا

امام احمد رضا ایک
مَظلوم مُفکر

مصنف :
علامہ عبدالستار ہمدانی ''مصروف'' برکاتی، نوری (پور بندر، گجرات)

ناشر :
مرکز اہل السنۃ برکات رضا
امام احمد رضا روڈ، میمن واڈ
پوربندر، گجرات (الھند)

1
Imam
Ahmad
1

نام کتاب: امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر
تصنیف: علامہ عبدالستار ہمدانی برکاتی، نوری ''مصروف'' (پور بندر، گجرات)
بظل روحانی: حضور احسن العلماء سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن علیہ الرحمہ
بفیض عالی: تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری دام فیوضہ
کمپوزنگ: محمد معین ترکی، پور بندر
حسب فرمائش: مولانا سید عبدالجلیل رضوی
تصحیح: مولانا نعمان اعظمی الازہری
سن اشاعت: بار سوم - ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء

ISBN No

ملنے کے پتے

✌ فاروقیہ بک ڈپو، ۴۲۳، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی ۶
✌ کتب خانہ امجدیہ، ۴۲۵، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی ۶
✌ محمدی بک ڈپو، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی ۶

فہرست مضامین

2
Imam
Ahmad
1

☆......☆......☆
☆......☆
☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

شرف انتساب

وہ مارہرہ مقدسہ ومطہرہ کہ وہاں کی خانقاہ عالیہ برکاتیہ روحانیت و ولایت کے شہنشاہوں کی عظیم المرتبت آرام گاہ ہے۔اس خانقاہ کی ایک امتیازی شان یہ ہے کہ وہاں پر ایک ساتھ روحانیت کے کئی تاجدار استراحت فرما ہیں۔اس خانقاہ کے عظیم بزرگ خاتم الاکابر مرجع اولیاء، ہادی الاتقیاء، رہبر اصفیاء قدوۃ الصالحین، سید المرشدین، حضرت سید آل رسول مارہروی رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا کے سامنے امام احمد رضا محدث بریلوی نے زانوئے ادب تہہ کیے اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر ان کی غلامی وگدائی کو اپنے لیے باعث فخر جان کر یہاں تک کہا کہ:

منم امیر جہاں گیر کلاہ یعنی کمینہ بندہ ومسکین گدائے آل رسول

(اعلیٰ حضرت)

اس مقدس خانقاہ برکاتیہ کے سجادہ نشین و پیر زادے وارث علوم اسلاف، مرجع العلماء، احسن العلماء حضرت علامہ مولانا مولوی قاری حافظ الشاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں صاحب قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ستودہ صفات کی طرف اپنی اس کاوش کو منسوب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے نعلین کے طفیل میری اس کاوش کو شرف قبولیت سے نواز کر ہم عام وخاص کے لیے نفع بخش بنائے اور میرے لیے نجات کا سبب بنائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

خاکپائے سادات مارہرہ مقدسہ وبارگاہ رضا کا ادنیٰ سوالی

عبدالستار حبیب ہمدانی، برکاتی رضوی نوری، پور بندر

۲۳؍رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ مطابق: ۲؍فروری ۱۹۹۷ء، یک شنبہ

۷۸۶/۹۲

برکاتی ہاؤس، ڈونگری

ممبئی، ۴۰۰۰۰۹

۵ر شوال المکرّم ۱۴۱۷ھ

برادر عزیز مولوی عبدالستار ہمدانی صاحب،

سلام مسنون و ادعیہ عافیت دارین۔

ان دو چار دنوں میں جتنا کچھ میں نے لکھا اور پڑھا شاید ایک نشست میں اتنا کبھی لکھا پڑھا نہ ہوگا۔ مگر یہ آپ کی محنت اور اعلیٰ حضرت سے میری نسبت کا کمال ہے کہ کام پورا ہوگیا۔ میں نے دونوں مسودے حرف بہ حرف جانچے اور جہاں جہاں قلم لگانے کی گنجائش تھی وہاں وہاں اپنی ناقص معلومات کے مطابق اصلاح کردی۔ آپ نے مقدمہ لکھنے کی فرمائش کرکے مجھے بڑے امتحان میں ڈال دیا تھا۔ مقدموں سے آج کے دور کا ہر شخص گھبراتا ہے مگر چوں کہ یہ مقدمہ ذرا مختلف نوعیت کا تھا اس لیے میں نے روح اعلیٰ حضرت کو پکارا اور ان کے مرشد حضور خاتم الاکابر کی گدی کا تصور کرکے قلم اٹھالیا۔ میں علم کے میدان کا ابجد خواں، بھلا اعلیٰ حضرت جیسی عبقری شخصیت پر کس طرح کچھ لکھ سکتا ہوں۔ میری علمی کم مائیگی کے نشان ان صفحات پر آپ کو جا بجا ملیں گے۔ ناراض نہ ہوئیے گا بلکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے گا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبان خاص کے صدقہ میں میری بے علمی اور بے عملی دور فرمادے۔

آپ کی تحریروں کی بہت زیادہ تعریف میں نے اس لیے نہیں کی ہے کہ نظر لگنے کا ڈر تھا۔ بہرکیف دل سے دعا ضرور نکلی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے سینے کو اور زیادہ فراخی وسعت عطا فرمائے اور آپ کے قلم کو نئی جولانیاں بخشے زیادہ کیا لکھوں۔

آپ کا اپنا، **سید آل رسول حسنین**

۵ر شوال المکرّم ۱۴۱۷ھ ممبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

مقدمہ

اچھے رضا پیارے رضا

حضرت سید آل رسول حسنین میاں نظمی برکاتی، (سجادہ نشین آستانۂ مارہرہ مطہرہ)

برسوں پہلے بھیونڈی میں منعقدہ ''یوم رضا'' کے منبر سے میں نے امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر ایک مقالہ پڑھا تھا۔ عبارت کے صحیح الفاظ تو آج میرے ذہن میں نہیں ہیں۔ مگر مفہوم کچھ اس طرح تھا: امام احمد رضا علم، عمل اور عشق کا ایک ایسا مثلث تھے جس کے ہر زاویہ میں ہزار زاویے۔ علم و فضل زہد و تقوی، ایمان وایقان اور عشق مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ ایک ایسا قطب مینار تھے جس کی اونچائی کا اندازہ لگانے میں اچھے اچھوں کے سروں سے ٹوپیاں گر جاتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دین محمدی کی جو گراں قدر خدمات سر انجام دیں اور مسلمانوں کے ایمان کے تحفظ میں جو انتھک محنت کی اس کے صلہ میں ان کے پیر خانے یعنی مارہرہ مطہرہ سے انہیں ''چشم و چراغ خاندان برکات'' کے لقب سے نوازا گیا۔ مرشد اعظم نے مرید صادق پر ایسی توجہ فرمائی کہ ایک لمحہ کے لیے خاتم الاکابر شاہ آل رسول احمدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خادمان خاص شش و پنج میں پڑ گئے کہ بیعت کے بعد حجرے سے برآمد ہونے والے حضرات میں کون پیر ہے کون مرید!

الحمدللہ! فقیر برکاتی کو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان سے کئی طرح سے نسبت ہے: (۱) میں امام احمد رضا کے مرشد برحق کا ہم نام ہوں (۲) شاہ آل رسول احمدی علیہ الرحمۃ

والرضوان سے مجھے خاندانی نسبت ہے (۳) اس گدی کا تن تنہا وارث ہوں جس سے اعلیٰ حضرت کو شرف بیعت حاصل تھا (۴) اس حجرے کا مالک ہوں جس میں وہ تخت مبارک ہے جس پر بیٹھ کر خاتم الاکابر شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ نے امام احمد رضا اور ان کے والد ماجد مولانا نقی علی خاں قدس سرہ کو بیعت میں قبول کیا تھا (۵) امام احمد رضا کی نعت گوئی کی چلتی پھرتی کرامت ہوں۔ لوگ مجھے پرتو کلام رضا کہتے ہیں۔ کلک رضا نے میرے قلم کو نعت کے میدان میں جلا بخشی ہے۔

آج جب میرے کرم فرماں مولوی عبدالستار ہمدانی، برکاتی، رضوی، نوری، نے مجھ سے اپنی کتاب پر تقریظ لکھنے کی فرمائش کی ہے تو مجھے یہ فکر کھائے جارہی ہے کہ کیا میں اس کتاب کے ساتھ انصاف کر پاؤں گا جو اعلیٰ حضرت کے علمی کارناموں پر ایک تحقیقی مقالے کی حیثیت رکھتی ہے؟

نہ مرا نوش ز تحسیں نہ مرا نیش زطعن
نہ مرا گوش بمدحے نہ مرا ہوش ذمے
منم و کنج خمولی کہ نگنجد در وے
جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

یہ قطعہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل سوانح عمری ہے جو خود اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمایا۔ بظاہر اس میں انکساری اور عجز منعکس ہوتا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ چند کتابوں، دوات اور قلم کا مالک یہ عاشق رسول علوم ظاہر و باطن کا امام تھا۔ برصغیر ہند و پاک کی روحانی اقلیم کے لیے امام احمد رضا مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ تھے۔ وہ چودھویں صدی کے نادر روزگار عالم و فاضل اور یکتائے زمانہ فقیہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ستر سے زیادہ علوم وفنون میں مہارت کاملہ عطا فرمائی تھی۔ انہیں نہ صرف اس دور کے مروجہ علوم

دینیہ میں پوری بصیرت حاصل تھی بلکہ علم طب، علم جفر، علم تکسیر، زیجات، جبر و مقابلہ، لوگارثم، جیومیٹری، علم ہیئت، علم توقیت اور مثلث کروی وغیرہ علوم میں بھی حیرت انگیز دسترس حاصل تھی۔ ایک فقیہ اور مفتی کے لیے جن علوم کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب امام احمد رضا کو حاصل تھے۔ پونے چودہ سال کی عمر سے فتویٰ نویسی کی شروعات کی اور پھر چون سال تک پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ امام احمد رضا کا قلم آدھی صدی سے زیادہ عرصہ تک چلتا رہا اور اس برق رفتاری سے چلا کہ دو دو تین تین دن میں مبسوط فتاویٰ رسائل کی صورت میں تیار ہوتے رہے۔ ایک ہزار سے زیادہ تصانیف بطور یادگار چھوڑیں جن میں نعتیہ دیوان حدائق بخشش (دو حصے) کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، جدالممتار، درمختار کے حاشیہ، شامی پر پانچ جلدوں میں حاشیہ، الدولۃ المکیہ اور بارہ ضخیم جلدوں میں فتاویٰ رضویہ کے نام مشہور و معروف ہیں۔

امام احمد رضا کب اور کہاں پیدا ہوئے، اس کی تحقیق اتنی اہم نہیں ہے جتنی اہم یہ جستجو کہ وہ کیوں پیدا ہوئے؟ یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے اس خاص بندے کو اپنے محبوب خاص صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشن کے تحفظ و تکمیل کے لیے پیدا فرمایا۔ خالق کو اپنے بندے سے جو کام لینا تھا وہ اپنے فضل و کرم کے سائے میں لیا اور صلہ کے طور پر اس کو شہرت دوام کا انعام عطا ہوا۔ دنیائے سنیت میں امام احمد رضا کا نام اچھے برے کا پیمانہ بن گیا ان کی تمام تصانیف خصوصاً فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ سے بڑے بڑے اصحاب علم و دانش انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں، جس مسئلے پر بھی انہوں نے قلم اٹھایا، اپنے تبحر علمی کی بدولت اس کے ہر ہر پہلو پر نہایت عمدہ طریقے سے روشنی ڈالی اور ایسی واضح حجتیں اور براہین قائم فرمائیں کہ ہم عصر علماء و محدثین نے امام اہل سنت، مجدد دین و ملت کا خطاب دیا۔ اپنے فتاویٰ میں اعلیٰ حضرت پہلے قرآن کریم سے استدلال کرتے ہیں۔ پھر احادیث مبارکہ اور اس کے بعد ائمہ دین کے ارشاد سے اپنے موقف کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان ایک جید عالم، متبحر حکیم، عبقری فقیہ، صاحب نظر مفسر قرآن، عظیم محدث اور سحر بیاں خطیب تھے۔ لیکن ان تمام درجات رفیع سے بھی بلند تر ان کا ایک درجہ ہے اور وہ ہے عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا۔ امام احمد رضا کے قلم میں آورد نہیں بلکہ آمد ہی آمد ہے ایسا لگتا ہے کہ دلائل و مضامین ان کے سامنے صف بستہ کھڑے ہیں اور اعلیٰ حضرت ان میں سے بہترین کا انتخاب کر کے قلم برداشتہ صفحہ قرطاس پر منتقل کرتے جا رہے ہیں۔ امام احمد رضا کی انفرادیت یہ ہے کہ ان کا رہوار قلم میدان تحقیق میں جولانیاں دکھاتا ہے تو عموماً آخری حدوں کو چھو جاتا ہے اور مزید تحقیق اور گفتگو کی گنجائش نہیں چھوڑتا۔

ابوالحسن علی ندوی کے الفاظ میں:

''فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر آگاہی میں شاید ہی ان کا کوئی ہم پلہ ہو، اس حقیقت پر ان کا فتاویٰ اور ان کی تصنیف ''کفل الفقیہ الفاھم'' شاہد ہے...''

اللہ تعالیٰ نے امام احمد رضا کو زبردست قوت استنباط عطا فرمائی تھی۔ ان کی فکر عالی جس طرف متوجہ ہوتی جدید اور اچھوتے انداز کے دلائل منظر عام پر لاتی تھی۔ انہوں نے بیشتر مقامات پر اکابر فقہائے کرام کے تسامحات پر تنبیہ کی ہے مگر کمال ادب ملحوظ رکھ کے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی مجتہدانہ بصیرت، فکر رسا اور انداز استدلال کا ان لوگوں نے بھی لوہا مانا جو ان کے حلقۂ ارادت میں نہیں ہیں۔ ڈاکٹر اقبال کے الفاظ میں:

''وہ (امام احمد رضا) بے حد ذہین اور باریک بین عالم دین تھے۔ فقہی بصیرت میں ان کا مقام بہت بلند تھا ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس درجہ اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور تھے اور پاک ہند کے کیسے نابغہ روزگار فقیہ تھے۔ ہندوستان کے اس دور متاخرین میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ بمشکل ہی ملے گا۔''

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ امام احمد رضا کے ناقدین اور بقول شخصے اپوزٹ گروپ

کے اکابرین نے بھی ان کی صلاحیتوں کو سراہا۔ جماعت اسلامی کے بانی ابوالاعلیٰ مودودی کے الفاظ ہیں:

''مولانا احمد رضا خاں صاحب کے علم و فضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے، فی الواقع وہ علوم دینی پر بڑی وسیع نظر رکھتے تھے اور ان کی اس فضیلت کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو ان سے اختلاف رکھتے ہیں۔''

امام احمد رضا علیہ الرحمہ امت مسلمہ کا دیدۂ بینا تھے، انہوں نے افراتفری کے دور میں وہ کچھ دیکھا جو دوسرے نہ دیکھ سکے، نہ صرف دیکھا بلکہ ببانگ دہل اپنی قوم کو بتایا اور اسے تباہی کے گڑھے میں گرنے سے بچایا۔ اعلیٰ حضرت کے علم کی افادیت صرف ہندو پاک تک ہی محیط نہ تھی۔ ان کے دارالافتاء میں براعظم ایشیا، یورپ، امریکہ اور افریقہ سے استفتاء آتے تھے اور ایک وقت میں پانچ پانچ سو جمع ہو جایا کرتے تھے۔ ان سوالناموں کے مبسوط جوابات مرتب کرنا، روزانہ کے ملاقاتیوں کی علمی دینی ضرورتیں پوری کرنا، گھر گرہستی کی ذمہ داریوں کو پورا کرنا، پھر عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سرشار نعتیں کہنا، پھر اپنی عبادتوں، وظائف و اوراد و اشغال کی پاسداری، میں پوچھتا ہوں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو اتنا وقت کس طرح مل جاتا تھا؟ کہ وہ محدود اوقات میں یہ سارے کام نپٹاتے تھے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کسی نئے مسلک اور مکتب فکر کے بانی نہیں تھے، جیسا کہ ان کے مخالفین کا الزام ہے۔ بلکہ وہ انہیں عقائد اور نظریات کے مبلغ و ترجمان تھے جو ہر دور میں جمہور علماء و مشائخ کے رہے ہیں۔

چوں کہ عام طور سے کسی شخصیت پر خود اس کی زندگی میں باقاعدہ طور سے کوئی تذکرہ لکھنے کا رواج نہیں، یہی سبب ہے کہ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان پر ان کی حیات میں کوئی جامع تذکرہ منظر عام پر نہیں آسکا۔ اعلیٰ حضرت کے وصال کے برسوں بعد علماء کو یہ احساس ہوا

کہ وہ اپنے محسن اعظم کو نادانستہ طور پر گمنامی کے غار میں ڈھکیل رہے ہیں۔ اس احساس نے امام احمد رضا کے چاہنے والوں اور عقیدت مندوں کی حمیت کو بیدار کیا اور اس طرح اعلیٰ حضرت کی شخصیت اور ان کے کارناموں کے بارے میں کچھ لکھنے لکھانے کی شروعات ہوئی۔ یہ آغاز اپنے ابتدائی دور میں بہت سست رفتار تھا مگر بعد میں اس میں تیزی آئی، زیادہ سے زیادہ علماء فاضل بریلوی کی جانب راغب ہوئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے چند برسوں میں رضویات پر کام کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد تیار ہوگئی۔ ارباب تحقیق اعلیٰ حضرت سے قریب ہوتے رہے کہ وہ حضرات جو امام احمد رضا کے نام سے ہی بیزار تھے جب انہیں حقیقت آشکار ہوئی تو وہ بھی اعلیٰ حضرت کی خیر خواہیٔ مسلمین کے معترف ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور انہیں اعلیٰ حضرت کے اعلیٰ علمی رتبے کا اقرار کرنا ہی پڑا۔

چودھویں صدی کی شروعات میں امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے خلاف ایک ہمہ گیر تحریک چلائی گئی جس کے کئی اسباب تھے۔ امام احمد رضا کی مخالفت کی سب سے بڑی وجہ مسلک سلف صالحین پر ان کی بے پناہ استقامت اور اس کی اشاعت کے لیے ان کی سرگرمی اور اس مسلک کے مخالفین پر ان کی سخت تنقیدات معلوم ہوتی ہیں۔ امام احمد رضا کی مصلحانہ، مجددانہ اور ناقدانہ مساعی کا شدید ردعمل ہوا طرح طرح کے الزامات لگائے گئے اور ان کی تشہیر کے لیے ساری قوتیں صرف کردی گئیں۔ کہا گیا وہ جاہل اور کم علم تھا، حالاں کہ وہ متبحر عالم اور ہمہ گیر علم کا مالک تھا۔ ہر مکتب فکر اور ہر شعبۂ زندگی سے متعلق دانشور اور قلم کار احمد رضا کے علم و فضل کے معترف ہوئے۔ عرب اور عجم کے علماء وفضلاء نے ان کے علم وفضل کا لوہا مانا۔ تفسیر و حدیث اور فقہ میں انہیں امام مانا گیا، جدید تحقیق کے مطابق ۷۵ علوم اور فنون پر ان کی ایک ہزار سے زیادہ تصانیف اردو، فارسی اور عربی میں موجود ہیں۔

یہ بھی کہا گیا کہ احمد رضا نے بدعات ومنکرات کی حمایت واشاعت کی، حالاں کہ

انہوں نے بدعات ومنکرات کی شدید مخالفت کی اور بے شمار رسائل لکھے اور اس میں اپنے پرائے کی ذرہ بھر رعایت نہ کی۔ اعلیٰ حضرت کی علمی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے بعض عرب علماء نے انہیں مجدد کہا ہے۔ محافظ کتب الحرم سید اسماعیل خلیل مکی لکھتے ہیں: (ترجمہ)

''اگر ان کے بارے میں کہا جائے کہ وہ اس صدی کے مجدد ہیں تو یہ بات صحیح اور سچ ہوگی۔''

نت نئی باتوں (بدعات) کے بارے میں امام احمد رضا کا مسلک یہ تھا کہ ہر وہ نئی بات جس کو شارع علیہ السلام نے منع نہ کیا ہو اور جس سے منشاء شریعت کو تقویت پہنچے، جائز ہے۔ امام احمد رضا کی اصول پسندی نے گوارہ نہ کیا کہ وہ طفلانہ ضد کو شعار بنائیں اور اپنی پسند و ناپسند کو معیار شریعت بنا کر ملت اسلامیہ کو عظیم تفرقہ میں مبتلا کردیں، انہوں نے اسی مسلک کو اپنایا جو صدیوں سے جمہور کا مسلک رہا ہے۔ انہوں نے قرآن وحدیث اور جمہور علماء کے اقوال سے مسلک حق روشن کیا۔ جہلاء نے جو بدعات نکالی ہیں ان سے امام احمد رضا کا کوئی تعلق نہیں۔ وہ دین تو دین، دنیوی زندگی میں بھی ایسی نئی باتوں کی تائید نہ کرتے تھے جو فرد کے اسلامی تشخص کو مجروح کردے۔

امام احمد رضا پر ایک الزام یہ بھی لگایا گیا کہ وہ تکفیر مسلم میں بے باک تھے حالاں کہ انہوں نے عالم اسلام کے لاکھوں کروروں مسلمانوں کو چند نام نہاد علماء کے ہاتھوں مشرک و کافر ہونے سے بچایا۔ وہ تکفیر مسلم میں بے حد محتاط تھے۔ حقیقت میں مخالفین نے ایک ہی قسم کے فتوؤں کو زیادہ نمایاں کر کے امام احمد رضا کو بدنام کیا ہے حالاں کہ فتاویٰ رضویہ میں ہزاروں لاکھوں دوسرے فتوے بھی ہیں اور نہایت مدلل اور محققانہ۔ حقیقت یہ ہے کہ اعلاء کلمۃ الحق ان کا مسلک تھا اور احیاء اسلام ان کا نصب العین۔ انہوں نے جن جن کی تکفیر کی ان کے دامن بے داغ نہ تھے بلکہ خود ان کے معتقدین نے اعتراف کیا کہ عبارات کا وہ مفہوم لیا جائے جو احمد رضا نے لیا تو یقیناً کفر عائد ہوتا ہے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کے مخالفین نے خود کو بچانے کی غرض سے کردار کشی (Character Assasination) کی زبردست مہم چلائی اور ہر وہ بات جو ان مخالفین کو بے نقاب کرنے والی تھی، اسے انہوں نے اعلیٰ حضرت پر چسپاں کرنے کی کوشش کی مگر امام احمد رضا کے قلم کو تائید غیبی حاصل تھی۔ ان کی ناموس وعزت کا نگہبان رب غفار وستار تھا۔ عشق رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امام احمد رضا کی ڈھال بن گیا اور مخالفین کو منہ کی کھانی پڑی۔ اعلیٰ حضرت کا دفاع خود ان کے خاندان کے لوگ بھی نہ کر سکے، اگر دفاع کیا تو صرف ان کی اجلی تحریروں نے جنہیں خالص اللہ اور اس کے محبوب جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تائید وحمایت حاصل تھی۔

مخالفین کی زد میں آئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی یقیناً ایک مظلوم مفکر تھے۔ اور یہی عنوان ہے اس تصنیف کا جس کو علامہ عبدالستار ہمدانی برکاتی کے قلم نے تحریر کا ملبوس عطا کیا ہے۔ ہمدانی صاحب اعلیٰ حضرت کی تصانیف اور ان کے مخالفین کی تحریروں کے تقابلی موازنہ کے تعلق سے یقیناً اسم بامسمیٰ ہیں۔ اس طرز کی تصنیف کی ضرورت ایک عرصہ سے محسوس کی جا رہی تھی۔ اعلیٰ حضرت کی تصانیف کی گنتی تو بہت سی کتابوں اور تذکروں میں مل جاتی تھی مگر ایک ایک تصنیف کا مبسوط تعارف اور سبب تحریر کہیں ایک جگہ نہیں ملتا تھا۔ مولوی عبدالستار ہمدانی نے نہایت عرق ریزی سے یہ طویل مقالہ تحریر کیا ہے۔ علماء دیوبند تو ایک طرف، خود اہل سنت والجماعت کے بیشتر علماء اعلیٰ حضرت کی اکثر تصانیف کے ناموں سے واقف نہ ہوں گے۔ اکثر علماء سے تو شاید ان تصانیف کے ناموں کا تلفظ بھی ادا نہ ہو سکے۔ مولوی عبدالستار ہمدانی نے رضویات کے خزانے میں یہ ایک ایسا بیش بہا اضافہ کیا ہے جو اپنوں پرایوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

فقیر برکاتی نے اس کتاب کو حرف بہ حرف لفظ بہ لفظ دیکھا اور پڑھا۔ یہ کتاب بلاشبہ

عبدالستار ہمدانی کی تھیسس (Thesis) ہے انہوں نے ایک ریسرچ اسکالر کے انداز میں اپنے مضامین پھیلائے ہیں۔ اپنے حوالہ جات پیش کئے ہیں۔ اپنی اسناد تحریر کی ہیں۔ وہ کوئی بات دلیل کے بغیر سامنے نہیں رکھتے۔ ان کی یہ تحریر امام احمد رضا سے محض ان کی عقیدت کی عکاسی نہیں ہے۔ وہ ایک ماہر وکیل دفاع کی حیثیت سے عوام کی عدالت کے سامنے وہ سارے حقائق ایک ایک کر کے پیش کرتے ہیں جو امام احمد رضا کے مخالفین کی یاوہ گوئی کا منہ توڑ جواب ہیں۔ عبدالستار ہمدانی کا طرز استدلال بہت ہی سائنٹفک ہے۔ وہ پہلے ایک مقدمہ اٹھاتے ہیں اس کے عوامل وعواقب پر روشنی ڈالتے ہیں اور پھر اپنے دلائل کے اوراق الٹتے ہیں۔ ہر ورق حقائق سے پردہ اٹھاتا جاتا اور آخر میں سچائی یوں سامنے آجاتی ہے جیسے خورشید طلوع ہو گیا ہو۔

عبدالستار ہمدانی صاحب نے اس کتاب کا نام ''امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر'' نہایت مناسب رکھا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جو خدمات دین متین کے تحفظ کے تعلق سے آدھی صدی سے اوپر محیط ہیں ان کے اپنے خاندان والوں نے ان کے علمی اور قلمی ورثے کے تحفظ وبقا کا کوئی اہتمام نہیں کیا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کتنی ہی تصانیف الماریوں میں رکھی رکھی دیمک کی خوراک بن گئیں۔ عبدالستار ہمدانی صاحب نے اپنی اس کتاب میں دوسو بارہ کتابوں کے نام درج کیے ہیں۔ ان میں سے کتنے ہی رسالہ آج نادر و نایاب ہیں۔ کیا یہ ایک عظیم قومی نقصان نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر آج کتنے افراد، کتنی جماعتیں، کتنی اکیڈمیاں دونوں ہاتھوں سے پیسے بٹور رہی ہیں، پر کتنے لوگ ہیں جو اعلیٰ حضرت کے اس قلمی ورثے کو عوام تک پہنچانے کا اہتمام کر رہے ہیں۔ کیا یہ کوتاہیاں نہیں ہیں؟ کیا یہ امام احمد رضا پر ظلم نہیں ہے؟ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ ''امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر'' نہایت موزوں عنوان ہے اس کتاب کا۔ اعلیٰ حضرت پر اپنے اور پرائے دونوں جانب سے ظلم ہوا ہے، انہوں نے جس خلوص وللّٰہیت اور بے غرض جذبۂ خدمت کے ساتھ قوم کے عقائد کے تحفظ کے

لیے انتھک محنت کی اور دین کے فروغ کے لیے مسلمانوں کے اچھے خاصے بڑے طبقے کو اپنا مخالف تک بنالیا، اس خلوص اور ایثار کی قدر ہم میں سے کتنوں نے کی، آج غیر تو غیر، بہت سے اپنے کہلائے جانے والے بھی یہ سوال پوچھ رہے ہیں کہ ''مسلک اعلیٰ حضرت زندہ باد'' کے نعرے کیوں لگوائے جاتے ہیں، ''اعلیٰ حضرت'' کیوں کہا جاتا ہے، ایک خان زادے کو اتنی عزت کیوں دی جارہی ہے؟ کتنے ناشکرے ہیں یہ لوگ! جس شخص کی محنت اور قربانیوں کی بدولت ہم سنیوں کو دینی تشخص ملا ہے، اسی کے بارے میں لوگ بڑھ بڑھ کر باتیں کررہے ہیں، محسن کش، احسان فراموش لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ امام احمد رضا نے جو کچھ کیا، جو کچھ لکھا، وہ اکیلے ان کی ذمہ داری نہیں تھی، ان کے دور میں ہندوستان بھر میں خانقاہوں کی کمی نہ تھی، علمی درس گاہیں بھی موجود تھیں، ماہر اسلامیات بھی موجود تھے، ارباب علم وقلم بھی تھے، پھر کیوں کوئی مائی کا لعل اسلام دشمنوں کا جواب دینے اور انہیں للکارنے کے لیے نہیں اٹھا، کیا اس دور کے سادات کرام کی یہ ذمہ داری نہیں تھی کہ وہ اپنے جدامجد رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت پر ہونے والے حملوں کا جواب دیتے، کیا نائبین رسول کہلائے جانے والے علماء کی یہ ذمہ داری نہیں تھی کہ وہ اپنے عیش کدوں سے باہر نکل کر ان لوگوں کا تعاقب کرتے جنہوں نے مسلمانوں کے عقائد مجروح کرنے کی سازش رچا رکھی تھی، خانقاہوں کی چہار دیواری میں بند پیرزادوں کی کیا یہ ذمہ داری نہیں تھی کہ وہ دکھاوے کی ھُو حق چھوڑ کر اس بندۂ خدا کا دفاع کرتے یا تعاون کرتے جو تن تنہا ایک پورے شیطانی لشکر سے الجھنے نکل پڑا تھا۔

چلیئے اس دور کی بات جانے دیجیئے کہ سب کو اپنی اپنی پڑی تھی پر آج ہمیں کیا ہوا ہے اعلیٰ حضر کے نام پر کھانے کمانے والے، ان کے نام پر چندہ کرنے والے، ان کی کتابوں سے استفادہ کرکے خود کو مفتی اور علامہ اور نہ جانے کیا کیا کہلوانے والے لوگ امام احمد رضا کے مشن کے فروغ میں کیا عطیہ دے رہے ہیں۔ ''شمع شبستان رضا'' اور ''مجموعۂ اعمال رضا'' نامی

کتابیں بغل میں لیے قریہ قریہ ''بابا گیری'' کرنے والے ڈھونگی پیر تو بہت مل جائیں گے مگر اعلیٰ حضرت کی ذات پر کیئے جانے والے رکیک حملوں کا جواب دینے والے معدودے چند۔ ایسے حالات میں مولوی عبدالستار ہمدانی صاحب ایسے لوگ اللہ کی نعمت سے کم نہیں کہ جنہوں نے اپنا سب کچھ دین کی راہ میں قربان کرنے کا عزم کرلیا ہے۔ جو صرف نعرے لگوانے کو ہی سب کچھ نہیں سمجھتے بلکہ نعروں کی بنیاد مستحکم کرنے کو اپنا فریضہ سمجھ کر چلتے ہیں۔

آج ہمارے اکابر علماء لندن، امریکہ، ساؤتھ افریقہ، ماریشس کے دورے پر جانا بہت بڑا دینی فریضہ سمجھتے ہیں، اپنے متوسلین ومریدین میں یہ دعوے کرتے ہیں کہ ہمارا یہ دورہ خالص تبلیغی نوعیت کا ہوگا، مگر جب دوروں سے واپس آتے ہیں تو ان کی زبان پر محض ایئر کنڈیشنڈ کاروں اور بنگلوں کا ذکر ہوتا ہے، بریانی اور تندوری چکن کی دعوتوں کے ترانے ہوتے ہیں کیا یہ دورے جائز ہیں ایسی صورت میں جب کہ ملکی سطح پر ملت کے عقائد انتشار وخلفشار کے شکار ہیں۔ آج سنی مسلمان کو ایک طرف ارون شوری اور بھارتیہ جنتا پارٹی، وشو ہندو پریشد، آریہ سماج، ہندو مہاسبھا اور کانگریس کے پروردہ نام نہاد مسلمان دانشوروں کی اسلام دشمن سازشوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، تو دوسری طرف دیوبندی، جماعت اسلامی، تبلیغی جماعت، اہل حدیث، اہل قرآن، احمدیہ مشن جیسے گھر کے بھیدیوں کا خطرہ درپیش ہے۔ تیسرے محاذ پر ہم سنی حضرات آپس میں لڑے مرے جارہے ہیں کبھی یہ سننے میں آرہا ہے کہ جولاہوں نے سادات کی تنقیص وتنقید کا بیڑا اٹھا رکھا ہے، کہیں یہ سننے میں آرہا ہے کہ سادات نے غیر سید پیروں کے خلاف محاذ آرائی کر رکھی ہے، اشرفی رضوی تنازع، رضوی برکاتی اختلاف، کہیں مداریوں کی شورش، کہیں حشمتیوں کا غوغا، خانقاہیں اکھاڑا بنی ہوئی ہیں، علمی درس گاہیں سیاست کا میدان، دارالعلوم کے ارباب اقتدار اس بات میں زیادہ کوشاں کہ زیادہ سے زیادہ چندہ مل جائے جس میں سے سفیر پچاس فیصد کمیشن نکال کر باقی رقم حیلہ کرکے صدر صاحب اور سکریٹری

صاحب اور سربراہ اعلیٰ کی کوٹھی تعمیر ہوجائے، زکوٰۃ کی جس رقم کا مالک طلبہ کو بنایا گیا تھا وہ جائیں بھاڑ میں۔ صدر صاحب کے گھر میں جدید فیشن کا صوفہ سیٹ آجائے۔ طلبہ ٹاٹ کے بورے پر ہی بیٹھے رہیں کیا امام احمد رضا نے ۵۴/سال رات دن ایک کرکے قوم مسلم کو یہی مشن عطا کیا تھا۔ اپنے نام کے آگے مفتی اعظم، مفتی، علامہ، مفسر اعظم، محدث اعظم، شیخ الاسلام وغیرہ القاب و آداب لکھوانے والے لوگ سنیت کے فروغ میں کیا عطیہ دے رہے ہیں اس کا اگر آپ سالانہ تجزیہ کریں تو سال بھر میں چند عدد دورے اور چند درجن دعوتوں کے علاوہ آپ کے ہاتھ کچھ نہ آئے گا۔ اکابرین نے اپنے چاروں طرف محافظوں اور جی حضوریوں کا ایسا ہالہ قائم کر رکھا ہے جو عوام کو ان تک پہنچنے سے روکتے ہیں۔ رمضانی حافظوں اور محرم الحرامی مولویوں اور شبراتی چندے بازوں نے مخالفوں کو ہمارے اوپر ہنسنے اور ہمارے اسلاف کا مذاق اڑانے کا کافی مواد دیا ہے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے علماء اور ہمارے مشائخ عوام کی دینی اور روحانی تربیت بالکل اسی نہج پر کریں جو اعلیٰ حضرت کا وطیرہ رہی ہے۔ تقریریں بہت ہوچکیں، زبانی جمع خرچ کا یہ زمانہ نہیں ہے آج ہمارے علماء کے لیے ضروری ہے کہ وہ قلم اٹھائیں اور اپنے علم سینہ کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کریں۔ لفظ کملی پر بحث اتنی ضروری نہیں ہے جتنی مسئلہ طلاق میں عوام کی رہنمائی کرنے کی۔ مولا علی کرم اللہ وجہہ کی سیادت پر آپس میں لڑمرنے سے زیادہ ضرورت ان مسائل پر غور کرنے کی ہے جو ہمارے روزمرہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جن مسائل پر قلم اٹھایا ان میں سے بیشتر مسائل ہمارے عقائد سے متعلق تھے گویا اعلیٰ حضرت نے ہمیں یہ جتایا کہ اے لوگو! تمہاری دینی زندگی میں اجالے کے لیے روحانی شمعیں میں روشن کیئے جاتا ہوں۔ دین سنبھالے رہو گے تو دنیا خود بخود سنبھل جائے گی۔

عبدالستار ہمدانی صاحب کی یہ کاوش اس لیے اور بھی قابل قدر ہے کہ انہوں نے ہمیں امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی تحریر کی باریکیوں سے روشناس کرایا ہے۔ ساتھ ہی اعلیٰ حضرت کے مخالفین کی ریشہ دوانیوں کی پول بھی کھولی ہے اور ان کی سازشوں کو بے نقاب کیا ہے۔ ''امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر'' ایک ایسا تحقیقی کارنامہ ہے جو انشاءاللہ عوام الناس کے دلوں میں اعلیٰ حضرت کی عظمت کا نقش بٹھانے میں اہم کردار ادا کرے گا۔

کتاب کے بارے میں اور اس کے ماخذ کے تعلق سے بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے مگر میں آپ کے اور مصنف کے درمیان دیوار نہیں بننا چاہتا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقہ وطفیل میں مولوی عبدالستار ہمدانی برکاتی کی اس کتاب کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور مولوی موصوف کے قلم کو مضامین و تخیل کی مزید وسعت سے نوازے اور سب سے بڑی بات یہ کہ انہیں حاسدین کی نظر سے محفوظ رکھے۔ آمین آمین، یارب العالمین بجاہ النبی الامین الکریم المکین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه ونور عرشه سیدنا و مولانا محمد و علی آله وصحبه اجمعین و بارك وسلم۔

سید آل رسول حسنین برکاتی نظمی مارہروی
سجادہ نشین، درگاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ
۴/شوال المکرّم ۱۴۱۷ھ
۱۲/فروری ۱۹۹۷ء
بمقام: برکاتی ہاؤس، ڈونگری، ممبئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

(تقریظ جلیل)

''امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر'' پر طائرانہ نظر

حضرت ڈاکٹر سید محمد امین میاں صاحب برکاتی (سجادہ نشین آستانۂ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ)

دنیائے اسلام میں امام احمد رضا کی ذات محتاج تعارف نہیں ہے۔ امام احمد رضا کا دور (۱۲۷۲ھ تا ۱۳۴۰ھ) (۱۸۵۷ء سے ۱۹۲۱ء) ہندوستانی مسلمانوں کی تاریخ میں ایک الگ اہمیت رکھتا ہے یہ وہ دور تھا جب آزادی کی شمع روشن ہو چکی تھی اور ملک کو آزاد کرانے اور انگریزوں کے تسلط سے نجات پانے کی کوششیں ہندوستانی مسلمان شروع کر چکے تھے اسی دور میں خطۂ روہیل کھنڈ کے شہر بریلی میں وہ بچہ پیدا ہوا جو چودھویں صدی کے مجدد کے منصب پر فائز ہوا۔ اہل سنت والجماعت کا ہر شخص اس ذات والا صفات کا احسان مند ہے جس نے اسلام وسنیت کے دفاع میں تقریباً پچپن برس جہاد بالقلم کیا اور تمام دشمنان اسلام وسنیت کو لاجواب کر دیا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی شخصیت کو مسخ کرنے کی کوششیں کی گئیں، ان پر بے بنیاد الزامات لگائے گئے کہ وہ کفر ساز مشین ہے، اپنے مخالف کو کافر بنا دینا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے، ان کی قرآن فہمی مشکوک ہے وغیرہ وغیرہ ان لغو الزامات کا تحقیقی جواب دینے کے لیے ہماری جماعت کے مشہور اہل قلم برادرم مولانا عبدالستار ہمدانی نے کمر کسی اور زیر نظر تصنیف ان کی محنت کا ثمرہ ہے۔

مولانا عبدالستار صاحب تقریباً نوے کتابیں گجراتی اور اردو میں تحریر کر چکے ہیں، مگر اس کتاب میں ان کا انداز بالکل مختلف ہے۔ عبارت کی روانی، جملوں کی بے ساختگی، تفحص الفاظ وغیرہ سے یہ اندازہ ہی نہیں ہوتا کہ مولانا موصوف کی مادری زبان گجراتی ہے۔

ہر دور کے تقاضے مختلف ہوتے ہیں ہمارا دور تحریر اور کمپیوٹر کا دور ہے، اپنی بات کہنے اور اس پر سامنے والے کو متوجہ کرنے کے لیے آج تقریر سے زیادہ تحریری کام کی ضرورت ہے اور اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے مولانا عبدالستار صاحب مسلسل جدوجہد کر رہے ہیں۔

۱۸۵۷ء کی پہلی جنگ آزادی، جسے انگریز حکمرانوں نے ''غدر'' سے تعبیر کیا، ہندوستانی مسلمانوں کی تاریخ میں سنگ میل کا درجہ رکھتی ہے۔ گویا کہ گھر کے بھیدیوں کی وجہ سے انگریز حکمرانوں نے پہلی جنگ آزادی کو ناکام بنا دیا مگر اب ایک شمع روشن ہو چکی تھی جو کسی کے بجھائے بجھ نہیں سکتی تھی انگریزوں نے سوچا کہ جب تک اس ملک کا مسلمان متحد رہے گا ہماری حکومت کے لیے خطرہ باقی رہے گا چنانچہ اس نے مسلمانوں ہی میں سے چند نام نہاد علماء کو اپنا ایجنٹ مقرر کیا اور ان سے کہا کہ مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنا تمہاری ذمہ داری ہے۔ عشق رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ایسا نقطہ ہے جس پر سبھی مسلمان متحد ہیں۔ لہٰذا ایسی تقریری اور تحریری کوششیں کرو جس سے عظمت سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ضرب پڑے۔

ان نام نہاد علماء نے اپنے ''آقایان نعمت'' کے حکم پر لبیک کہا اور اسی نتیجے میں وہابی، دیوبندی، قادیانی، نیچری، تبلیغی وغیرہ فرقوں کا جنم ہوا جو آج تک تعظیم مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مسلمانوں کو باز رکھنے میں کوشاں ہیں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی نے اپنے قلم سے تمام باطل اور گمراہ فرقوں کا مقابلہ کیا اور ان کی سرکوبی کی۔ ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت علم غیب نبی کا انکار کیا گیا، ختم نبوت کے بنیادی عقیدے سے انکار ہوا، اللہ رب العزت سے جھوٹ بولنے کا امکان لکھ کر شائع کیا گیا،

جھوٹے نبیوں کی پشت پناہی ہوئی، تقلید سے انحراف کیا گیا، رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خیال کو جانوروں کے خیال سے بدتر قرار دیا گیا (معاذ اللہ) اور نہ جانے اسی طرح کے کتنے منصوبے بنائے گئے جن سے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت پر حرف لانے کی کوشش کی گئی تو اللہ نے اپنے نیک بندوں سے ایک کو وہ طاقت عطا فرمائی جس نے تمام فتنہ سازوں کے دانت کھٹے کردیئے اور مسلمانوں کے دلوں میں عشق رسول کے چراغ روشن کردیئے۔

مولانا ہمدانی نے اس کتاب میں بڑا منفرد انداز اختیار کیا۔ پہلے وہ عنوان قائم کرتے ہیں اور دشمنان رسول کی کتابوں سے ان گمراہ کن عقیدوں کا انتخاب کر کے مع صفحہ نمبر، ایڈیشن، سن اشاعت، مطبع وغیرہ اس حوالے کو تحریر کرتے ہیں پھر اس ملعون عقیدے کے رد میں امام اہل سنت فاضل بریلوی کی مختلف کتابوں کا نام تحریر کرتے ہیں گویا اب اپنے دفاع کے لیے اس کے پاس کوئی ہتھیار باقی نہیں رہا۔

مخالفین نے امام احمد رضا کو بدعتی کہا اور یہ پروپیگنڈا کیا کہ بدعت کو پھیلانے میں سب سے بڑا ہاتھ فاضل بریلوی کا ہے مگر اس کتاب کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ فاضل بریلوی نے تو بدعات و منکرات کا رد فرمایا ہے اور مخالفین کے عائد کردہ جملہ الزامات بے سروپیر کے ہیں۔

ہماری جماعت میں تحریری کام اس رفتار سے نہیں ہو رہا ہے جس کی ضرورت ہے۔

مولانا عبدالستار ہمدانی نے مسلک اعلیٰ حضرت سے متعلق مختلف موضوعات پر کتابیں تحریر کرنا اور ان کی اشاعت کرنا اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیا ہے۔

اس کتاب کے مطالعے سے وہ بہت سی غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی جو سعودی اور یہودی ایجنٹوں نے عام ہندوستانی مسلمان کے دل و دماغ میں پیدا کردی ہیں اور مسلک

اعلیٰ حضرت کو ''ہوا'' بنا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں عزیزم مولانا ہمدانی کو اجر عظیم عطا فرمائے اور اس منفرد تصنیف کو شہرت عام بخشے۔

عزیزم عبدالستار ہمدانی صاحب اپنے مشائخ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور سادات کرام کے عاشق ہیں، انہوں نے مجھ سے اصرار کیا کہ چند صفحات تحریر کردوں فقیر قادری اس وقت حضرت مولانا محمود جان صاحب علیہ الرحمہ کے عرس شریف میں جام جودھ پور حاضر ہے۔ تحریری کام کے لیے جس ذہنی سکون اور فرصت کی ضرورت درکار ہوتی ہے وہ عنقا ہے۔ مگر ان کے اصرار اور خلوص نے حوصلہ دیا جو چند سطریں تحریر کردیں۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کا وہ قرضہ جو ہم سنی مسلمانوں پر ہے اس کا کچھ حصہ اس تصنیف سے شاید ادا ہو جائے۔

مولیٰ عزوجل بطفیل سید کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مولانا عبدالستار ہمدانی صاحب کو صحت و سلامتی کے ساتھ بہت دنوں کی زندگی عطا فرمائے کہ وہ اس تحریری سلسلے کو جاری رکھیں اور مسلک کی خدمات انجام دیتے رہیں۔ (آمین)

بجاہ الحبیب الامین و علی آلہ وصحبہ اجمعین۔

فقیر برکاتی، سید محمد امین

خادم سجادہ آستانہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ

ضلع ایٹہ، بزیل جام جودھپور

شب چہارم، صفر المظفر ۱۴۱۸ھ

۹/جون ۱۹۹۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم وآله وصحبه الکرام اجمعین

(تقریظ)

تاج الشریعہ، **حضرت علامہ محمد اختر رضا خاں**، ازہری میاں صاحب

(جانشین حضور مفتی اعظم ہند، بریلی شریف)

میں نے عزیز مکرم مولانا عبدالستار ہمدانی کی کتاب ''امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر'' کے چند اقتباسات مختلف مقامات سے خود ان کی زبانی سنے۔ یہ اپنے طرز کی منفرد تصنیف ہے۔ جس میں سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی خدمات کو اجاگر کیا ہے اور رد بدعات ومنکرات میں جس قدر ان کی تصانیف ان کے علم میں ہیں انہیں مختلف عنوان کے تحت مفصل ذکر کر دیا گیا ہے اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں کر دی گئی ہے کہ سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کارتجدید سب سے نمایاں ہے اور یہ کہ انھوں نے اپنے دور میں متعدد فتنوں کا سد باب فرمایا ہے اسی لیے بد مذہب جتنی عداوت اعلیٰ حضرت سے رکھتا ہے اور کسی سے نہیں رکھتا۔ میں دعا گو ہوں کہ مولائے کریم ان کی اس تصنیف کو قبول عام بخشے۔ آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری غفرلہٗ

شب ۲۵ر شوال ۱۴۱۷ھ

۵/ مارچ ۱۹۹۷ء

نزیل پوربندر

تقریظ ذیشان

(اللہ کے نام سے شروع)

حضرت سید جمال الدین محمد اسلم قادری برکاتی، خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ شریف

اللہ کے پیارے حبیب کی نظر کرم ہے اس لیے یہ ناچیز رقم کر پائے گا۔ سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ کے ایک متوسل عالم مولانا عبدالستار ہمدانی (متوطن پوربندر) کل ہند سطح پر عقائد اہل سنت کے دفاع کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں۔ علمی ذوق رکھتے ہیں اس لیے انہوں نے علمی انداز اختیار کیا ہے۔ مطالعہ کا شوق ہے کتابیں جمع کرتے ہیں۔ انہیں الماری کی صرف زینت نہیں بناتے بلکہ ان کا گہرا مطالعہ کرتے ہیں مطالعہ پر غور کرتے ہیں اور عصری تقاضوں کے پیش نظر سوالات قائم کر کے جستجو کے ذریعہ مسائل کی حقیقت تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اب تک ۹۰ کتابوں پر مشتمل ان کی تحقیقات منظر عام پر آ چکی ہیں۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ زیر نظر کتاب ''امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر'' مولانا ہمدانی صاحب کے سلسلۂ تحقیق کی ایک اہم کڑی ہے۔

مجدد اعظم امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی زندگی کا نصب العین اس طرح پیش کیا تھا:

نہ مرا نوش ز تحسیں نہ مرا نیش ز طعن
نہ مرا گوش بمدحے نہ مرا ہوش ذمے
منم و کنج خمولی کہ در وے
جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

''کتاب، دوات اور قلم'' امام اہل سنت کی سنت ہیں۔ ہمدانی صاحب اپنے مرشد

کامل حضور مفتیٔ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کے والد عالی وقار کی سنت پر قائم ہیں۔ یہ توفیق کی بات ہے کہ ان کے حصہ میں امام اہل سنت کی یہ سنت آئی کہ کتابیں زیر مطالعہ رکھو، دوات کو گیلا رکھو اور قلم کو اس میں ڈبو کر صفحہ قرطاس پر اللہ اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کے لیے رواں کرتے رہو۔ میں ہمدانی صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے قادری، برکاتی، رضوی، نوری، ہونے کا حق ادا کر دیا۔ ہمارا سلسلہ دینی، علمی اور روحانی فیوض وبرکات کا حسین امتزاج پیش کرتا ہے۔

''امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر'' معرض وجود میں کیوں آئی؟ مولانا ہمدانی صاحب اس کا جواب یوں دیتے ہیں:

> ''امام احمد رضا محدث بریلوی نے صرف تعظیم رسول اور توہین رسول کی بنیاد پر علمائے دیوبند سے اختلاف کیا تھا کیوں کہ اسی پر ایمان اور کفر کا مدار ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ان اصولی اختلافات کے علاوہ بہت سے فروعی اختلاف بھی ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تعظیم انبیاء و اولیاء کی بنیاد پر صدیوں سے اہل اسلام جو جائز اور مستحب کام کرتے آئے ہیں ان تمام افعال پر وہابی دیوبندی مکتب فکر نے بدعت، ناجائز، حرام، کفر اور شرک کے فتوے دیئے۔ اس حقیقت کو ہم تفصیل سے پیش کرتے ہیں تاکہ قارئین حضرات اسے بخوبی سمجھ لیں۔''

مولانا ہمدانی صاحب نے زیر نظر کتاب میں ان تمام فتنوں اور ان کے موجدین کی نشان دہی کی ہے جن کی وجہ سے اہل سنت والجماعت کا شیرازہ منتشر کرنے کے لیے ہندوستان

میں نو آبادیاتی دور میں منظّم سازشیں کی گئیں۔ اس کے بعد انہوں نے امام اہل سنت کی ان تصانیف کے حوالے دیئے ہیں جن میں قرآن وسنت، آثار صحابہ، اقوال فقہاء اور ملفوظات اولیائے کرام کی روشنی میں دین میں رخنہ ڈالنے والوں اور اہل سنت والجماعت میں فتنہ پھیلانے والے دشمنان اسلام کے عقائد باطلہ کی بخیہ ادھیڑی ہیں اور قدیم اہل سنت وجماعت کے عقائد صحیحہ کی تشریح وتوضیح کی گئی ہے۔

بظاہر مولانا ہمدانی صاحب کی کتاب مناظرہ ادب کا ایک نمونہ معلوم ہوتی ہے۔ لیکن ہمدانی صاحب بخوبی واقف ہیں کہ اب وہ دور نہیں جو ''خبیث مردود'' کہہ کر مجمع کو لوٹ پوٹ کر دیا جائے اور مجمع جمع کرنے والے سیٹھوں کو لوٹ لیا جائے۔ امام اہل سنت کی نہ یہ تعلیم تھی اور نہ روش۔ انہوں نے رد وہابیہ اور دیگر بدعقیدہ فرقوں کا رد علمی انداز سے کیا تھا۔ ہمدانی صاحب نے مناظرہ کا ماحول تو کتاب میں بنایا ہے تاکہ قاری پڑھنے پر مجبور ہو لیکن ساتھ ہی ساتھ انہوں نے علمی اور محققانہ انداز سے قاری کی ذہن سازی کرنے کی بھی کوشش کی ہے۔

زیر نظر کتاب سے واضح ہو جاتا ہے کہ مولانا ہمدانی صاحب کا مطالعہ وسیع ہے۔ اس کتاب کے آنے پر عساکر وہابیہ میں ہلچل ضرور مچے گی۔ ایک اور زلزلہ آئے گا۔

بچپن سے ایک محاورہ سنتے آئے ہیں ''میاں کی جوتی میاں کا سر'' مولانا ہمدانی صاحب نے وہابیہ کی بکواس کو ان کے منھ پر مار کر اس محاورے میں پوشیدہ معنویت کو واضح کیا ہے۔ اب میاں اپنی جوتیاں سمیٹیں اور نو دو گیارہ ہوں۔ ہمدانی صاحب! مبارک! کہ آپ نے انھیں کہیں کا نہیں رکھا۔

جی چاہتا ہے کہ ''امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر'' پر لکھتا ہی جاؤں۔ لیکن کتاب طباعت کی غرض سے پریس میں جارہی ہے۔ عرس رضوی کے موقع پر انشاء اللہ تعالیٰ اس کا رسم اجراء ہوگا۔ میرے پاس کوئی چارہ نہیں سوائے اس کے کہ چالو مقررین کی طرح عذر لنگ پیش

کروں کہ سفر میں ہوں، مجلسوں اور محفلوں میں شرکت کی بنا پر فرصت ہی نہیں ملی کہ افکار کو منظّم کر کے رقم کرتا، بس مولانا ہمدانی صاحب کی محنت میں کچھ ٹوٹے پھوٹے الفاظ لکھ دیئے۔ آئندہ انہوں نے زحمت دی تو صاحبان اور لکھوں گا جی کھول کر، ناچیز چالو مقررین سے تھوڑا سا گریز کرتے ہوئے یہ عرض کرے گا کہ افکار ہوتے تو منظّم کرتا۔ باقی سب عذر لنگ ہے۔

زیر نظر کتاب اپنوں میں مقبول ہوگی اور وہ حلقہ بھی جس کے عقائد باطلہ کو عریاں کیا گیا ہے۔ وہ بھی اپنے سیاہ ومسخ چہرے اس میں دیکھنے کے لیے بے تاب رہے گا۔ مؤخر الذکر کو عبرت آجائے تو مولانا ہمدانی صاحب کی کاوش اور بھی زیادہ کامیاب تصور کی جائے گی۔

دعا ہے کہ رب کریم مولانا ہمدانی صاحب سے ایسے اور اس سے بھی بہتر علمی تبلیغی کام لے۔ آمین!

احقر
سید جمال الدین محمد اسلم قادری برکاتی
خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ شریف
پروفیسر وصدر شعبۂ تاریخ وثقافت
جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی۔
اعزازی ڈین، وکٹوریہ، جوبلی مدرسہ ہائی اسکول
پوربندر، گجرات۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قلبی تأثر

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

آج میرا امتحان لیتے ہوئے مولانا عبدالستار ہمدانی صاحب نے تقریظ لکھنے کیلئے اپنا مقالہ بھیجا۔ مدلّل دلائل کے ساتھ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ۲۱۲ تصنیفات کے حوالے اور دیگر مصنفین کے ۱۳۱ حوالے سے لکھی ہوئی کتاب بنام ''امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر'' اول تا آخر پڑھی۔ علامہ ہمدانی صاحب کے قلم کی روانی گویا کہ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت ہی کہئے آج تک اس طرح کی کتاب شاید ہی کوئی مصنف منظر عام پر لایا ہوگا۔ جیسے اعلیٰ حضرت کی تصنیفات سے حوالہ جات اخذ کر کے موتی کے دانوں کی تسبیح تیار کی گئی ہو۔ شاید یہ سہرا مولانا ہمدانی صاحب کے سر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل میں باندھنا مقرر کیا تھا۔

میں اس قابل کہاں چھوٹا منھ بڑی بات پھر بھی لکھنے پر مجبور ہوں کہ اعلیٰ حضرت کو جس قدر غیروں نے پس پشت ڈالا ارادۃً وہاں اپنوں کی کاہلی اور کوتاہیوں کا بھی بڑا ہاتھ رہا جو برسوں تک دنیا کے سنی مسلمان اعلیٰ حضرت کے حقیقی عقائد سے محروم رہے۔ اللہ تعالیٰ سے التجا ہے کہ وہ اس دور میں مسلک اعلیٰ حضرت جو صحیح العقیدہ کی صراط مستقیم ہے۔ تمام عالم پھر سے اعلیٰ حضرت کی شخصیت کا لوہا مان کر سر تسلیم خم کرے اور اس صدی کا مجدد اعظم ماننے پر مجبور ہو جائے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمارے علامہ حاجی عبدالستار ہمدانی برکاتی رضوی نوری صاحب کو عمر دراز عطا کرے اور سنیت کے لیے زیادہ سے زیادہ خدمت سرانجام دینے کی طاقت عطا کرے اور انہیں ہر محاذ پر فتح ونصرت عطا کرے۔ آمین

آپ کا مخلص حاجی سید مصطفٰے میاں صاحب پیرزادہ
بروز بدھ ۱۲/۳/۱۹۹۷ء مطابق ۳/ذیقعدہ ۱۴۱۷ھ
چکھلی، ضلع بلساڑ، گجرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر

امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر- ایک وسیع النظر مدبر- عشق رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پیکر- اپنے وقت کا ممتاز فقیہ- علم وعرفان کا بہتا سمندر- جس نے دنیا کو عشق مصطفیٰ کا پیغام دیا- کفر وارتداد والحاد سے امت مسلمہ کو بچایا- ایمان کی روشنی دی- کفر کی ظلمت کو چھانٹا- بے دینی کا پردہ چاک کیا- صراط مستقیم پر امت رسول کو گامزن کیا- عظمت رسول کے لیے اپنا سب کچھ داؤ پر لگایا- ناموس رسالت کی حفاظت کے لیے اس نے اپنی جان تک کی پرواہ نہیں کی- رب کائنات کی شان میں توہین آمیز کلمات کہنے اور لکھنے والوں کو اس نے اپنی جلالت علم کے نیزے کی نوک سے ساکت کر دیا- رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں گستاخانہ لب کشائی کی جرأت کرنے والوں کی زبانیں اس نے اپنے قلم کی تلوار سے کاٹ کر پھینک دیں- محبان رسول وعاشقان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں تلے اس نے اپنا دل بچھونے کی شکل میں بچھایا- آلِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس نے اپنا عمامہ برسرعام اس کے قدموں پر رکھا اور اس کی پالکی کا بوجھ اپنے کاندھوں پر اٹھایا۔

جس کی آنکھیں گنبد خضریٰ کا نظارہ کرنے کے لیے ہمیشہ بے تاب رہتی تھیں۔ جس کا سراپا یاد محبوب میں بے قرار تھا- جس کا وجود لقاء محبوب کی تڑپ میں گم تھا- اپنے آقا کے وفاداروں کے لیے وہ پھول سے بھی زیادہ نرم اور شہد سے بھی زیادہ شیریں تھا- آقا ومولیٰ کے گستاخوں کے لیے وہ لوہے سے زیادہ سخت اور آگ سے بھی زیادہ گرم تھا- وہ بارگاہ رسالت

کے دشمنوں پر قہر الٰہی کی بجلی بن کر ٹوٹ پڑتا تھا- خداداد صلاحیتوں نے اسے ہمیشہ غالب وفتح مند بنایا- مخالفین کو بھی جس کی صلاحیتوں کا لوہا ماننا پڑا- جس کے قلم کی نوک سے نکلی ہوئی ہر بات بلکہ ہر لفظ ایسا جامع، مانع اور مؤثر تھا کہ جس کا رد کرنا محال تھا- جس کے قاہر دلائل وشواہد پہاڑ سے بھی زیادہ اٹل تھے- جو ٹالے ٹل نہ سکتے تھے- دلائل کے میدان کا وہ شہسوار تھا- قلم کا وہ دھنی تھا- نفاذ دلائل، سرعت کتابت، زور بیان، طرز تحریر، اثبات دعویٰ، اظہار حق، ابطال باطل، دفاع حق، فصاحت وبلاغت، علم وادب، فضل ودانش، وضاحت وتشریح، تفتیش رموز، انسداد ضرر، اجتہاد واستنباط، تحقیق وتدقیق، خطابت وکلام، ذہانت وفقاہت، استعداد وجلالت علم، شعر وسخن، فن وحکمت وغیرہ میں وہ اپنی مثال آپ تھا- اس کا کوئی مدمقابل نہ تھا- کوئی برابری کا نہ تھا- بلکہ اپنے عصر کے بڑے بڑے دانشوران علم وفن اس کے سامنے طفل مکتب کی بھی حیثیت نہ رکھتے تھے- جس کا علم سب پر بھاری تھا- جس کے براہان ودلائل کوہ آہن کی مانند تھے- جس کے دریائے علم کی گہرائی کو ناپنا مشکل تھا۔ جس کے علم وفن کی رفعت وبلندی پانا مشکل ودشوار تھا- وہ علم لدنی کا حامل تھا- عطائے خداوندی کا جس پر کرم تھا- فضل رسول کا جس پر سایہ تھا- وہ فقیہ تھا- عالم تھا- حافظ تھا- قاری تھا- مفتی تھا- محدث تھا- مجتہد تھا- مستنبط تھا- مفسر تھا- مناظر تھا- مصنف تھا- مجدد تھا- ماہر فن تھا- ادیب تھا- شاعر تھا- اسلامی علوم اس کو گھٹی میں پلائے گئے تھے- دنیوی علوم جس کو عطا کئے گئے تھے- علوم جدیدہ میں اس کی مہارت مسلم تھی- جس نے کئی تشنگان علم کو جام شیریں سے تسکین دی- فتنوں کی آندھیوں کے سامنے مستحکم قلعہ کی حیثیت سے قائم رہا- جس نے الزامات وافتراءات کے زہریلے تیر اپنے سینے پر جھیلے- لیکن امت مسلمہ کو عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شاداب اور مہکتے پھول دیئے- تاریک دلوں میں شمع عشق رسالت روشن کی- محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی اصل ایمان اور جان ایمان ہے- یہ پیغام دنیا کو دیا۔ رسول کے وفاداروں سے دوستی اور

رسول کے گستاخوں سے عداوت ونفرت کا درس دیا- خدائے تعالیٰ کی توحید وتقدیس اور خدا کے محبوب کی عظمت پر کیے جانے والے ہر حملے کا دندان شکن جواب دیا- آیات قرآنی میں تحریف اور غلط تاویل کرنے والوں کو جس نے ساکت کردیا- اسلامی اصول و قوانین میں ترمیم کرنے کی جرأت کرنے والے تمام عناصر کو اس نے مبہوت ومغلوب کردیا- بیان رفعت شان جان ایمان، رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اس نے علم وعرفان کے دریا بہادیئے- جس نے ملت کو قرآن کا صحیح فہم دیا- حدیث کا صحیح مفہوم سمجھایا- قول وفعلِ اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا حقیقی پس منظر بتایا- اقوال وارشادات مجتہدین کی صحیح تشریح بتائی- اسلام کا صحیح نظریہ باور کرایا- فقہ واصول کے رموز وجزئیات کی عقدہ کشائی کی- دین کا محافظ- ملت کا محسن- مگر تواضع وانکساری کا پیکر جمیل- حلم وضبط کا پاسدار- امت کا پاسبان- مومنوں کا نگہبان- ہر فن اور ہر علم میں بے مثال- صاحب تصانیف کثیرہ- زہد وتقویٰ کا نمونہ- اتباع شریعت وپرہیزگاری میں اپنی مثال آپ- فرائض وواجبات کی ادائیگی کا سخت پابند- سنت ومستحب کا دلدادہ- اخلاص نیت خیر کا بے داغ آفتاب- استقلال فی الدین میں کوہ ہمالیہ سے بھی بڑھ کر- ''اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَ الْبُغْضُ فِی اللّٰہِ'' کی زندہ تصویر- وقت آشنا- دور رس نگاہ رکھنے والا- حالات وحوادثات کے اثرات سے باخبر- دشمنوں کی ہر چال سے واقف- پرکھنے میں ماہر- مذہب کے نام پر شکم پروری کرنے والے عناصر کو ایک نظر میں پہچاننے والا- گمراہ کن اور دھوکہ بازوں کے ہتھکنڈوں سے ہوشیار- حق گوئی میں بے خوف مجاہد- بہادر سپاہی- دلیر- نڈر- کفن بردوش- دین کے معاملے میں کسی کی بھی پرواہ کرنے سے دور- دنیوی جاہ وجلال کا بھی لحاظ نہ کرے- جس کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف تعظیم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- جس کی زندگی کا ہر پل دین متین کی بے لوث خدمت میں صرف ہو- جو اپنے آقا ومولیٰ کی عظمت بیان کرنے کے لیے ہر لمحہ مستعد ہو- جس کی زندگی کا سرور تعظیم رسول صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم- جس کے دل کا قرار نعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- جس کے وجود کا ہر رونگٹا محو ثنائے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ والہانہ محبت کا یہ حال کہ ذات رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابلے میں اس نے اپنے اور پرائے کسی کا بھی لحاظ نہیں کیا- آقا ومولیٰ کے مرتبۂ عظمیٰ کے شایان شان نہ ہوا ایسا ایک جملہ تو درکنار بلکہ ایک لفظ بھی کسی نے کہا یا لکھا، تو وہ عاشق صادق اس کے تردید وتعاقب کے لیے اٹھ کھڑا ہوا- یا کسی نے شریعت مطہرہ کے خلاف کسی فعل کا ارتکاب کیا- حق گو مجاہد نے ''بِلا خَوْفِ لَوْمَۃِ لا ئِم'' اس کے خلاف صدائے حق بلند کی- اس حق گوئی کا فریضہ انجام دیتے وقت اس نے یہ نہ دیکھا کہ سامنے کون ہے؟ اپنا ہے یا پرایا؟ بلکہ صرف شریعت کا ہی لحاظ کیا-

یہی وجہ ہے کہ اس جلیل القدر فقیہ نے بہت سے گروہوں کی دشمنی مول لی- لیکن وہ ایسے دشمنوں سے بے پرواہ اور بے نیاز تھا- کسی بڑے سے بڑے کو خاطر میں نہ لایا- اسے ضرورت بھی کیا تھی کسی کو خاطر میں لانے کی کیوں کہ وہ عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھا- محبّ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھا- فدائے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھا- طالب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھا- سائل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھا- گدائے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھا- رضا جوئے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھا- فنا فی الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھا- محافظ ایمان امت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھا- وہ کسی سے ڈرتا نہیں تھا- کسی سے مرعوب نہیں ہوتا تھا- کسی دنیاوی صلے کا متمنی نہیں تھا- کسی کا آرزومند نہیں تھا- دنیا کی طمع اسے پگھلا نہیں سکتی تھی- دنیوی حب وجاہ کی اس کے دل میں ذرہ برابر بھی وقعت نہ تھی- مال دنیا کی حرص- ذاتی بلندیٔ رتبہ- خواہش عہدہ واقتدار وحکومت- حصول جائیداد- وغیرہ سے وہ منھ پھیر چکا تھا- وہ دین اسلام کا سچا خادم تھا- ملت کا صحیح رہنما تھا- اس نے ہر نازک موڑ پر ملت

کی رہنمائی کی- ملت کو گمراہ ہونے سے بچایا- مہلک راہ پر چلنے سے روکا- آفتاب رشد وہدایت بن کر ملت کو راہ ہدایت دکھائی-قوم کو حق گوئی کا جو ہر عطا کیا- راہ حق میں کوہ استقلال کی طرح جمے رہنے کا حوصلہ دیا- سر بلند اور سرخ رو ہو کر جینے کا سلیقہ دیا- اسلام کے خلاف اٹھنے والے ہر فتنہ سے ٹکرانے کا جذبہ دیا- انجام سے بے پرواہ ہو کر دشمنان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے اٹھ کھڑے ہونے کا ولولہ دیا- یقیں محکم اور عمل پیہم رکھنے کا طریقہ سکھایا- دلوں میں عظمت مصطفیٰ کی روشنی بھر دی- آنکھوں میں دیار حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جلوہ سمو دیا- اس کے علم کا لوہا غیروں نے بھی مانا- اس کی فقہی بصیرت سب نے تسلیم کی- عرب وعجم کے علماء میں مقبول ہوا- مرجع علماء بنا- مجدد کے عظیم مرتبہ پر فائز ہوا- اپنے علم پر فخر کرنے والے بڑے بڑوں کو لاجواب کر دیا- وہ کبھی لاجواب نہیں ہوا- اس کے سامنے سب جواب دے چکے- کیوں کہ اس کا کوئی جواب نہیں تھا- ہزاروں کتب وفتاویٰ کا مصنف- ایک سو سے زیادہ فنون کا ماہر- جس نے ہر فن کے ماہرین کو سر تسلیم خم کرنے پر مجبور کر دیا-''ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاء '' کا مظہر- جوسراپا-''اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ '' کا مظہر-''وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِنْهُ '' سے فیض یاب-''حِزْبُ اللّٰه '' کا مجاہد اعظم-''هُمُ الْفَائِزُوْنَ '' کی بشارت سے سرخ رو-حق گوئی کے میدان میں-''وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ '' کے تحت ہر موڑ پر امتحان دیتا ہوا-''وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ '' کے صدقے میں ہر محاذ پر کامیاب ہوتا ہوا-''اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا '' پر کامل عمل کرتے ہوئے خشیت الٰہی سے کانپتا ہوا-''اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ '' سے مستفید ومستفیض ہو کر تقویٰ اور پرہیزگاری کا اسوۂ حسنہ-''حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ '' سے جذبۂ حب اخذ کر کے''اَلَا لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا مَحَبَّةَ لَهٗ '' کی صدا بلند کرتا ہوا- آقا ومولیٰ کی عظمت ومحبت میں سب کچھ نثار کرتا ہوا''مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا '' کے کیف میں سرشار

ہو کر،''موراتن من دھن سب پھونک دیا'' کہہ کر''یہ جان بھی پیارے جلا جانا'' کی تمنا کرتا ہوا-''کروں تیرے نام پر جاں فدا'' کا ولولہ اور جذبہ جس کے دل کی عکاسی کرتا ہو-''لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ '' کو جس نے اپنی زندگی کا آئین بنا کر اس پر سختی سے عمل پیرا ہو کر، خدا اور رسول کے گستاخوں سے اپنی زندگی کی آخری سانس تک متنفر رہا اور اس کی تعلیم وتلقین کرتے ہوئے کہا کہ:

دشمن احمد پہ شدت کیجئے
ملحدوں کی کیا مروت کیجئے

قرآن سے اس نے''جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ '' کا سبق سیکھا تھا- وہ سبق اسے اچھی طرح یاد تھا وہ اس کا عامل کامل تھا- ساتھ ہی وہ اصحاب نبی کی عادت شریفہ''اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ '' کے نقش قدم پر چل کر''رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ '' کا بھی نمونۂ عمل تھا- اپنے دینی بھائیوں کے تحفظ ایمان وعمل اور سلامتیٔ جان ومال کے لیے وہ ہمیشہ فکرمند رہا- اعدائے دین کی ستم ظریفی کا ازالہ کرنے کے لیے وہ ہر لمحہ متحرک رہا- اپنے آقا کی مدح و ثنا میں وہ اپنے عروج کی منزل تک پہنچ چکا تھا-''تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ '' سے فیض یاب ہو کر ''دم میں جب تک دم ہے، ذکر ان کا سناتے جائیں گے'' کی آہنی صدا بلند کی-''مومن وہ ہے جو ان کی عزت پہ مرے دل سے'' کا جذبہ قلوب مسلمین میں نقش کر دیا- اور''لوا کے تلے ثنا میں کھلے رضا کی زباں تمہارے لیے'' کی امید وآرزو میں دنیوی زندگی کو''مَزْرَعَةُ الْآخِرَةِ '' کا حسین کردار عمل بنایا- آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت شان بیان کرنے کی تمنا میں اس کا دل کش تصور دیکھ کر بے ساختہ زبان سے درود وسلام جاری ہو جاتا ہے اور اس عاشق صادق کے ہمراہ ہم بھی یہی کہہ اٹھتے ہیں کہ''کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور''بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام'' اور اس عاشق کی یہ تمنا پوری ہوتی ہوئی اس طرح پیش

آئے کہ:

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضؔا
مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

''لَا تَرفَعُوا اَصوَاتَکُم فَوقَ صَوتِ النَّبِیِّ '' سے بارگاہ رسالت کا ادب سیکھا اور سکھایا۔ لب کشائی کی جرأت کرنے والوں کو ''اَن تَحبَطَ اَعمَالُکُم '' کی وعید صریح سے ڈرایا۔ ''لَا تُقَدِّمُوا بَینَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُولِہ '' سے حدود ادب کا خط استواء کھینچا۔ ''یُنَادُونَکَ مِن وَّرَاءِ الحُجُرَاتِ '' سے بارگاہ رسالت کا ادب واحترام باور کرایا۔ ''وَلَا تَجھَرُوا لَہٗ بِالقَولِ کَجَھرِ بَعضِکُم لِبَعضٍ '' سے مقام رسالت کی بلندی ثابت کرکے ''ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ'' کا عالمگیر پیغام دیا، ''اَلنَّبِیُّ اَولٰی بِالمُؤمِنِینَ مِن اَنفُسِھِم '' کا صحیح مفہوم اخذ کرکے ''ایمان یہ کہتا ہے کہ میری جان ہیں یہ'' کا ایمان افروز درس دیا، وہ عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھا۔ عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں دیوانہ تھا لیکن ایسا فرزانہ تھا کہ ''پیش نظر وہ نوبہار سجدے کو دل ہے بے قرار'' کے جوش جنوں پر اس نے ''روکیے سر کو روکیے'' سے ہوش حدود کی لگام لگا کر ''ہاں یہی امتحان ہے'' کہہ کر پاس شریعت ملحوظ رکھا اور غلو سے محفوظ رہا۔ اپنی محبت کے جذبے کو اس نے جوش الفت اور ہوش شریعت کی سرحدوں کے مابین محدود رکھا اور ''کَذٰلِکَ جَعَلنَاکُم اُمَّۃً وَّسَطًا '' پر عمل کرتے ہوئے ہوش وجوش کے درمیان رہتے ہوئے یہاں تک فرمایا کہ ''اللہ کی سرتابقدم شان ہیں یہ'' ۔''کُلُّھُم یَطلُبُونَ رِضَائِی وَاَنَا اَطلُبُ رِضَاکَ '' کی ترجمانی ایسے نفیس انداز میں کی کہ ''خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم ÷ خدا چاہتا ہے رضائے محمد۔ عشق رسول جس کے دل کی دھڑکن۔ اس کی حیات کا واحد سبب ومقصد تھا۔ اس کے جسم کا ہر ہر رونگٹا محو عشق رسول وثنائے رسول تھا۔ اس کی آنکھوں میں صرف عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلوے سمائے ہوئے

تھے۔ وہ زندہ تھا صرف روح عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سبب۔ اس کی زندگی کا مقصد پرچم عظمت رسالت کو لہرانا۔ اور موت کی خواہش بھی دیدار رخ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شرف حاصل کرنے کے لیے ''جان دے دو وعدۂ دیدار پر ÷ نقد اپنا دام ہو ہی جائے گا۔ اور ''قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے ÷ جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی'' یہ صدائے دل اس کی آرزو اور تمنا کی نشان دہی کر رہی ہے۔ دیار نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابل جنت کی فضا بھی جس کا دل بہلا نہ سکے اور وہ مضطرب ہو کر یوں پکار اٹھے کہ ''جنت کو حرم سمجھا، آتے تو یہاں آیا اب تک کے ہر ایک کا منھ کہتا ہوں کہاں آیا'' بلکہ مدینہ سے بچھڑ کر جینا اور جی لینے کا تصور ہی اس کے لیے جان لیوا تھا کیوں کہ ''طیبہ سے ہم آتے ہیں، کہیے تو جناں والوں ÷ کیا دیکھ کے جیتا ہے جو واں سے یہاں آیا'' اپنے آقا کا مقدس آستانہ جس کے لیے جائے قرار، جائے پناہ، جائے سکون اور جائے امن وامان تھا۔

''وَلَو اَنَّھُم اِذ ظَّلَمُوا اَنفُسَھُم جَاءُوکَ فَاستَغفَرُوا اللّٰہَ ''ہی سے اس نے ببانگ دہل یہ کہا کہ ''وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا ÷ ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں بتایا''۔ اسی در سے اس نے سب کچھ پایا۔ پوری کائنات اسی در سے تو پل رہی ہے۔ اسی در مقدس کی یاد نے اسے ہر لحہ بے چین وبے قرار بنا رکھا تھا۔ ''جان ودل ہوش وخرد، سب تو مدینہ پہنچے ÷ تم نہیں چلتے رضؔا سارا تو سامان گیا'' یہاں اس کے لیے سب کچھ تھا۔ کائنات کی سب سے محبوب ترین سب سے بلند درجہ زمین کا وہ حصہ جہاں پر آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تقدس مآب آرامگاہ ہے، اس مقدس حصے نے پوری زمین کو شرف بخشا ''خم ہو گئی پشت فلک اس طعن زمیں سے ÷ سن ہم پہ مدینہ ہے وہ رتبہ ہے ہمارا'' یہاں پر وہ مچل مچل کر رو دیا۔ یہاں سے وطن واپس جانے کا خیال تک اس کے لیے ناقابل برداشت تھا۔ ''یہ رائے کیا تھی وہاں سے پلٹنے کی اے نفس ÷ ستم گر الٹی چھری سے ہمیں حلال کیا'' اور یہ کہ ''ہو گیا دھک سے

کلیجا میرا÷ ہائے رخصت کی سنانے والے''۔یہیں پر اسے پڑا رہنا تھا- چاہے اپاہج بن کر یہاں پر پڑا رہنا پڑے- یہ ناتوانی بھی محبوب ومقبول ہے- یہ ناتوانی کاش سبب بن جائے دائمی طور پر یہاں ٹھہر جانے کا- اسی لیے تو کہا تھا کہ''اسی در پر تڑپتے ہیں، مچلتے ہیں، بلکتے ہیں÷ اٹھا جاتا نہیں کیا خوب اپنی ناتوانی ہے'' اپنے آقا کا دیار اسے اتنا محبوب تھا کہ اس مقدس زمین کی عظمت و رفعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے وہ پکار اٹھا کہ''حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا÷ ارے سر کا موقع ہے او جانے والے'' اپنے آقا کے مقدس شہر کی گلیوں کا اپنے آپ کو گدا کہنے کے ساتھ ساتھ شاہان دنیا کو بھی اس در مقدس کا منگتا قرار دیتے ہوئے وہ گنگنا اٹھا کہ''اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں÷ مانگتے تاجدار پھرتے ہیں'' مدینہ منورہ کا ذرہ ذرہ اس کے لیے جاں افزا اور روح پرور تھا- یہاں کی ہر شئے اس کے لیے محبوب، محترم، معظم، مخدوم اور قربان ہونے کے لائق تھی- ارے! وہ تو اپنے آقا کے مقدس بلد کے سگان در کی خدمت میں اپنے دل کا ٹکڑا بطور تحفہ پیش کرنے کے لیے ہمیشہ آرزومند رہا اور یہاں تک کہا''پارۂ دل بھی نہ نکلا دل سے تحفے میں رضاؔ÷ ان سگان کو سے اتنی جان پیاری واہ واہ'' بلکہ وہ دل کے ٹکڑے سگان در محبوب کی نذر لاتے ہوئے یہاں تک کہتا کہ''دل کے ٹکڑے نذر حاضر لائے ہیں÷ اے سگان کوچۂ دل دار ہم'' اور ایک مقام پر تو یہاں تک اظہار محبت کرتے ہوئے کہا کہ''رضا کسی سگ طیبہ کے پاؤں بھی چومے÷ تم اور آہ کہ اتنا دماغ لے کے چلے''۔

وہ عشق کی اعلیٰ وارفع منزل پر پہنچ چکا تھا- اس منزل پر پہنچنے کے بعد ہر عاشق کی یہی تمنا ہوتی ہے کہ''نصیب دوستاں گران کے در پر موت آنی ہے÷ خدا یوں ہی کرے پھر تو ہمیشہ زندگانی ہے'' یقیناً یہاں پر مرنے والے کے لیے حیات جاودانی اور دخول جنت دائمی ہے اور یہ سعادت حاصل کرنے کے لیے طیبہ میں مرنے کا جذبہ اور ولولہ اس انداز سے بیان کیا کہ ''طیبہ میں مر کے ٹھنڈے چلے جاؤ آنکھیں بند÷ سیدھی سڑک یہ شہر شفاعت نگر کی ہے'' اپنے

آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں عشق کے مہکتے پھول کھلاتے رہنا ہی اس کے قلب کا سکون تھا- یاد محبوب میں وہ اتنا بے چین و بے قرار تھا کہ اس کی حیات اسی پر منحصر تھی ''جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا÷ جس کو ہو درد کا مزا، ناز دوا اٹھائے کیوں''- ہجر کی آگ میں اس کا دل جل کر کباب ہو چکا تھا- اسی لیے تو کہا تھا کہ''جلی جلی بو سے اس کی پیدا ہے سوزش عشق چشم والا÷ کباب آہو میں بھی نہ پایا مزہ جو دل کے کباب میں ہے''۔

نعت گوئی کی راہ میں اس نے مداح رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقش قدم پر چلنا اختیار کیا- اسی نقش قدم پر چلتے چلتے اس نے''حسان الہند'' کا لقب پایا- قرآن سے اس نے نعت گوئی کا مزاج پایا اور یہ کہا کہ''اے رضاؔ خود صاحب قرآں ہے مداح حضور÷ تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ کی''- اسرار و رموز حروف مقطعات کی عقدہ کشائی کرتے ہوئے عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جام چھلکاتے ہوئے کہا کہ''ک گیسو، ہ دہن، ی ابرو، آنکھیں ع ص÷ کٓھٰیٰعٓصٓ ان کا ہے چہرہ نور کا'' آیات قرآنی میں بیان شدہ وہ مثالیں کہ جو بظاہر سمجھ میں نہیں آتی تھیں اس کی تفہیم صحیح دیتے ہوئے کہا کہ''ہے کلام الٰہی میں شمس وضحیٰ تیرے چہرۂ نور فزا کی قسم÷ قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلف دوتا کی قسم'' اور ایک جگہ تو اتنی بہترین تشریح فرمائی کہ''شمع دل، مشکوٰۃ تن، سینہ زجاجہ نور کا÷ تیری صورت کے لیے آیا ہے سورا نور کا'' حدیث قدسی''لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الافلَاكَ'' کی ترجمانی میں اس کا نفیس انداز تو دیکھو کہ''وہ جو نہ تھے، تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو÷ جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے'' جیسے ایمان افروز الفاظ اس کے قلم کی نوک سے نکل کر زمین قرطاس پر ریحان بہشت کا سماں باندھ رہے ہیں-''اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَکُلٌّ مِّنْ نُوْرِیْ'' کا مفہوم صحیح بیان کرتے ہوئے وہ چہچہا اٹھا کہ''وہی نور حق، وہی ظل رب ہے انہیں سے سب ہے انہیں کا سب''-''قَدْ جَاءَکُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ'' میں اسے اپنے آقا کی

عظمت کا نور مبین ہی نظر آیا اور ''تو ہے عین نور، تیرا سب گھرانا نور کا'' جیسا نورانی قصیدہ مرقوم فرما کر نور ایمان کو ضیاء بخشی -نور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلووں سے وہ چمک اٹھا، نور مصطفیٰ کے جلووں میں وہ ایسا گم ہو گیا کہ ''جس کو ان کے مکان کا پتہ مل گیا÷ بے نشاں، بے نشاں، بے نشان ہو گیا'' کیوں کہ وہ یہی چاہتا تھا- اپنے رب سے یہی مانگتا تھا کہ ''ایسا گما دے ان کی ولا میں خدا ہمیں÷ ڈھونڈھا کریں پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو'' لیکن بے نشان ہونے کے باوجود اس کا نشان مٹا نہیں کیوں کہ ''بے نشانوں کا نشاں مٹتا نہیں÷ مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا''- اور اس کا نام ایسا بلند ہوا کہ معیار اہل سنت بن گیا-حق و باطل کے درمیان اس کا نام ''فاروق'' کی حیثیت حاصل کر گیا، اس کا نام سنتے ہی صف باطل میں ماتم چھا جاتا ہے- دشمنان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کا نام سنتے ہی تھر تھر کانپنے لگتے ہیں- اس کے قلم میں ''جلال فاروقی'' اور ''شجاعت حیدری'' کی جھلک نظر آتی ہے- اور وہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گستاخوں کو اپنے قلم کی برق اندازی سے آگاہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ''کلک رضاؔ ہے خنجر خونخوار برق بار÷ اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں''- ذکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کدورت اور بغض رکھنے والے شاتم اور شریر گروہ کے قلعے یہ کہہ کر اس نے منہدم کر دیئے کہ ''حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولیٰ کی دھوم÷ مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے''- باطل فرقوں کے قلعے گرانے میں وہ ایسا شجاع تھا کہ اس کے قلم کی ہیبت سیف اللہ کی طرح باطل کے دلوں پر چھائی ہوئی تھی- اس کی حالت یہ ہوتی تھی کہ ''وہ رضاؔ کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے÷ کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے''- رضا کے نیزے کی مار کا زخم کبھی بھرا ہے نہ کبھی بھرے گا- کیوں کہ اس نے اپنے ذاتی دشمنوں پر کبھی بھی وار نہیں کیا- بلکہ اپنے ذاتی دشمنوں کو تو اس نے دعائیں دیں اور ان کی ہدایت کے لیے بارگاہ خداوندی میں سر بسجود ہو کر التجائیں کیں اور یہاں تک کہا کہ ''حسد سے

ان کے سینے پاک کر دے÷ کہ بدتر دق سے بھی یہ سل ہے یا غوث'' اور ''کر دو عدو کو تباہ حاسدوں کو رو براہ÷ اہل ولا کا بھلا تم پہ کروروں درود'' البتہ! دشمن رسول کو کبھی نہیں بخشا- نہ اس کی کوئی رعایت کی- ''اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِیْ اللّٰہ'' کی زندہ نظیر بن کر بارگاہ رسالت کے گستاخوں پر وہ قہر جبار کی بجلی کی مانند ٹوٹ پڑا- اور یہاں تک کہا کہ ''ذکر ان کا چھیڑیئے ہر بات میں÷ چھیڑنا شیطاں کا عادت کیجئے''- حق اور باطل کی قلمی جنگ میں اس نے باطلوں کو دلیری سے للکارا ''شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب÷ اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے''-

باطل طاقتوں کا وہ تن تنہا مد مقابل تھا- وہ صرف ایک تھا- مخالفین کی تعداد کثیر تھی- اعدائے دین، حاسدین اور نفس پرور عناصر اس کے مقابلے میں متحد تھے لیکن وہ یہ کہہ کر ''ایک طرف اعدائے دین ایک طرف ہیں حاسدین÷ بندہ ہے تنہا شہا تم پہ کروروں درود'' اپنے آقا کی بارگاہ میں استغاثہ کرتا تھا اور اپنے آقا و مولیٰ کی اعانت پر اتنا اعتماد تھا کہ زبان حال سے یہ کہتا تھا کہ ''پلہ ہلکا سہی بھاری ہے بھروسہ تیرا''- دنیا داروں نے اس کے خلاف ایک منظّم محاذ تشکیل دیا تھا اور اس کو نیست و نابود کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے لیکن اسے اپنے آقا و مولیٰ کی پشت پناہی اور دستگیری پر کامل یقین و اعتماد تھا- جس کا اظہار کرتے ہوئے ہی اس نے کہا کہ ''کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضاؔ÷ بول بالے میری سرکاروں کے''- مخالفین کو اہل دول و ثروت کا تعاون حاصل تھا- حکومت کی پشت پناہی میسر تھی سیاسی جماعتوں کی حمایت شامل حال تھی اس کے باوجود اس کا بال بیکا تک نہ ہوا- وہ ان اہل دول و ثروت و صاحب اقتدار لوگوں کے سامنے کبھی نہیں جھکا، نہ ان کی مدح و ثنا کی بلکہ ''کروں مدح اہل دول رضاؔ پڑے اس بلا میں میری بلا÷ میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں'' کہہ کر دنیا کو جتا دیا کہ ''ان کا منگتا پاؤں سے ٹھکرا دے وہ دنیا کا تاج÷ جس کی خاطر مر گئے منعم رگڑ کر ایڑیاں''- اس کی قوت، طاقت، حمایت، نصرت کا مدار اپنے آقا و مولیٰ کے فضل و کرم پر تھا- اور اس وجہ سے

بہت ہی قوی تھا- کیوں کہ اس نے اپنے آقا و مولیٰ سے اتنا زیادہ پایا تھا کہ اپنے آقا کی عطا کے مقابلے میں وہ دنیا کے داتاؤں کو ہیچ سمجھتا تھا اور اسی لیے اس نے علی الاعلان للکارتے ہوئے کہا کہ ’’کون دیتا ہے دینے کو منھ چاہیئے ÷ دینے والا ہے سچا ہمارا نبی‘‘-’’اِذَا جَـاءَ نَـصْـرُ اللّٰهِ ‘‘اور’’نَـصْـرٌ مِّـنَ الـلّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ‘‘کے طفیل میں اس نے ہمیشہ فتح مبین حاصل کی-’’فِـئَةٍ قَـلِيْـلَةٍ ‘‘ کے زمرے میں ہوتے ہوئے’’غَـلَبَـتْ فِـئَةً كَثِيْـرَةً ‘‘ کی تصدیق کرتے ہوئے’’مِـنَ الـلّٰهِ مَنْصُوْرٌ ‘‘ ہوکر’’جَـاءَ الْحَقُّ ‘‘ کی شان بشارت سے’’وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ‘‘ سے باطلوں کی بڑی بڑی جماعتوں پر غالب ہوتا رہا-’’فَقِيْهٌ وَاحِدٌ ‘‘ کی جلالت شان کے ساتھ’’اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ ‘‘ کے معاملے وہ’’مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ‘‘یعنی کہ ہزاروں عابدوں کی بجائے لاکھوں عابدوں سے بھی شیطان پر بھاری تھا- شیاطین زمانہ کے لیے وہ اکیلا ہی کافی تھا- کیوں کہ وہ’’يُبْـعَـثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ ‘‘ کے تحت دنیا میں بھیجا گیا تھا- اس نے ’’مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا اَمْرَ دِيْنِهَا ‘‘ کی خبر کو ثابت کر دیا- ادیان باطل کے عقائد و نظریات کی اس نے دھجیاں اڑا دیں- گمراہیت و بے دینی کی آندھی کے سامنے وہ ڈٹ کر جما رہا- اس کے پائے استقلال میں ذرہ برابر بھی تزلزل نہیں آیا- ملت کی ناؤ کو منجدھار سے نکال کر طوفانی موجوں اور مخالف ہواؤں کے تھپیڑوں سے بچا بچا کر سلامتی کے ساتھ کنارے تک لایا-

مگر! آہ!!

ملت اسلامیہ کا وہ عظیم محسن حوادث زمانہ کا شکار بنا دیا گیا- اس کی عظیم دینی اور بے مثال تصنیفی خدمات کو ایک منظّم سازش کے تحت گمنامی کے پردے میں پوشیدہ کر دینے کی کوشش کی گئی- اس پر طرہ یہ کہ اس کی عظیم خدمات کو داد تحسین دینے کی بجائے اس پر غلط سلط الزامات تھوپے گئے- بے بنیاد الزامات کے ذریعہ بدنام کرنے کی تحریک میں کوئی کسر باقی نہ رکھی گئی-

افواہ اور جھوٹے پروپیگنڈے کی راہ اختیار کر کے اس کی شخصیت کو مجروح کرنے کی سعی ناکام کی گئی- پریس اور دیگر وسائل کے ذریعہ غلط الزامات کی اتنی تشہیر کی گئی کہ حقیقت سے ناآشنا عوام تو عوام بلکہ پڑھا لکھا طبقہ بھی اس کا شکار ہو گیا اور غلط آراء و نظریات میں مبتلا ہو گیا- یہ سب اس لئے کیا گیا کہ امام احمد رضا محدث بریلوی نے اصولی اور فروعی مسائل میں ہر فرقۂ باطلہ کا تعاقب کرتے ہوئے ان کی تردید میں جو تصنیفی کارنامہ انجام دیا ہے وہ قرآن، حدیث اور کتب معتمدہ معتبرہ کے دلائل کی روشنی میں اتنا اعلیٰ معیار کا ہے کہ جس کا جواب دینے سے آج تک تمام فرقہائے باطلہ کے علماء و مصنفین عاجز اور قاصر ہیں- امام احمد رضا محدث بریلوی کی معرکۃ الآراء تصانیف کا جواب نہ لکھ سکنے کی اپنی کمزوری کو چھپانے کی غرض سے ایک آسان راہ یہ اختیار کی گئی کہ امام احمد رضا بریلوی کی تصانیف کو فراموش کروا دیا جائے اور ان کی شخصیت پر حملے کئے جائیں کیوں کہ یہ بات شواہد سے ثابت ہے کہ جب کسی شخص کی ذات مجروح کر دی جاتی ہے، تو اس کی کتابیں بھی خود بخود مجروح اور ناقابل مطالعہ ہو جائیں گی- کیوں کہ جب مصنف کے متعلق یہ بات عام کر دی جائے کہ وہ ایک تنگ نظر، جنگ جو، شدت پسند، مشتعل، متعصب، بدعات و منہیات کا موجد، متکبر، ترش رو، تفریق بین المسلمین کا علمبردار، فتنہ پرور، تکفیر مسلمین میں بیباک، علم و ادب سے ناآشنا ہے تو اس کا اثر یہ پڑتا ہے کہ اس کی تصانیف سے التفات نہیں کیا جاتا بلکہ اجتناب کیا جاتا ہے- اور جب اس کی تصانیف سے بھی پرہیز کیا جائے گا تو پھر ان تصانیف میں بکھرے ہوئے ایمانی، علمی، ادبی، فنی اور روحانی جواہرات سے کیوں کر آگاہی ہوگی اور عقائد و اعمال کی اصلاح کیوں کر ہوگی-

لمحۂ فکریہ

یہ امر بھی غور طلب ہے کہ امام احمد رضا محدث بریلوی کی شخصیت کو مجروح کرنے کے
لیے اتنا تشدد کیوں برتا جاتا ہے مختلف سمتوں سے یک بارگی حملے کیوں کیے جاتے ہیں؟ حیرت
کی بات تو یہ ہے کہ جن فرقوں میں آپس میں اتنے شدید بنیادی اختلافات ہیں کہ وہ ایک
دوسرے کے وجود کو بھی گوارا نہیں کرسکتے ،لیکن امام احمد رضا محدث بریلوی کے مقابلے میں وہ
متحد ہیں، اپنے آپسی اختلافات کو عارضی طور پر فراموش کر کے، بڑے ہی شدومد کے ساتھ وہ
تمام فرقہائے باطلہ ایک متحدہ محاذ کے تحت امام احمد رضا پر الزامات وافتراءات پر مشتمل کذب
بیانی کا سہارا لے کر حملہ آور ہیں- اس سے بڑھ کر حیرت کی بات تو یہ ہے کہ باطل کے اس متحدہ
محاذ میں کچھ اپنے بھی شامل ہوگئے ہیں- حالاں کہ وہ اپنے کہلانے والے اصولی عقائد کی صحت
کو برقرار رکھتے ہوئے صرف ذاتی اورنفسیاتی مفاد کے لئے امام احمد رضا کے مخالف محاذ میں
شامل ہوگئے- ان لوگوں کی شمولیت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ امام احمد رضا نے جہاں عقائد کے
معاملے میں باطل فرقوں کا رد کرنے میں تامل نہیں کیا وہاں آپ نے خلاف شریعت امور کا
ارتکاب کرنے والوں کا تعاقب کرنے میں بھی کوتاہی نہیں کی بلکہ اپنے اور پرائے کا فرق کیے
بغیر ان کے غلط اقوال وافعال کی تردید میں نادرزمن تصنیف پیش کیں- ان تصانیف کا مناسب
جواب تک دینے سے قاصران عناصر نے اپنے دلوں میں جذبۂ انتقام پیدا کیا اور اپنے کہلانے
والوں نے بھی امام احمد رضا محدث بریلوی کو بدنام کرنے میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے-

الحمد للہ! حدیث کے فرمان کے مطابق ہر صدی میں مجدد تشریف لاتے رہے اور
انہوں نے خداداد صلاحیتوں سے اپنے دور کے عظیم فتنوں کا سد باب کیا- اگر ہم مجدد اول
حضرت عمر بن عبدالعزیز (المتوفی ۱۰۱ھ) سے لے کر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

(المتوفی ۱۲۳۹ھ) تک کے تمام مجددین کرام کے حالات زندگی کا جائزہ لیں تو یہ پتہ چلے گا
کہ ان تمام نفوس قدسیہ نے تجدید واحیائے دین کی خدمت میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی- حق
گوئی کا فریضہ بخوبی انجام دے کر ملت اسلامیہ کی صحیح رہنمائی فرمائی- ان تمام مقدس حضرات
کی حالات زندگی کے مطالعہ سے ایک بات یہ بھی واضح ہوگی کہ انہوں نے کٹھن سے کٹھن
امتحانات دیئے- دین کے خلاف اٹھنے والے فتنے کا مقابلہ کرنے میں بادشاہ وقت سے بھی
بھڑ گئے- مشقتیں اٹھائیں، ظلم وستم برداشت کیے، اپنی جان تک کی بازی لگادی، ہر دور میں
کوئی نہ کوئی فتنہ اٹھا- کبھی قرآن کے مخلوق ہونے کا عقیدہ فتنۂ عظیم کی حیثیت سے ابھرا، کبھی
دہریہ فتنہ، کبھی خارجی فتنہ، کبھی معتزلہ فتنہ، یہاں تک کہ مغل بادشاہ اکبر کے دور میں ''دین الٰہی''
کا فتنہ ایک طوفان کی طرح اٹھا- لیکن ہر فتنہ کی گمراہی سے ملت کے ایمان کا دفاع کرنے کی
ضرورت کے پیش نظر ہر دور میں دین وملت کے حامی ''مجدد'' کی حیثیت سے تشریف لاتے
رہے اور خدمت دین واحیاے دین کا فریضہ بخوبی انجام دیتے رہے-

لیکن!

امام احمد رضا محدیث بریلوی (المتوفی ۱۳۴۰ھ) کی حالات زندگی کا اگر ہم جائزہ
لیں تو حیرت انگیز تفصیلات معلوم ہوں گی- امام احمد رضا سے قبل جتنے بھی مجدد ہوئے ان میں
امام احمد رضا میں ایک نمایاں فرق نظر آئے گا کہ ماضی کے مجددین کے زمانہ میں ایک- دو یا
زیادہ سے زیادہ چار پانچ فتنے تھے- ان تمام فتنوں کا ان حضرات نے احسن طریقے سے
تدارک فرمایا، لیکن امام احمد رضا کے دور میں جو فتنے تھے ان کی ایک طویل فہرست مرتب کرنی
ہوگی، علاوہ ازیں ایک اور بھی وضاحت کردینا ضروری ہے کہ امام احمد رضا محدث بریلوی
کے دور میں جو جو فتنے اٹھے تھے ان فتنوں کو درپردہ ایسی طاقتوں کی پشت پناہی حاصل تھی کہ

بنظر ان کا مقابلہ کرنا ایک مشکل تر مرحلہ تھا۔لیکن ’’قل جاء الحق وزھق الباطل ‘‘ کے صدقے اور طفیل میں حق کو فتح ونصرت اور باطل کو شکست وذلت حاصل ہوئی -امام احمد رضا پر آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فضل وکرم تھا اوراسی وجہ سے وہ ہر محاذ پر کامیاب اور فتح مند ہوئے امام احمد رضا کا بارگاہ رسالت میں مندرجہ ذیل استغاثہ قابل غور ہے:

ایک طرف اعدائے دین ایک طرف ہیں حاسدین
بندہ ہے تنہا شہا تم پہ کروروں درود

کیوں کہوں بےکس ہوں میں، کیوں کہوں بےبس ہوں میں
تم ہو میں تم پر فدا تم پہ کروروں درود

خیر!المختصر!امام احمد رضا کے دور میں جو جو فتنے شباب پر تھے ان کی جھلک ملاحظہ ہو:

□ فتنۂ غیر مقلدین □ فتنۂ نیچریت □ فتنۂ نجدیت ووہابیت □ فتنۂ فرقۂ اہل قرآن □ فتنۂ قادیانیت □ فتنۂ دارالندوہ □ فتنۂ فلسفۂ قدیمہ □ فتنۂ وقوع کذب باری تعالیٰ □ فتنۂ انکارشفاعت □ فتنۂ روافض □ فتنۂ معتزلہ □ فتنۂ فلسفۂ جدیدہ □ فتنۂ انکارسماع موتیٰ □ فتنۂ خلافت عثمانی □ فتنۂ انکارختم نبوت □ فتنۂ خاکساری فرقہ □ فتنۂ ترک قربانی گائے □ فتنۂ جواز سجدۂ تعظیمی □ فتنۂ عدم جواز میلادوقیام تعظیمی □ فتنۂ انکارمعراج جسمانی □ فتنۂ ترک موالات □ فتنۂ آریہ (شدھی کرن) □ فتنۂ اتحاد عن المشرکین □ فتنۂ عدم جواز تعظیم آثار مقدسہ □ فتنۂ عدم جواز کتابت برکفن □ فتنۂ توہین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ □ فتنۂ حکم دارالحرب □ فتنۂ انکارعلم غیب انبیاء واولیاء □ فتنۂ انکارحیات انبیاء □ فتنۂ جواز تعزیہ داری □ فتنۂ جواز سماع مع مزامیر □ فتنۂ براذان ثانی □ فتنۂ انکاراذان قبر □ فتنۂ عدم جواز معانقہ ومصافحۂ عید □ فتنۂ عدم جواز تعمیرات مزارات اولیاء □ فتنۂ عدم جواز تقبیل ابہامین

□ فتنۂ انکار ایمان ابوین کریمین نبی □ فتنۂ جواز زکوٰۃ برائے سادات کرام □ فتنۂ عدم جواز چراغاں برمزارات صالحین □ فتنۂ حلت اشیاء نشہ آور □ فتنۂ حلت اکل زاغ □ فتنۂ قرطاس دراھم □ فتنۂ مساوات بالنبی □ فتنۂ حرکت زمین □ فتنۂ خروج نساء برائے زیارت قبور □ فتنۂ امکان ظل نبی □ فتنۂ صلاۃ جنازۃ الغائب □ فتنۂ نکاح مع المرتدین □ فتنۂ عدم جواز تعین فاتحہ □ فتنۂ تنقیص رسالت □ فتنۂ عدم اعتقاد اختیارات انبیاء واولیاء □ فتنۂ نفاذ شرک درباب نداو استغاثہ □ فتنۂ نفاذ شرک فی الاسماء □ فتنۂ حرمت اکل روسر □ فتنۂ حرمت منی آرڈر □ فتنۂ خلافت کمیٹی □ فتنۂ تنازعہ دررویت ہلال □ فتنۂ فرق بین شریعت وطریقت □ فتنۂ اکل اشیاء حرام عن الذبیحہ □ فتنۂ حرمت ذبیحہ للاولیاء

الغرض مذکورہ بالا فتنوں کے علاوہ سینکڑوں دیگر فتنے بھی عام ہو چکے تھے،بعض کا تعلق اصول دین سے تھا اور بعض کا تعلق فروع دین سے تھا۔بعض فتن اہل سنت وجماعت کے کہلانے والے افراد کے اٹھائے ہوئے تھے اور بقیہ اکثر فتن عقائد باطلہ ضالہ پر مشتمل فرقوں کی جانب سے اٹھائے گئے تھے۔جن میں کے اکثر کا تعلق اصول دین سے تھا۔یعنی کہ اس کے ماننے یا نہ ماننے کی وجہ سے ایمان اور کفر کے احکام صادر ہونے کا مدار تھا۔ہر روز کوئی نہ کوئی فتنہ رونما ہوتا تھا۔کسی فتنے کا موجد کوئی مولوی ہے،کسی کا بانی کوئی پیرزادہ ہے،کسی کا مؤید کوئی سیاسی لیڈر رہے،کسی کا حامی کوئی اہل ثروت ہے،کسی کا ناصر کوئی حاکم ہے،کسی کا ناشر کوئی ادیب ہے،کسی کا معین کوئی صاحب اقتدار ہے،کسی کا مونس کوئی صوفی ہے،کسی کا مددگار کوئی سجادہ نشین ہے،کسی کا محرک کوئی سیاسی لیڈر ہے،کسی کا سرپرست کوئی مذہبی رہنما ہے،کسی کا قائد کوئی خادم قوم ہے،کسی کا والی کوئی نواب ہے،کسی کا مقوی کوئی ماہر فن ہے،کسی کا مخیل کوئی منطقی ہے، کسی کا مہدی کوئی فلسفی ہے،کسی کا کیمیا ساز کوئی سائنسداں ہے،الغرض سماج کے ہر طبقے سے کوئی نہ کوئی بانی فتنہ سامنے تھا،ان کے زیر اثر لوگ اپنی حسب استطاعت اس کی تشہیر کرتے

تھے۔عوام عجیب ذہنی الجھن میں مبتلا تھے۔ ہر طرف سے اپنے عقائد باطلہ ونظریات فاسدہ کی
صحت و صداقت ثابت کرنے کے لیے قرآن و حدیث سے غلط استدلال کیا جارہا تھا۔
سلف صالحین کی کتب معتمدہ ومعتبرہ کی عبارات کوتوڑ مروڑ کر اپنے مفاد کا مفہوم نکالنے کی کوشش
کی جارہی تھی۔حق اور باطل کا فرق کرنا دشوار ہوگیا تھا۔ ماحول اتنا پراگندہ ہوگیا تھا کہ اہل فہم
وبصیرت رو روکر بارگاہ خداوندی میں دست بدعا تھے۔گڑگڑا کر ملتجی تھے کہ کوئی مرد مجاہد اٹھ کھڑا
ہواوران فتنوں کا قلع قمع کرے۔

الحمدللہ! اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم واکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
امت مرحومہ کی رہنمائی کے لیے اپنا ایک بندۂ خاص منتخب فرمایا اوراسے علوم وفنون میں کمال
مہارت عطافرما کرمجدد کے اعلیٰ منصب پر فائز وسرفراز فرمایا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے دور میں مذکورہ بالا جو جو فتن
رائج تھےان کا تدارک وتعاقب آپ نے ایسے حسن اسلوبی سے فرمایا کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔
آپ نے اپنی معرکۃ الآراء تصانیف میں علوم وفنون کے جو دریا بہائے ہیں اس کی گہرائی ابھی
تک کوئی ناپ نہ سکا۔ یہاں تک کہ تمام فرقۂ باطلہ متحد ومجتمع ہوکر بھی امام احمد رضا کے سامنے علمی
جنگ میں ٹھہر نہ سکے انھیں مجبور ہوکر اپنے ہتھیار ڈال دینے پڑے۔میدان علم کی یلغار سے راہ
فرار اختیار کرنے والے ندامت وانتقام کی آگ میں جل رہے تھے اورتڑپ رہے تھے مگر کیا
کریں؟ اور کیا کرسکتے تھے؟ کیوں کہ ان کے دلائل ضعیفہ نرم لوہے کی تلوار کی مانند کند ہو چکے
تھے۔ براہین باطلہ کے نیزے ٹوٹ گئے تھے۔کلک رضا ''ذوالفقار حیدری'' کے جوہر دکھا رہا
تھا۔جو بھی اس کی زد میں آتا تھا وہ آناً فاناً گاجر، مولی کی طرح کٹ کرتڑپنے لگتا تھا۔جیش جبار
کے اس عظیم مجاہد کی تاب نہ لاسکنے والوں نے اب بزدلانہ ومنافقانہ راہ اختیار کی اورایک منظّم و
مستحکم سازش کے تحت بے بنیاد، غلط، جھوٹے، مصنوعی، اختراعی، قیاسی، خوابی، اتہامی، اور

الزامی بہتان کے تیروں سے آپ کے دامن کو چھلنی کرنا شروع کیا۔اپنی تمام جماعتی تنظیمی،
تصنیفی، اجتماعی، اشاعتی، صحافتی، تعلیمی، تدریسی، علمی، عملی، مالی، ملکی، ثروتی، سیاسی، سماجی، قولی،
قلمی، فعلی اور جانی توجہات کو اپنی تمام تر قوت، طاقت صلاحیت، وسائل اوراقتدار کے تعاون
کے ساتھ صرف امام احمد رضا کی جانب مرکوز کیا اورغایت درجہ کوشاں رہے کہ کسی نہ کسی طرح
امام احمد رضا کو غلط و بے بنیاد پروپیگنڈوں کا شکار بنا کر ان کی علمی اور بین الاقوامی شخصیت کو
مجروح کردیا جائے کیوں کہ اس کے علاوہ ان لوگوں کے پاس کوئی چارہ نہ تھا۔ کیوں کہ امام
احمد رضا کے علم کا لوہا مسلم تھا، عرب وعجم کے علماء کے مابین آپ کے علم کا چرچا تھا۔آپ آسمان
علم میں درخشاں آفتاب کی مانند چمک ودمک رہے تھے۔

اب یہاں پر ایک اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صرف امام احمد رضا محدث بریلوی کے
خلاف اتنے وسیع پیمانے پر مہم چلانے کی وجہ کیا ہے؟ حالاں کہ اگر تاریخی دستاویز کی روشنی میں
ہم اس کی تفتیش اور تحقیق کریں گے تو یہ حقیقت منکشف ہوگی کہ امام احمد رضا محدث بریلوی کی
پیدائش سے قبل بہت سے علمائے حق نے فرقۂ وہابیہ نجدیہ ضالہ کے رد وابطال میں نمایاں کردار
ادا کیا ہے۔لیکن ان تمام محترم ومعظم علمائے اسلام سے قطع نظر تمام فرقۂ باطلہ اور خصوصاً
فرقۂ نجدیہ وہابیہ دیوبندیہ کے مکتب فکر نے صرف امام احمد رضا کو ہی نشانہ کیوں بنایا ہے؟ اس
سوال کا صحیح حل حاصل کرنے کے لیے ہمیں تاریخ کے کچھ صفحات کو ٹٹولنا پڑے گا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے خلاف جو غلط الزامات عائد کئے گئے ہیں
ان میں سے جو سرفہرست الزامات ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

- مولانا احمد رضا خاں بریلوی ایک تنگ نظر، کم علم، جھگڑالو، اور بات بات میں کفر کا فتویٰ صادر کردینے کی عادت رکھنے والے شخص تھے۔
- مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے علمائے دیوبند کے ساتھ جو اختلافات کیے تھے وہ

تمام اختلافات میلاد، قیام، نذر و نیاز، عرس، فاتحہ اور خانقاہی اقتدار کی بنیاد پر مشتمل ہیں۔

حالاں کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی نے صرف تعظیم رسول اور توہین رسول کی بنیاد پر علمائے دیوبند سے اختلاف کیا تھا کیوں کہ اسی پر ایمان اور کفر کا دارومدار ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ان اصولی اختلافات کے علاوہ بہت سے فروعی اختلافات بھی ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تعظیم انبیاء و اولیاء کی بنیاد پر صدیوں سے اہل اسلام جو جائز اور مستحب کام کرتے چلے آئے ہیں ان تمام افعال پر وہابی دیوبندی مکتب فکر نے بدعت، ناجائز، حرام، کفر اور شرک کے فتوے دیئے، اس حقیقت کو ہم تفصیل کے ساتھ پیش کرتے ہیں تاکہ قارئین حضرات اسے بخوبی سمجھ لیں۔

بریلوی-دیوبندی اختلاف

بریلوی، دیوبندی مکتب فکر کے مابین اختلافات کی بنیاد کیا میلاد، قیام، نذر و نیاز، عرس، فاتحہ، تیجہ،، دسواں، چالیسواں، وغیرہ ہے؟ کیا انہیں وجوہات کی بنا پر امام احمد رضا محدث بریلوی نے علمائے دیوبند سے اختلاف کیا تھا؟ نہیں، بلکہ اس کی گواہی دیوبندی مکتب فکر کے ایک ذمہ دار مصنف اور مناظر مولوی منظور نعمانی کی زبانی سنیں۔ مولوی منظور نعمانی کی حیثیت علمائے دیوبند کے صف اول کی ہے اور ان کا شمار علمائے دیوبند کے اکابرین میں ہوتا ہے، ایک اہم حقیقت کا انکشاف کرتے ہوئے جناب نعمانی صاحب رقم طراز ہیں کہ:

”شاید بہت سے لوگ ناواقفی سے یہ سمجھتے ہیں کہ میلاد، قیام، عرس، قوالی، فاتحہ، تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں، برسی وغیرہ رسوم کے جائز و ناجائز اور بدعت و غیر بدعت ہونے کے بارے میں مسلمانوں کے مختلف طبقوں میں جو نظریاتی

اختلاف ہیں، یہی دراصل دیوبندی اور بریلوی اختلاف ہیں مگر یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے کیوں کہ مسلمانوں کے درمیان ان مسائل میں یہ اختلاف تو اس وقت سے ہے جب کہ دیوبند کا مدرسہ قائم نہ ہوا تھا۔ اور نہ مولوی احمد رضا خاں صاحب پیدا ہوئے تھے، اس لیے ان مسائل کو دیوبندی، بریلوی اختلاف نہیں کہا جاسکتا، علاوہ ازیں ان مسائل کی حیثیت کسی فریق کے نزدیک بھی ایسی نہیں کہ ان کے ماننے، نہ ماننے کی وجہ سے کسی کو کافر یا اہل سنت سے خارج کیا جاسکے“

حوالہ:

”فیصلہ کن مناظرہ“ مصنف: مولوی منظور نعمانی، ناشر: کتب خانہ الفرقان، کچہری روڈ لکھنؤ، صفحہ: ۵/۶

مذکورہ بالا عبارت سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ میلاد، فاتحہ، قیام، عرس وغیرہ کی بنیاد پر دیوبندی، بریلوی اختلافات کو قیاس نہیں کیا جاسکتا، تو اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ اختلافات کی بنیاد کیا ہے؟ اور ان بنیادی اختلافات کی ابتدا کب ہوئی؟ اور کس نے کی؟ آیئے تاریخ کے حقائق و شواہد کی روشنی سے اس سوال کا جواب ڈھونڈھیں لیکن اس میں ہم ایک پابندی یہ کریں گے کہ حوالہ صرف مکتبۂ دیوبند کی کتاب سے اخذ کریں گے تاکہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ ہمارے مخالفین نے ہمیں بدنام کرنے کے لیے لکھ مارا ہے۔

تاریخ کے صفحات الٹنے سے پتہ چلے گا کہ فرقۂ نجدیہ وہابیہ کی بنیاد محمد بن عبدالوہاب نجدی نے رکھی اور ایک کتاب عربی زبان میں بنام ”التوحید“ تصنیف کی، اس کتاب میں اس نے انبیائے کرام اور اولیائے عظام کی شان میں جی بھر کے گستاخیاں کیں، اس کتاب کا اردو ترجمہ ”تقویت الایمان“ کے نام سے مولوی اسماعیل دہلوی نے برطانوی حکومت کے ایما و اشارے و نیز مالی تعاون سے کیا، اس کتاب کو پورے ہندوستان میں پھیلایا گیا۔ اس کتاب میں جو مضامین تھے وہ اتنے گستاخانہ تھے کہ پورے ہندوستان میں اس کی وجہ سے اختلافات

شروع ہوگئے۔

ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

’’خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی اسماعیل صاحب نے تقویت الایمان اول عربی میں لکھی تھی چنانچہ اس کا ایک نسخہ مولوی نصراللہ خاں خورجوی کے کتب خانہ میں بھی تھا، اس کے بعد مولانا نے اسے اردو میں لکھا اور لکھنے کے بعد اپنے خاص خاص لوگوں کو جمع کیا جن میں سے سید صاحب، مولوی فرید الدین مرادآبادی، مؤمن خاں، عبداللہ خاں علوی بھی تھے اور ان کے سامنے تقویۃ الایمان پیش کی گئی اور فرمایا کہ میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہوگیا ہے، مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے شرک جلی لکھ دیا گیا ہے، ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی، اگر میں یہاں رہتا تو ان مضامین کو آٹھ دس برس میں بتدریج بیان کرتا لیکن اس وقت میرا ارادہ حج کا ہے اور وہاں سے واپسی کے بعد عزم جہاد ہے، اس لیے اس کام سے معذور ہوں اور میں دیکھتا ہوں کہ دوسرا اس بار کو اٹھائے گا نہیں اس لیے میں نے یہ کتاب لکھ دی ہے، گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کے خود ٹھیک ہوجائیں گے، یہ میرا خیال ہے اگر آپ حضرات کی رائے اشاعت کی ہو تو اشاعت کی جاوے، ورنہ اسے چاک کردیا جاوے۔

اس پر ایک شخص نے کہا کہ اشاعت تو ضرور ہونی چاہیئے مگر فلاں فلاں مقام پر ترمیم ہونی چاہیئے، اس پر مولوی عبدالحی صاحب، شاہ اسحاق صاحب اور عبداللہ خاں و مؤمن خاں نے مخالفت کی اور کہا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں، اس پر آپس

میں گفتگو ہوئی اور گفتگو کے بعد بالاتفاق یہ طے پایا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں ہے اور اسی طرح شائع ہونی چاہیئے چنانچہ اسی طرح اس کی اشاعت ہوگئی۔‘‘

حوالہ:

’’ارواح ثلٰثہ‘‘ مرتب: مولوی ظہور الحسن کسولوی، ناشر: کتب خانہ امداد الغرباء، سہارن پور (یوپی) باب ۶، حکایت ۵۹، صفحہ: ۸۰

’’ارواح ثلٰثہ‘‘ کی مندرجہ بالا عبارت کو ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ توجہ اور غور وفکر کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں، خصوصاً وہ جملہ کہ ’’ان امور کو جو شرک خفی تھے شرک جلی لکھ دیا گیا ہے‘‘ جس کا مطلب صاف ہے کہ اس کتاب میں حد سے زیادہ تشدد اور زیادتی کی گئی ہے کیوں کہ جو امور شرک خفی ہیں وہ یقیناً مذموم، مغضوب، معتوب اور ناپسندیدہ ضرور ہیں لیکن اس کے ارتکاب سے مرتکب دائرۂ اسلام سے خارج اور زمرۂ مشرکین میں شامل نہیں ہوجاتا، مثلاً حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ ’’اَلرِّیَـاءُ شِـرْکٌ خَفِیٌ ‘‘یعنی ریاکاری پوشیدہ شرک ہے، ’’ریاکاری‘‘ یعنی کہ دکھاوے کے لیے عبادت کرنی یا خود کا شمار متقی، پرہیزگار اور عبادت گذار میں ہو اس نیت سے دکھاوے کے لیے لوگوں کے سامنے عبادت کرنا، اعمال صالحہ کرنا یا اس کا ذکر کرنا، احادیث میں ریاکاری کی سخت مذمت کی گئی ہے، سخت سے سخت وعیدیں اس کے تعلق سے بیان کی گئی ہیں، یہاں تک بیان کیا گیا ہے کہ ریاکار شخص کی عبادت مقبول نہیں بلکہ مردود ہوتی ہے، ایسا شخص ثواب کی بجائے عذاب کا مستحق ہوتا ہے، نیکی کے بدلے گناہ پاتا ہے، لیکن ایسا شخص اسلام سے خارج نہیں ہوتا اور نہ ہی اس پر شرک کا اطلاق کیا جاسکتا ہے، البتہ وہ شخص اپنی ریاکاری کی وجہ سے گنہگار ضرور ہے، لیکن اس پر شرک کا فتویٰ صادر نہیں کیا جائے گا، افسوس کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے ایسے مرتکب کو شرک جلی کا مجرم قرار دے کر شرک کے فتوؤں کی ’’مشین گن‘‘ چلادی۔

ایک اور امر بھی غور طلب اور لائق توجہ ہے کہ کتاب کے مصنف کو بھی اس بات کا اعتراف ہے کہ میں نے اس کتاب میں تشدد برتا ہے اور اپنے اس تشدد کے نتائج کا اندیشہ و خطرہ بھی ظاہر کر دیا ہے کہ ’’اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی‘‘ صرف شورش ہوگی، نہیں کہا بلکہ ’’ضرور‘‘ لفظ کے اضافے سے یقین کے درجے میں بات کہی جارہی ہے کہ اس کتاب کی اشاعت مسلمانوں کے مابین شورش کا باعث بنے گی لیکن مصنف کی شقاوت قلبی کا کیا کہنا کہ اس شورش کو جو کہ مسلمانوں کے درمیان پھیلنے والی تھی اس کو کتنے ہلکے پھلکے انداز میں نظر انداز کرتے ہوئے کہا کہ ’’مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے‘‘ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بقول مصنف لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جانے والے لوگ کون تھے؟ کیا تقویۃ الایمان کتاب کی اشاعت سے ہندو، مسلم فسادات ہونے والے تھے؟ یا سکھ، مسلم یا سکھ ہندو کے درمیان قومی تناؤ اور جنگ ہونے والی تھی؟ نہیں، کیوں کہ اس کتاب کی اشاعت سے دیگر مذاہب کے لوگوں کو کوئی سروکار نہ تھا، ہاں! اگر نسبت تھی تو صرف مسلم قوم کو تھی، کیوں کہ یہ کتاب قرآن اور حدیث کے حوالوں سے لکھی گئی تھی، قرآن و حدیث سے غلط استدلال کر کے ان امور پہ کاری ضرب لگائی گئی تھی جو صدیوں سے ملت اسلامیہ میں ایمانی اور اسلامی افعال کی حیثیت سے رائج تھے، اس کتاب میں انبیاے کرام اور اولیاے عظام کی شان میں جو گستاخانہ جملے لکھے گئے تھے وہ نہ صرف کسی بھی مومن کے لیے ناقابل برداشت تھے، بلکہ انبیاء و اولیاء سے محبت کا اظہار کرنے والے جائز اور مستحب کاموں کے کرنے والے لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں اہل ایمان کو یک لخت مشرک قرار دے کر ایک عظیم فتنہ برپا کیا گیا تھا لہٰذا قوم مسلم کی اکثریت نے اس کتاب کی مخالفت کی اور ہر جگہ اس کتاب کی وجہ سے فتنہ و فساد شروع ہو گئے، گھر گھر میں خانہ جنگی، محلوں میں تناؤ، مسجدوں میں مار پیٹ، مدرسوں میں لڑائی، برادری میں تنازعہ، دوستوں میں تضاد رائے، بھائی بھائی میں نظریاتی اختلافات، باپ بیٹے میں عقائدی تصادم

وغیرہ یہ سب کچھ صرف مولوی اسماعیل دہلوی کی رسوائے زمانہ کتاب ’’تقویۃ الایمان‘‘ کی بدولت ہوا، اس وقت سے لے کر آج تک قوم مسلم، مذہب کے نام پر آپسی جنگ میں ایسی منہمک ہے کہ وہ اپنی ترقی کی جانب نظر التفات کرنا بھی بھول گئی اور ایک عظیم فتنہ جو قیامت تک کے لئے ملت اسلامیہ کے اتحاد کو ناسور کی حیثیت سے ملیامیٹ کر رہا ہے وہ صرف اس کتاب کی وجہ سے ہوا، لیکن وائے حسرتاہ! کتاب کا سنگدل مصنف کتنی بے غیرتی سے کہہ رہا ہے کہ ’’لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے‘‘ ٹھیک کیا ہوں گے! بلکہ ملت کا اتحاد ٹھکانے لگا دیں گے، بے غیرت مصنف کی بے جا توقع ناتمام رہی۔

خیر! جو ہونا تھا وہ ہوا، کتاب کی اشاعت کے مضر اثرات ہمارے سامنے ہیں، اس وقت کے جو حالات تھے اس کا جائزہ لینے کے لیے ایک عبارت ملاحظہ فرمائیں:

(خود مولوی ابوالکلام آزاد نے اعتراف کیا ہے کہ)

’’مولانا اسماعیل شہید، مولانا منور الدین کے ہم درس تھے، شاہ عبدالعزیز کے انتقال کے بعد جب انہوں نے ’’تقویۃ الایمان‘‘ اور ’’جلاء العینین‘‘، لکھیں اور ان کے مسلک کا ملک بھر میں چرچا ہوا، تو تمام علماء میں ہلچل پڑ گئی‘‘

حوالہ:

’’آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی‘‘، مؤلف: مولوی عبدالرزاق ملیح آبادی، ناشر: مکتبہ خلیل، اردو بازار، لاہور (پاکستان) صفحہ: ۴۸

پورے ملک میں آگ لگ گئی، عوام کے ساتھ ساتھ علماء میں بھی کہرام مچ گیا، ’’تقویۃ الایمان‘‘ کی اشاعت میں انگریزوں نے بھرپور مالی تعاون کیا تھا۔ یہ کتاب بڑی بھاری تعداد میں چھپ کر ملک کے گوشے گوشے اور کونے کونے تک پہنچائی گئی۔ اس کتاب نے ملت اسلامیہ کے لوگوں کے دن کا چین اور رات کی نیند تک چھین لی، قوم مسلم کا اتحاد و

اتفاق چکنا چور ہوگیا، لوگ ایک عجیب ذہنی الجھن کا شکار تھے کیوں کہ تقویۃ الایمان میں آیات قرآنی اور احادیث نبوی کے تراجم و مفہوم کو توڑ مروڑ کر غلط اور اپنی حسب منشاء تاویلات کی گئی تھیں، سادہ لوح مسلم قرآن وحدیث کے نام سے متاثر ومرعوب ہوکر بہکاوے میں آ گئے اور گمراہیت کے سیلاب میں بہہ گئے، نتیجتاً لاکھوں کی تعداد میں لوگ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور ایک نیا فرقہ بنام ''نجدی وہابی فرقہ'' سرزمین ہندوستان میں نمودار ہوا۔ ملک کا ماحول نئے مذہب کی گندگی سے آلودہ ہوگیا تھا۔ لوگ بے چین تھے، پریشان تھے، مضطرب تھے، مغموم تھے، کشش وپنج میں تھے، تذبذب میں تھے، ایسے پراگندہ ماحول میں علمائے حق کی ایک جماعت اٹھ کھڑی ہوئی اور اس جماعت کے علماء اعلاء کلمۃ الحق کا فریضہ انجام دیتے ہوئے وہابی نجدی فتنے کا سد باب کرنے کے لیے گرم جوشی سے میدان عمل میں آئے اور اپنی حسب استطاعت خدمات انجام دیں۔ جس کی تفصیل اختصار کے ساتھ پیش خدمت ہے۔

مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب ''تقویۃ الایمان'' کے رد میں اس وقت تقریباً تیس (۳۰) سے زائد کتابیں تصنیف کی گئیں اور متعدد علمائے کرام نے تردیدی کارنامے انجام دیئے، ان علمائے کرام میں سے چند مشہور ومعروف علمائے حق کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) امام منطق وفلسفہ حضرت علامہ مفتی فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جنھوں نے اسماعیل دہلوی سے ۱۲۴۰ھ میں دہلی کی جامع مسجد میں مناظرہ کیا اور مولوی اسماعیل دہلوی کو شکست فاش دی، علاوہ ازیں آپ نے اسماعیل دہلوی کے رد میں ''امتناع النظیر'' اور ''تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ'' کتابیں لکھیں۔

(۲) مولوی ابوالکلام آزاد کے والد حضرت مولانا خیرالدین علیہ الرحمہ نے دس (۱۰) مبسوط جلدوں میں ''رجم الشیاطین'' کے نام سے ''تقویۃ الایمان'' کا رد لکھا۔

(۳) حضرت مولانا فضل الرسول بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تقویۃ الایمان کے رد میں

''سوط الرحمٰن'' اور ''سیف الجبار'' کتابیں لکھیں۔

(۴) حضرت مولانا مفتی صدرالدین آزردہ۔

(۵) حضرت مولانا منورالدین دہلوی جنھوں نے اسماعیل دہلوی سے مناظرہ کیا، متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں اور حرمین شریفین سے فتویٰ منگوایا۔

(۶) حضرت مولانا رشیدالدین دہلوی۔ (۷) حضرت مولانا مخصوص اللہ دہلوی۔

(۸) حضرت علامہ رحمت اللہ کیرانوی۔ (۹) حضرت مولانا شجاع الدین خاں۔

(۱۰) حضرت مولانا شاہ محمد موسیٰ۔ (۱۱) حضرت مولانا عبدالغفور اخوند پیر طریقت۔

(۱۲) حضرت مولانا میاں نصیر احمد سواتی۔ (۱۳) حضرت مولانا حافظ دراز پیشاوری شارح بخاری شریف۔ (۱۴) حضرت مولانا محمد عظیم اخوند سواتی۔

(۱۵) حضرت مولانا شاہ احمد سعید مجددی۔ (۱۶) حضرت مولانا شاہ عبدالمجید بدایونی۔

(۱۷) حضرت مولانا کفایت اللہ کافی مرادآبادی۔

علاوہ ازیں ملک کے طول وعرض سے متعدد علمائے کرام نے وہابی نجدی فرقہ کے رد میں اپنی ناقابل فراموش خدمات پیش کیں۔

مولوی اسماعیل دہلوی اور اس کے ہم عقیدہ عناصر پر کفر کے فتوے صادر فرمائے۔ ایک اقتباس ہدیۂ ناظرین ہے:

> ''ان کے رد میں سب سے زیادہ سرگرمی بلکہ سربراہی مولانا منورالدین نے دکھائی۔ متعدد کتابیں لکھیں اور ۱۲۴۰ھ والا مشہور مباحثہ جامع مسجد دہلی میں کیا۔ تمام علمائے ہند سے فتویٰ مرتب کرایا، پھر حرمین سے فتویٰ منگایا۔''

حوالہ:

''آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی''، مؤلف: مولوی عبدالرزاق ملیح آبادی،

ناشر: مکتبہ خلیل، لاہور (پاکستان) صفحہ: ۴۸

ہندوستان اور حرمین شریفین کے علمائے کرام نے عقائد وہابیہ نجدیہ کے خلاف فتاویٰ صادر فرما کر ملت اسلامیہ کی عظیم خدمت انجام دی اور سادہ لوح مسلمانان ہند کو ان کے دام فریب سے بچایا۔ حضرت مولانا منورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر خدا کی رحمت کے کروڑوں پھول قیامت تک نازل ہوں کہ انھوں نے ملت اسلامیہ کی خدمت کے لیے تمام علمائے حق کو متحد کیا، ان علماء سے عقائد باطلہ ضالہ نجدیہ کے خلاف فتویٰ مرتب کرایا، یہاں تک کہ حرمین شریفین سے فتویٰ منگایا۔ ان کا یہ احسان مسلمانان اہل سنت قیامت تک یاد رکھیں گے۔

علمائے ہند اور علمائے حرمین شریفین کے فتاویٰ نے فرقہ نجدیہ وہابیہ کے عقائد باطلہ ضالہ سے عوام کو متنبہ اور متنفر کر دیا۔ ان کی بے دینی ظاہر ہوگئی۔ عوام اب ان کے کفریات سے مطلع ہو کر ان کو ذلت وحقارت کی نظر سے دیکھ رہے تھے۔ وہابی اب قوم مسلم سے کٹ کر الگ ہوگئے تھے۔ کیوں کہ اب علماء وعوام وہابیوں کے حق میں اتنے سخت تھے کہ ان کی سختی کا اندازہ مولوی ابوالکلام آزاد کے والد مرحوم حضرت مولانا خیرالدین رحمۃ اللہ علیہ کے نظریات سے ہو جائے گا۔ خود مولوی ابوالکلام آزاد نے اپنے والد کے نظریات کا تذکرہ اس طرح کیا ہے کہ:

''وہ وہابیوں کے کفر پر وثوق کے ساتھ یقین رکھتے تھے، انہوں نے بارہا فتویٰ دیا کہ وہابیہ یا وہابی کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔

حوالہ:

''آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی''، مؤلف: مولوی عبدالرزاق ملیح آبادی، ناشر: مکتبہ خلیل، لاہور (پاکستان) صفحہ: ۱۳۵

اب ہم پھر ایک مرتبہ تاریخ کو ٹٹولیں مذکورہ بالا حالات اور ماحول ۱۲۴۰ھ اور ۱۲۴۶ھ کے درمیان کا ہے کیوں کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان ۱۲۴۰ھ میں

تصنیف کی تھی اور مولوی اسماعیل کو صوبہ پنجاب اور سرحد کے سنی مسلمانوں نے بمقام بالاکوٹ ۱۲۴۶ھ میں قتل کر دیا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنے عقائد وہابیہ کی سرحد میں تشہیر کی تو سرحد کے سنی مسلمانوں نے اس کا انکار کیا اور مخالفت کی تو مولوی اسماعیل دہلوی نے کفر کا فتویٰ دے کر ان پر جنگ مسلط کر دی، اسی جنگ میں وہ مارا گیا۔

اب ہم تاریخی شواہد کی روشنی میں ایک اہم مرحلہ پر آ پہنچے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ:

☆ مولوی اسماعیل دہلوی کی پیدائش : ۱۲؍ربیع الثانی ۱۱۹۳ھ

☆ مولوی اسماعیل دہلوی کی موت : ۲۴؍ذی الحجہ ۱۲۴۶ھ

☆ امام احمد رضا محدث بریلوی کی پیدائش : ۱۰؍شوال ۱۲۷۲ھ

☆ امام احمد رضا محدث بریلوی کا وصال : ۲۵؍صفر ۱۳۴۰ھ

مذکورہ حقیقت کی بناء پر مولوی اسماعیل دہلوی کی موت اور امام احمد رضا محدث بریلوی کی پیدائش کے درمیان ۲۶؍سال کا فاصلہ ہے اور ۱۲۴۰ھ میں جب تقویۃ الایمان شائع ہوئی اور علمائے حق نے فرقہ وہابیہ نجدیہ کے عقائد باطلہ پر کفر کا فتویٰ صادر فرمایا وہ وقت امام احمد رضا محدث بریلوی کی پیدائش سے تقریباً ۳۲؍سال قبل کا تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ۱۲۴۰ھ میں سب سے پہلے وہابیوں پر کفر کا فتویٰ دینے والے اس وقت کے علمائے حق کیا ''بریلوی'' تھے؟ کیا انھوں نے امام احمد رضا محدث بریلوی کے کہنے، اکسانے، مشتعل کرنے اور بہکانے کی وجہ سے کفر کا فتویٰ دیا تھا؟ نہیں، ہرگز نہیں، کیوں کہ جب یہ فتویٰ دیا گیا تھا اس وقت تک امام احمد رضا اس دنیا میں تشریف بھی نہیں لائے تھے بلکہ اس فتویٰ کے تقریباً ۳۲؍سال کے بعد آپ کی ولادت ہوئی ہے۔

ایک اہم بات کی وضاحت یہاں پر کر دینا اشد ضروری ہے کہ ۱۲۴۰ھ میں علمائے اسلام نے فرقہ وہابیہ نجدیہ پر کفر کا جو فتویٰ دیا تھا، وہ فتویٰ دینا ایسا ضروری تھا کہ اس

کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہ تھا۔ ملت اسلامیہ پر امنڈ کر آنے والے والے نجدی فتنہ کے سیلاب کے سامنے وہ فتویٰ آہنی دیوار کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس وقت ماحول یہ تھا کہ مولوی اسماعیل دہلوی اور اس کے ہمنواؤں کی بے اعتدالیاں حد سے تجاوز کر گئی تھیں۔ لاکھوں کی تعداد میں مسلمانان اہل سنت کو کافر اور مشرک قرار دے کر ان کے اموال کو لوٹنا اور ان کو بے دردی اور بے رحمی سے موت کے گھاٹ اتارنا ایک معمولی بات تھی۔ بے قصور مسلمانوں پر یہ ظلم و ستم اس لیے روا رکھے گئے تھے کہ انہوں نے وہابی نجدی عقائد تسلیم کرنے سے انکار کیا تھا۔ ایک تاریخی دستاویز پیش خدمت ہے:

''۱۸۳۰ء میں سید احمد بریلوی اور محمد اسماعیل دہلوی نے پیشاور، مردان اور سوات کی مسلم آبادی کو بزور شمشیر محکوم بنا کر سردار پائندہ خان کو پیغام بھجوائے اور خود مل کر بیعت کی دعوت دی، جب وہ بیعت پر تیار نہ ہوا تو سید صاحب نے اس پر کفر کا فتویٰ لگا کر چڑھائی کر دی۔''

حوالہ:

''تاریخ تناولیاں''، مصنف: سید مراد علی گڑھی، ناشر: مکتبہ قادریہ، لاہور (پاکستان) کا تعارف، صفحہ نمبر: ۲، از: محمد عبدالقیوم جلوال۔

صرف بیعت نہ کرنے کے جرم میں کتنی بڑی سزا دی جا رہی ہے، سردار پائندہ خان کا جرم کیا تھا؟ صرف یہی کہ اس نے وہابی نجدی عقائد قبول کرنے اور وہابیوں کے پیشوا کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انکار کیا گویا کفر کا فتویٰ لگانا ایک معمولی بات تھی کہ دھڑاک سے لگا دیا؟ کیا اپنی ٹولی اور گروہ میں شمولیت سے انکار کرنے والے کو اس طرح کفر کے فتوے سے نوازنا مناسب ہے؟ صرف سردار پائندہ خان ہی نہیں بلکہ سرحدی علاقے میں بسنے والے بے شمار مسلمان عوام اور ان قبائل کے سردار بھی اسی طرح وہابی نجدی لشکر کے ظلم و تشدد کا نشانہ بنے

تھے۔ بے گناہ اور بے قصور مسلمانوں کو اپنا شکار بنانے کے لیے وہابیوں کے مقتدا کیسی کیسی ترکیبیں اور حیلے بہانے ایجاد کرتے تھے۔ ملاحظہ فرمائیں:

''یہاں پر دو معاملے درپیش ہیں، ایک تو مفسدوں اور مخالفوں کا ارتداد ثابت کرنا اور قتل وخون کے جواز کی صورت نکالنا اور ان کے اموال کو جائز قرار دینا۔''

حوالہ:

''مکتوبات سید احمد شہید'' (اردو ترجمہ) مترجم: سخاوت مرزا، ناشر: نفیس اکیڈمی کراچی (پاکستان) صفحہ: ۲۴۱۔

ایک اور تاریخی شہادت پیش خدمت ہے:

''آپ کی اطاعت تمام مسلمانوں پر واجب ہوئی، جب آپ کی امامت سرے سے تسلیم نہ کرے یا تسلیم کرنے سے انکار کر دے، وہ باغی مستحل الدم ہے اور اس کا قتل کفار کے قتل کی طرح خدا کی عین مرضی ہے معترضین کے اعتراضات کا جواب تلوار ہے، نہ کہ تحریر و تقریر۔''

حوالہ:

''سیرت سید احمد شہید''، مصنف: سید ابوالحسن علی ندوی، ناشر: ایم، ایچ سعید اینڈ کمپنی، کراچی (پاکستان) صفحہ ۴۸۵۔

مذکورہ دونوں اقتباسات کا گہری نظروں سے مطالعہ فرمائیں اور غور و فکر کریں کہ وہابی نجدی گروہ کے مقتدا کیسے کیسے ہتھکنڈے ایجاد کرتے تھے۔ تلوار کی طاقت کے بل بوتے پر وہابیت پھیلانے میں ایسے جری تھے کہ عقائد باطلہ کو تسلیم نہ کرنے والے سادہ لوح مسلمانوں پر عناداً کفر کے فتوے تھوپے اور ان فتوؤں کی آڑ میں مسلمانوں کا مال لوٹنا اور انہیں قتل تک کرنا جائز قرار دیا، صرف جائز ہی نہیں قرار دیا بلکہ خدا کی عین مرضی قرار دے کر اپنی شقاوت قلبی کا

ثبوت دیا۔

اسلامی تاریخ کے سیاہ اوراق کی حیثیت سے وہابی نجدی تحریک ہمیشہ بدنام رہے گی کیوں کہ اس تحریک کو نام نہاد ''جہاد'' کہہ کر اس کے ضمن میں بے گناہ و بے قصور مسلمانوں پر ظلم وستم، تعصب وتشدد اور جبری تسلط کے وقت صرف اسلامی اخلاق وروایات اور جذبۂ اخوت ہی نہیں بلکہ انسانیت کا بھی سر عام خون کیا گیا۔ تفریق بین المسلمین، تذلیل مسلمین، تکفیر مسلمین اور قتال مسلمین کا بازار اتنا گرم تھا کہ وہابی نجدی لشکر کے نام نہاد مجاہدین کے نزدیک ایک کلمہ گو مسلمان کو مار ڈالنا اور ایک چیونٹی کو مسل دینا دونوں برابر تھا۔ لوگوں کی جان، مال حتیٰ کہ ان کے ایمان کا فیصلہ بھی وہابیوں کے ہاتھوں میں تھا۔ کون مؤمن؟ کون کافر؟ کون مرتد؟ کون مشرک؟ کون زندہ رہنے کا حقدار؟ کس کو مرنا چاہیئے؟ ان تمام امور کے فیصلے وہابی نجدی فرقے کے امام اول کے اشارے پر ہوتے تھے، اگر وہابیوں کے مقتدا کو امیر المؤمنین تسلیم کر کے اس کے ہاتھ پر بیعت ہوگئے اور ان کے عقائد باطلہ ضالہ سے اتفاق کر لیا تو اب مومن ومتقی وپرہیز گار، مجاہد وغازی کے القابات سے نوازش ہو رہی ہے اور ہمیشہ سلامت وعیش میں رہو، کے نعرے بلند ہوں اور اگر کوئی عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی فراست ایمانی سے ان وہابیوں کی حقیقت سے واقف ہو کر ان کے عقائد فاسدہ سے اختلاف کر کے بیعت ہونے سے انکار کرے تو وہ بیچارہ ان ظالموں کے غضب وتشدد کا شکار بنا ہی سمجھو کافر، مشرک، مرتد، بدعتی، کے الزامات، کے نوکیلے کانٹے اس کے قلب کو چھلنی کرنے کے لیے تیار ہی تھے اور ساتھ میں اس پر کافر ومشرک کے فتاویٰ صادر کر کے، خود ساختہ وہابیوں کے امیر المؤمنین کے ایماء و اشارے پر اس کے ساتھ ہر طرح کا ظلم وستم جائز سمجھا جاتا تھا۔ اس پر طرہ یہ کہ مقتولین کی بیواؤں کو ایام عدت میں بھی ان کے ساتھ جبراً ومجبوراً نکاح کا ناٹک کھیل کر اپنی ہوس پورا کرنے کے لیے گھروں سے گھسیٹ گھسیٹ کر اٹھا لے جاتے تھے۔

یہاں اتنی گنجائش نہیں کہ ان تمام واقعات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے، اگر ان تمام واقعات ظلم وستم کی بالاستیعاب تفصیلی معلومات حاصل کرنی ہو تو فقیر کی تصنیف کردہ کتاب ''بھارت کے دوست اور دشمن'' ونیز ''اسلام اور بھارت کے غدار کون؟'' کا مطالعہ کریں۔

المختصر! کفر اور شرک کے فتوے اتنے عام کر دیئے گئے تھے کہ اس دور میں ایک مسلمان کو کافر قرار دینا ہر کام سے زیادہ آسان تھا، حالاں کہ کسی مسلمان پر کفر کا فتویٰ دینا مشکل سے مشکل کام ہے۔ متکلم، کلام، تکلم، الزام، لزوم، تاویل، صراحت، احتمال، ایہام، ظاہر معنی کلام، لغوی پہلو، محاورات، اصطلاح، الفاظ ظن خیر، وصول نیت، وغیرہ اہم اہم اور ضروری امور کو ملحوظ رکھتے ہوئے جب وجۂ کفر ''اظہر من الشمش'' کی طرح ثابت ہو، تب کہیں کفر کا فتویٰ صادر کیا جاتا ہے۔ بلکہ حتی الامکان یہ کوشش کی جاتی ہے کہ اس کے قول کی کوئی مناسب تاویل کر کے بھی اس کو کفر سے بچایا جائے۔ لیکن یہاں تو اندھا دھند بات بات میں کفر اور شرک کے فتوے کی مشین گن ہی چلائی جا رہی تھی۔

علمائے اہل سنت نے فرقۂ وہابیہ نجدیہ پر کفر کے فتاوے صادر فرمائے اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ تقویۃ الایمان میں انبیائے کرام اور بزرگان دین کی مقدس بارگاہوں میں ایسے ایسے ناپاک اور گستاخانہ جملے لکھے گئے تھے جو اصول عقائد اور شروط ایمان کی رو سے یقیناً کفر پر مشتمل تھے۔ جن کا لکھنا، سننا، روا رکھنا خلاف ایمان تھا لیکن پھر بھی علمائے اہل سنت نے ضبط اور تحمل کا دامن نہ چھوڑا، اتمام حجت کے تمام شرائط پورے کرنے کے بعد ان عبارات پر غور وفکر کیا، قرآن اور حدیث کی روشنی میں ان کو پرکھا، ضروریات دین کے اصول وقوانین کے ترازو میں تولا، علمائے متقدمین کی معتبر ومستند کتب سے ٹٹولا، تاویلات کے امکانات بھی جانچے، لیکن ہر طرف سے جب وہ ناکام و مایوس ہوگئے تب انھوں نے مفاد دین اور دینی بھائیوں کے ایمان کے تحفظ کی نیت خیر کو ملحوظ رکھ کر تکفیر فرمائی۔ ایک حوالہ:

''ان کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ابتداء میں مولانا اسماعیل اور ان کے رفیق اور شاہ صاحب کے داماد مولانا عبدالحي کو بہت کچھ فہمائش کی اور ہر طرح سے سمجھایا، لیکن جب ناکامی ہوئی تو بحث ورد میں سرگرم ہوئے۔''

حوالہ:

''آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی''، مؤلف: مولوی عبدالرزاق ملیح آبادی، ناشر: مکتبہ خلیل لاہور (پاکستان) صفحہ: ۴۸

مندرجہ بالا عبارت میں خود مولوی ابوالکلام آزاد اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ حضرت مولانا منورالدین رحمۃ اللہ علیہ نے اتمام حجت کا فریضہ انجام دینے میں کوتاہی نہیں کی، روبرو جا کر افہام وتفہیم کے ذریعہ بھی کوشش فرمائی لیکن جب سنگ دل پگھلا ہی نہیں، تب اس پر حکم شرعی نافذ کر کے اپنی شرعی ذمہ داری کو پورا کیا۔

توجہ طلب

قارئین کی خدمت میں مؤدبانہ التماس ہے کہ آپ اپنی توجہات عمیقہ سے اس دور کے حالات کا جائزہ لیں اور تجزیہ فرمائیں کہ کفر کے فتوے کی ابتداء کہاں سے ہوئی ہے؟ کس نے لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں کی تعداد میں مسلمانوں کو کافر اور مشرک کہا؟ اور ملت اسلامیہ کے ساتھ ظلم وستم کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی، غالباً نہیں بلکہ یقیناً آپ کا نتیجہ فکر یہی ہوگا کہ فرقہ وہابیہ نجدیہ کے اکابرین ومتوسلین نے، دوسری جانب یہ بھی ملاحظہ فرمائیے کہ ان ظالم وہابیوں کے خلاف حکم شرعی نافذ کرنے والے علمائے حق نے کتنی احتیاطوں کو ملحوظ رکھ کر تکفیر فرمائی ہے۔

مزید ایک بات بھی آپ مستقلاً ذہن نشین رکھیں کہ ان تمام حوادثات میں امام احمد رضا

محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کا کہیں بھی ذکر نہیں آیا اور یقینی بات ہے کہ ان کا ذکر آ بھی نہیں سکتا کیوں کہ ابھی آپ اس دنیا میں تشریف بھی نہیں لائے تھے۔ یہ سارا ماحول آپ کی ولادت سے ربع صدی قبل کا ہے، جس سے ہم ایک نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ کفر کا فتویٰ دینے کی ابتداء کرنے کا امام احمد رضا پر جو الزام عائد کیا جا رہا ہے وہ سراسر غلط اور بے بنیاد ہے بلکہ آپ یہ حقیقت جان کر حیرت زدہ ہوں گے کہ جس کو بات بات میں کفر کا فتویٰ دینے والا کہہ کر بدنام کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی اس امام احمد رضا محدث بریلوی نے امام الطائفہ مولوی اسماعیل دہلوی پر کفر کا فتویٰ دینے سے احتیاط کرتے ہوئے ''کف لسان'' فرمایا۔ جس کی تفصیل آپ اگلے صفحات میں ملاحظہ کریں گے۔

دور حاضر میں مسئلہ تکفیر کے تعلق سے امام احمد رضا محدث بریلوی کے خلاف جو تحریک چلائی جا رہی ہے وہ اتنے وسیع پیمانے پر ہے کہ حقیقت سے نا آشنا بہت سے حضرات اس کے دام فریب میں آ گئے ہیں اور ناواقفیت کی وجہ سے امام احمد رضا کی مخالفت وتذلیل میں نہ جانے کیا کیا کہتے اور کرتے رہتے ہیں۔ کفر کے فتوے کی تمام ذمہ داری صرف اکیلے امام احمد رضا کے سر تھوپی جا رہی ہے، بلکہ اس میں حد درجہ غلو بھی کیا جا رہا ہے۔ اس سازش میں مکتبہ دیوبند اکیلا نہیں بلکہ تمام فرقۂ باطلہ اس میں شامل ہیں، حیرت تو اس بات پر ہوتی ہے کہ جب کہ ان میں آپس میں اصولی اور فروعی اختلاف وسیع پیمانے پر ہیں لیکن ''دشمن کا دشمن اپنا دوست'' اس نظریہ کے تحت انہوں نے صرف امام احمد رضا محدث بریلوی کی دشمنی میں باہم اتحاد کیا ہے، لیکن اس اتحاد کی وجہ کیا ہے؟ صرف یہی کہ تمام کے سینے کلک رضا کے نیزے کی مار سے چھلنی ہیں۔ امام احمد رضا نے تمام فرقہ باطلہ کی تردید میں نمایاں کردار ادا فرمایا ہے اور وہ کردار صرف اصولی مسائل تک ہی محدود نہیں بلکہ فروعی مسائل میں بھی جہاں جہاں باطل پرستوں نے رخنہ اندازی کی وہاں وہاں امام احمد رضا نے ان کا تعاقب کیا اور اپنی نادر روزگار تصانیف سے ان کو

قیامت تک کے لیے ساکت اور مبہوت کر دیا۔ جہاں تک فرقہ وہابیہ نجدیہ کا معاملہ ہے وہاں یہ حقیقت بھی پوشیدہ نہیں کہ ہندوستان میں جب اس فرقۂ باطلہ کا وجود نمودار ہوا تو اس وقت کے بہت سے علمائے اہل سنت نے اس کا سد باب فرمایا یہاں تک کہ کفر کے فتوے بھی صادر فرمائے لیکن اس وقت کے ان تمام علمائے اہل سنت سے اعراض کر کے صرف امام احمد رضا محدث بریلوی ہی کو کیوں نشانہ بنایا گیا ہے؟ اور اپنی تمام تر طاقت وقوت صرف امام احمد رضا کی شخصیت کو مجروح کرنے کے لیے کیوں استعمال کی جارہی ہے؟

بلا شک وشبہ! ۱۲۴۰ھ کے پرفتن دور کے علمائے حق نے فرقۂ وہابیہ کی تردید اور بیخ کنی میں اہم اور نمایاں کردار ادا کیا اور فرقۂ وہابیہ کی بنیادیں ہلا دیں لیکن ان حضرات کی یہ خدمات اصولی مسائل تک محدود تھیں۔ علاوہ ازیں وہ وہابیت کا ابتدائی دور تھا اور اس وقت عقائد کے تعلق سے چند ہی گمراہ کن کتابیں رائج تھیں لیکن امام احمد رضا کے دور میں سینکڑوں اصولی مسائل میں فساد، بے شمار فروعی مسائل میں تنازعہ، بے شمار وہابی مولوی، کثرت سے ان کے مدارس، وسیع پیمانے پر تنظیمیں، اشاعتی وسائل وغیرہ ایک مسلح فوج کی حیثیت سے فرقۂ وہابیہ اپنے شباب پر تھا اس پر طرہ یہ کہ اس فرقے کو حکومت برطانیہ کی پشت پناہی حاصل تھی ایسے نازک حالات میں امام احمد رضا نے تن تنہا ہر محاذ پر ان کا ایسا مقابلہ فرمایا کہ ان کی بنیادیں اکھیڑ دیں۔ ماضی کے تمام علمائے اہل سنت نے مجموعی طور پر فرقہ وہابیہ کی تردید میں جو خدمات انجام دی تھیں اس سے کئی گنا زیادہ تردیدی خدمات امام احمد رضا نے تن تنہا انجام دیں۔ مکتب فکر وہابیہ دیوبندیہ سے جب بھی کوئی گمراہی اٹھی، چاہے اس کا تعلق اصول دین سے ہو یا پھر فروع دین سے ہو، بریلوی سے اس کا دندان شکن جواب دیا گیا اور حالت یہ ہوگئی تھی کہ امام احمد رضا محدث بریلوی کے قلم کی جلالت علمی سے پوری دنیائے وہابیت تھر تھر کانپتی تھی۔ امام احمد رضا کے پیش کردہ دلائل و براہین کا جواب دینے سے دنیائے وہابیت کے تمام کے تمام

مصنفین عاجز وقاصر تھے۔

فرقۂ وہابیہ کے علاوہ اور بھی بہت سارے فرقے سر اٹھائے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے دانشور، ماہر فن، علماء، فضلاء، ادباء، محدث، مفکر، مفسر، مؤرخ، سائنسداں وغیرہ اس کے حامی، ناشر اور بانی تھے لیکن وہ جب امام احمد رضا کی قلم کی زد میں آئے تو میدان علم کے جنگ میں گاجر اور مولی کی طرح کٹ گئے۔ بڑے بڑے ماہرین فن اور دنیوی علوم جدیدہ کے اعلیٰ عہدوں پر فائز نامور لوگ امام احمد رضا کی آہنی دلیلوں کی ضربیں کھا کر چکنا چور ہوگئے۔ امام احمد رضا کی تصانیف کا جواب لکھنے کی ہمت کرنے کا تصور کرنے والے بڑے بڑے قلم کاروں کے ہاتھ کانپ رہے تھے، ان کے قلم کی نوکیں کند ہوچکی تھیں۔

لہٰذا! انہوں نے مکر وفریب کی راہ اختیار کی۔ علمی دلائل سے صرف نظر کر کے انہوں نے جھوٹ کا دامن تھاما، الزامات افتراء، بہتان اور جھوٹی تہمتیں گھڑنی شروع کیں اور اس میں اتنے منہمک ہوئے کہ دیگر فرقۂ باطلہ کے افراد سے اتحاد کر کے امام احمد رضا کے خلاف مستقل طور پر ایک منظّم سازش کی مہم چلائی اور دن بہ دن اسے فروغ دیا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی شان حق گوئی بے مثال تھی۔ حق گوئی کا فریضہ انجام دینے میں آپ نے کسی کی بھی کوئی رعایت نہیں کی۔ کبھی بھی نہ دیکھا کہ یہ اپنا ہے یا پرایا؟ بلکہ شریعت مصطفیٰ کے خلاف جس نے بھی سر اٹھایا صدائے بے دینی بلند کی تو آپ نے اس کا ایسا تعاقب فرمایا کہ وہ بے صدا ہوگیا۔ کچھ اپنے کہلانے والوں نے فروعی مسائل میں غیر اسلامی نظریات اختیار کیئے۔ کسی نے بدعات مروجہ کو فروغ دینے کی کوشش کی، کسی نے عقیدت کے معاملے میں غلو کر کے حدود شرعیہ سے تجاوز کرنے کی راہ اختیار کی، ایسے وقت میں آپ نے یہ نہ دیکھا کہ یہ سنی ہیں، اپنے ہیں، ان کے ارتکاب کو روا رکھا جائے بلکہ آپ نے صرف اور صرف احکام شریعت کا لحاظ کیا اور ان کی غیر مشروع ارتکاب کے خلاف بھی

صدائے حق بلند فرمائی۔ نتیجتاً ایک بڑا گروہ بھی دانستہ یا نا دانستہ صرف انا نیت، ذاتی مفاد، بغض، عناد اور اپنے ارتکاب جرم پر کی گئی شرعی گرفت کا انتقام لینے کے جذبے کے تحت امام احمد رضا محدث بریلوی کا مخالف بن گیا اور انہوں نے الگ طور سے مخالفت کرنے والی ایک الگ لابی کھڑی کردی۔ پرائے اور اپنے دونوں کی مخالفت نے ماحول کو اتنا پراگندہ کردیا ہے کہ امام احمد رضا کو صرف تنقیدی نظر سے ہی دیکھا جارہا ہے۔ یہی سبب ہے کہ جتنی مخالفت امام احمد رضا محدث بریلوی کی کی گئی ہے، کی جارہی ہے اور کی جائے گی اتنی مخالفت آج تک کسی بھی مجدد کی نہیں کی گئی اور غالباً مستقبل میں اور کسی مجدد کی نہیں کی جائے گی لیکن الزامات کے بادلوں میں پوشیدہ ہوجانے کی وجہ سے صداقت کے آفتاب کا وجود ہرگز ختم نہیں ہوتا۔ بدلیاں دھیرے دھیرے ہٹتی جاتی ہیں اور آفتاب نظر آنے لگتا ہے۔ الحمدللہ! ایک عرصہ دراز تک غلط فہمی اور بے بنیاد الزامات کی گھنگھور گھٹاؤں میں اوجھل رہنے کے بعد امام احمد رضا کی شخصیت صداقت کے آفتاب کی طرح اب درخشاں ہورہی ہے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے مخالفین کی کثرت کی کبھی بھی پرواہ نہیں کی کیوں کہ:

مجھ کو رسوا بھی اگر کوئی کہے گا تو یوں ہی
کہ وہی نہ، وہ رضاؔ، بندۂ رسوا تیرا

لیکن! افسوس!!

اہل سنت کے ان علماء حضرات (الا ماشاء اللہ) پر جنہوں نے ان الزامات کی عقدہ کشائی کرنے میں کوتاہی اور کاہلی کی امام احمد رضا کے خلاف لگائے جانے والے بے بنیاد الزامات سے امام احمد رضا کتنے بری ہیں اس حقیقت کی وضاحت کرنے میں تغافل برتا بلکہ

سکوت اختیار کیا یا ایسے ایسے غیر ذمہ دارانہ جوابات دیئے کہ مخالفین کو اپنے دعوے کو قوی کرنے کا مواد فراہم کردیا۔ جن بدعات قبیحہ کی امام احمد رضا نے شدت سے تردید فرمائی ہے ان بدعات میں ملوث لوگوں کے سامنے ''والنہی عن المنکر'' کا فریضہ انجام دینے سے باز رہے امام احمد رضا کا نام لیا مگر کام ترک کردیا، عوام اہل سنت میں مقبول ومشہور ومحبوب ہونے کی غرض سے اعلیٰ حضرت کا نام اچھل اچھل کر لیا مگر مسلک اعلیٰ حضرت کی صحیح ترجمانی وصحیح خدمت کی طرف التفات نہ کیا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی نے فرقۂ نجدیہ وہابیہ کے رد وابطال کی خدمت انجام دینے کے ساتھ ساتھ دیگر فرقہ باطلہ کی سرکوبی میں بھی ایک نمایاں کردار ادا کیا ہے علاوہ ازیں سنیوں میں رائج بدعات اور غیر اسلامی رسومات کے خلاف بلا خوف لومۃ لائم اپنا قلم چلا کر یہ ثابت کردیا کہ شریعت کے مقابلہ میں یہاں اپنے اور پرائے کا لحاظ نہیں کیا جاتا، بلکہ احقاق حق اور ابطال باطل میں شریعت مطہرہ کی سختی کے ساتھ پابندی کی جاتی ہے اور امر بالمعروف والنہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے میں کسی قسم کی کوتاہی اور کاہلی نہیں کی جاتی۔ ہمارے اس دعویٰ کے ثبوت میں امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی معرکۃ الآراء تصانیف شاہد عدل ہیں۔ جن کا تفصیلی جائزہ اگلے صفحات میں آرہا ہے، جن کے مطالعہ سے امام احمد رضا کی شان تصلب فی الدین اور شان اعلاء کلمۃ الحق کا پتہ چلے گا۔

اب ہم مختلف عنوانات کے تحت ہر فتنے کا تفصیل سے ذکر کرتے ہیں سب سے پہلے ہم موجدین فتنہ کی رسوائے زمانہ کتابوں سے ان کی گمراہ کن اور گستاخانہ عبارتیں لفظ بہ لفظ نقل کریں گے۔ طوالت کے خوف سے عبارتوں پر تبصرے سے گریز کرتے ہوئے ہم یہ بتائیں گے کہ ان فتنوں کے رد میں امام احمد رضا نے حق پرستی کا حق کس طرح ادا کیا۔

(۱) فتنۂ انکار علم غیب نبی

فرقۂ نجدیہ وہابیہ کے اکابر علماء نے انبیائے کرام اور اولیائے عظام کے علم غیب کا صرف انکار ہی نہیں کیا بلکہ غیر خدا کے لیے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والے کو کافر اور مشرک کہا، مثلاً:

■ مولوی اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ:

"کسی نبی، ولی یا امام وشہید کی جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات جانتے ہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں بھی عقیدہ نہ رکھے۔"

حوالہ:

"تقویۃ الایمان"، مصنف: مولوی اسماعیل دہلوی، ناشر: دار السّلفیہ، بمبئ، صفحہ ۴۷

■ مولوی رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے کہ:

"حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا نہ کبھی اس کا دعویٰ کیا اور کلام اللہ شریف اور بہت سی احادیث میں موجود ہے کہ آپ عالم الغیب نہ تھے، اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا، صریح شرک ہے۔"

حوالہ:

فتاوٰی رشیدیہ (کامل) از: مولوی رشید احمد گنگوہی، ناشر: مکتبہ تھانوی، دیوبند (یوپی) صفحہ: ۱۰۳

یہاں تک تو علم غیب کے تعلق سے فرقہ وہابیہ نجدیہ کے مولویوں نے انبیاء و اولیاء

کے علم غیب کا انکار کیا اور اور انبیا و اولیاء کے لیے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والے کو مشرک لکھا لیکن آگے چل کر ان کے حوصلے اتنے بڑھے کہ حضور اقدس، عالم ما کان وما یکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کو عام انسان، بچوں، پاگلوں اور جانوروں سے تشبیہ دی۔

■ مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ:

"پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا، اگر بقول زید صحیح ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔"

حوالہ:

"حفظ الایمان"، مصنف: مولوی اشرف علی تھانوی، ناشر: دار الکتاب، دیوبند (یوپی) صفحہ: ۱۵

اس کے بعد فرقۂ وہابیہ کے علماء کے حوصلے اور بڑھے، توہین وتنقیص رسالت میں ایسا گستاخانہ طرز اختیار کیا کہ معاذ اللہ شیطان کے لیے علم غیب ثابت مانا لیکن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسل کے لیے علم غیب ماننا شرک بتایا۔

■ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے لکھا ہے:

"الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرنا ہے۔"

حوالہ:

’’براہین قاطعہ‘‘ مصنف: مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، ناشر: کتب خانہ امدادیہ، دیوبند (یوپی) صفحہ:۵۵

مندرجہ بالا اقتباسات علمائے دیوبند کے اکابر کی تصانیف سے درج کئے گئے ہیں، حالاں کہ ان کے اصاغر علماء نے بھی علم غیب کے تعلق سے ایسی گندی گندی عبارتیں لکھی ہیں کہ مومن کبھی بھی اس کو گوارا نہیں کرسکتا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی نے تمام اکابر و اصاغر علمائے فرقۂ وہابیہ نجدیہ دیوبندیہ کا تعاقب فرمایا اور ان کے رد میں متعدد تصانیف مرتب فرمائیں۔ صرف علم غیب کے مسئلہ پر امام احمد رضا کی تصانیف جو میری ناقص معلومات میں ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) انباء المصطفیٰ بحال سر و اخفیٰ (۱۳۱۸ھ)

(۲) اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر بماکان ومایکون (۱۳۱۸ھ)

(۳) انباء الحی بأن کلامه الموصون تبیان لکل شیٔء (۱۳۱۸ھ)

(۴) مالی الجیب بعلوم الغیب (۱۳۱۸ھ)

(۵) الدولة المکیة بالمادة الغیبیة (۱۳۲۳ھ)

(۶) ظفرالدین الجیدملقب به بطش غیب (۱۳۲۳ھ)

(۷) الفیوضات الملکیة لمحب الدولة المکیة (۱۳۲۵ھ)

(۸) خالص الاعتقاد (۱۳۲۸ھ)

(۹) ازاحة العیب بسیف الغیب (۱۳۳۰ھ)

(۱۰) ابراء المجنون علی انتقائه علم المکنون (۱۳۲۳ھ)

(۱۱) ماحیة العیب بایمان الغیب (۱۳۲۴ھ)

(۱۲) میل الهدیٰ لبرء عین القضا (۱۳۲۵ھ)

(۱۳) اراجح جوانه الغیب عن ازاحة الغیب (۱۳۲۶ھ)

(۱۴) الجلاء الکامل کعین قضاة الباطل (۱۳۲۶ھ)

ہوسکتا ہے کہ مندرجہ بالا تصانیف کے علاوہ علم غیب کے مضمون پر امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی دیگر تصانیف بھی ہوں، جو میری معلومات میں نہیں۔

(۲) فتنۂ انکار ختم نبوت

ملت اسلامیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور اقدس تاجدار مدینہ خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، نبوت و رسالت آپ پر ختم ہوگئی۔ اب کسی نبی یا رسول کے آنے کا امکان نہیں لیکن علمائے دیوبند نے ایک جدید نظریہ قائم کیا اور ختم نبوت کے عقیدے کو الجھایا اور ایک عظیم فتنہ برپا کردیا۔

■ دارالعلوم دیوبند کے بانی مولوی قاسم نانوتوی نے ایک نیا نظریہ قائم کرتے ہوئے لکھا کہ:

’’اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو، تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا‘‘

حوالہ:

’’تحذیرالناس، مصنف مولوی قاسم نانوتوی، ناشر: مکتبہ فیض، دیوبند (یوپی) صفحہ:۲۵

یہ وہ نظریہ تھا کہ جس نے مرزا غلام احمد قادیانی جیسے متکبر شخص کو نبوت کا دعویٰ کرنے کی ترغیب دی اور ایک نیا فتنہ قادیانی مذہب کے روپ میں رونما ہوا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے دارالعلوم دیوبند کے بانی مولوی قاسم نانوتوی کے نظریۂ ختم نبوت کا تعاقب فرمایا۔ اسلامی نقطۂ نظر سے ختم نبوت کا مسلم عقیدہ ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ مولوی قاسم نانوتوی کے ہفوات کا رد بلیغ فرمایا۔ اس عنوان پر امام احمد رضا نے حسب ذیل تصانیف مرتب فرمائیں۔

(۱) جزی اللہ عدوہ بابائہٖ ختم النبوۃ (۱۳۱۷ھ)

(۲) تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال (۱۲۹۲ھ)

(۳) المبین ختم النبیین (۱۳۲۶ھ)

(۴) جوابہائے ترکی بہ ترکی (۱۲۹۲ھ)

(۵) الہیبۃ الجباریۃ علی جہالۃ الاخباریۃ (۱۳۰۹ھ)

(۳) فتنۂ امکان کذب

صرف ملت اسلامیہ ہی نہیں بلکہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر زمانۂ اقدس تک اور بعدہٗ بارہ سو پچاس ہجری تک یہ عقیدہ رائج تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر عیب اور برائی سے پاک ہے و نیز یہ عقیدہ بھی متفقہ تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جھوٹ بولنے سے پاک اور منزہ ہے امکان کذب اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے محال اور ناممکن ہے لیکن علمائے دیوبند نے ''خلف وعید'' اور ''اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر'' سے غلط اور مضحکہ خیز استدلال کر کے امکان کذب باری تعالیٰ کا عقیدہ رائج کیا اور بے شمار لوگوں کو گمراہ اور بے دین بنایا۔

■ دیوبندی وہابی مکتب فکر کے ذمہ دار مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے لکھا ہے کہ:

''امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے کہ نہیں''

اور

''امکان کذب کہ خلف وعید کی فرع ہے۔''

حوالہ:

''براہین قاطعہ'' مصنف: مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، مصدقہ: مولوی رشید احمد گنگوہی، ناشر: کتب خانہ امدادیہ، دیوبند، صفحہ: ۶ اور ۷

■ وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے امام ربانی مولوی رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے کہ:

''امکان کذب بایں معنی کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اس کے خلاف پر قادر ہے۔''

حوالہ:

''فتاویٰ رشیدیہ'' (کامل) از: مولوی رشید احمد گنگوہی، ناشر: مکتبہ تھانوی، دیوبند، صفحہ: ۱۱۳

■ وہابی دیوبندی فرقہ کے امام الطائفہ مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب میں یہاں تک لکھ دیا کہ:

''اگر مراد از محال ممتنع لذاتہ است کہ تحت قدرت الٰہیہ داخل نیست، پس لانسلم کہ کذب مذکور بمعنی مسطور باشد چہ مقدمہ قضیہ غیر مطابقہ مواقع والقائے آں بر ملائکہ وانبیاء خارج از قدرت الٰہیہ نیست واں لازم آید کہ قدرت انسانی زائد از قدرت ربانی باشد۔''

حوالہ:

''یک روزہ'' (فارسی) مصنف: مولوی اسماعیل دہلوی، ناشر: فاروقی کتب خانہ، ملتان (پاکستان) صفحہ: ۱۷

■ مولوی رشید احمد گنگوہی نے ۱۳۰۴ھ میں اپنے دستخط اور مہر ثبت کر کے ایک فتویٰ امکان کذب باری تعالیٰ کا مرتب کیا اور اسے شائع کیا۔

■ علاوہ ازیں دارالعلوم دیوبند کے صدرالمدرسین مولوی محمود الحسن دیوبندی نے اپنی کتاب ''الجہد المقل'' میں امکان کذب باری تعالیٰ کی تائید کی۔

الحاصل: اس نئے فتنہ نے ملت اسلامیہ میں ایک ہیجان پیدا کر دیا تھا۔ کیوں کہ اس نئے اور کفری عقیدے کو قرآن اور حدیث کے غلط مفہوم اور تاویلات کے ذریعہ صحیح ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی جا رہی تھی لوگ اس مقبوح عقیدے کو قبول کرنے کو تیار نہ تھے لیکن لوگوں کے پاس اس کے ردو ابطال کے دلائل بھی تو نہ تھے۔

بالآخر جب امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدمت میں اس عقیدہ کے تعلق سے استفسار کیا گیا تو آپ نے ان کا ذبین کے تمام ہفوات کا ایسا مفصل اور بلیغ رد فرمایا کہ وہ دم بخود رہ گئے۔

اس عنوان پر امام احمد رضا محدث بریلوی نے حسب ذیل تصانیف مرتب فرمائیں:

(۱) سبحٰن السبوح عن عیب کذب المقبوح (سنہ ۱۳۰۸ھ)
(۲) اخباریہ کی خبر گیری (سنہ ۱۳۰۷ھ)
(۳) دامان باغ سبحان السبوح (سنہ ۱۳۲۶ھ)
(۴) خدا کو کس نے پہچانا (سنہ ۱۳۰۹ھ)
(۵) القمع المبین لآمال المکذبین (سنہ ۱۳۲۹ھ)
(۶) سبحان القدوس عن تقدیس نجس منکوس (سنہ ۱۳۰۹ھ)
(۷) السعی المشکور فی ابداء الحق المهجور (سنہ ۱۲۹۰ھ)

(۴) فتنۂ قادیانیت

مسئلہ ختم نبوت میں علمائے دیوبند کے نئے نظریات کو مشعل راہ بنا کر صوبۂ پنجاب کے قادیان نامی مقام سے مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اپنی نبوت کا اعلان کرنے کے ساتھ ساتھ اس نے انبیائے کرام اور خصوصاً حضرت عیسیٰ روح اللہ (علیٰ نبینا وعلیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام) کی شان میں گستاخانہ جملے کہے، اپنا کلمہ پڑھایا، خود ساختہ شریعت بنائی، اور اسلام کو ضعیف و کمزور بنانے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ لوگ اس کے دام فریب میں پھنس گئے اور نیا مذہب قادیانی اختیار کر کے ایمان کی دولت سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

■ مرزا غلام احمد قادیانی کے کچھ کفریات حسب ذیل ہیں۔

''میں احمد ہوں، جو آیت ''مُبَشِّراً بِرَسُولٍ یَّاتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ'' میں مراد ہے۔''

حوالہ:

''ایک غلطی کا ازالہ'' مصنف: مرزا غلام احمد قادیانی، صفحہ: ۶۷۳

■ ایک کفری عبارت اس طرح لکھی کہ:

''سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔''

حوالہ:

''دافع البلاء'' مصنف: مرزا غلام احمد قادیانی، مطبوعہ: ریاض ہند، صفحہ ۹

■ ایک مزید کفر اس طرح لکھا کہ:

''ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو، اس سے بہتر غلام احمد ہے۔''

حوالہ:

''دافع البلاء'' مصنف: مرزا غلام احمد قادیانی، مطبوعہ: ریاض ہند، صفحہ ۱۷

■ معاذ اللہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات کو مرزا غلام احمد قادیانی نے مسمریزم قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''اگر میں اس قسم کے معجزات کو مکروہ نہ جانتا، تو ابن مریم سے کم نہ رہتا۔''

حوالہ:

''ایک غلطی کا ازالہ'' مصنف: مرزا غلام احمد قادیانی، صفحہ ۳۰۹

اس قسم کے کئی نازیبا اور کفریات پر مشتمل جملے مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی متعدد کتابوں میں لکھے اور نیا فتنہ بنام قادیانی مذہب عام کیا۔ امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے قادیانی مذہب کے رد میں حسب ذیل معرکۃ الآراء اور تاریخی کتابیں تصنیف فرمائیں:

(۱) السوء و العقاب علیٰ المسیح الکذاب (۱۳۲۰ھ)
(۲) الصارم الربانی علی اسراف القادیانی (۱۳۱۳ھ)
(۳) قھر الدیان علی مرتد بقادیان (۱۳۲۳ھ)

(۵) نبی سے برابری کے دعوے کا فتنہ

فرقۂ باطلہ ضالہ نجدیہ وہابیہ کے پیشواؤں نے اپنی رسوائے زمانہ کتابوں میں توحید کی آڑ میں انبیائے کرام اور اولیائے عظام کی شان میں توہین وتنقیص کو اپنا مقصد اصلی بنا رکھا تھا۔ ان نفوس قدسیہ کے متعلق یہ رائے عام کرنے کی کوششیں کیں کہ معاذ اللہ انبیاء و اولیاء ہماری مثل تھے۔ ان کی بزرگی کی بنا پر وہ ہمارے بڑے بھائی کے مانند تھے اور ہم ان کے چھوٹے بھائی کے برابر ہیں بلکہ دارالعلوم دیوبند کے بانی مولوی قاسم نانوتوی نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ

امتی عمل میں نبی سے بڑھ جاتا ہے۔

''انبیاء اپنی امت سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں، باقی رہا عمل، اس میں بسا اوقات امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔''

حوالہ:

''تحذیر الناس'' مصنف: مولوی قاسم نانوتوی، ناشر: مکتبہ فیض، دیوبند، صفحہ: ۵

■ مولوی اسماعیل نے تو صراحتاً انبیائے کرام اور اولیائے عظام کو بڑے بھائی کی مانند کہا اور یہاں تک لکھ دیا کہ:

''آپس میں سب بھائی ہیں۔ جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے، اور مالک سب کا اللہ ہے۔ بندگی اسی کو چاہیئے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء، وانبیاء وامام زادہ، پیر وشہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی، مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی، وہ بڑے بھائی ہوئے۔''

حوالہ:

''تقویۃ الایمان'' مصنف: مولوی اسماعیل دہلوی، ناشر: دارالسّلفیہ، بمبئی، صفحہ ۹۹

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرقۂ وہابیہ کے مذکورہ نظریات کا تعاقب فرمایا اور یہ ثابت کر دیا کہ کوئی بھی امتی چاہے وہ علم وعمل، تقویٰ اور پرہیزگاری میں کتنا ہی بلند مرتبہ ہو وہ کسی بھی نبی کے برابر نہیں ہوسکتا خصوصاً محبوب رب العالمین، رحمۃ للعالمین تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رتبہ اور درجہ تک تو کوئی نبی یا رسول بھی نہیں پہنچ سکتا۔

اس عنوان پر امام احمد رضا محدث بریلوی نے حسب ذیل کتابیں تصنیف فرمائیں:

(۱) تجلی الیقین بأن نبینا سید المرسلین (۱۳۰۵ھ)

(۲) مبین الهدیٰ فی نفی امکان مثل المصطفیٰ (۱۳۲۴ھ)

(۳) تلألؤ الأفلاك بجلال حديث لولاك (۱۳۰۵ھ)

(۶) فتنۂ عدم اعتقاد اختیارات انبیاء

فرقۂ وہابیہ کہ جس کا واحد مقصد انبیائے کرام واولیائے عظام کی شان میں توہین و تنقیص کرنا اور ملت اسلامیہ کا انبیاء و اولیاء کے ساتھ جو رشتۂ عقیدت ومحبت ہے اس کو منقطع کرنا۔ اپنے اس مقصد کے حصول کے لیے انہوں نے توحید کا پرچم بلند کیا اور قرآن مجید میں اصنام (بتوں) کی مذمت میں جو آیات نازل ہوئی تھیں ان کو انبیائے کرام اور اولیائے عظام پر چسپاں کیا۔ احادیث کے مفہوم کو توڑ مروڑ کر اپنے مقصد کی موافقت اور تائید میں بیان کیا اور عوام مسلمین کو یہ ذہن دینے کی کوشش کی کہ ان مقبولان بارگاہ خداوندی سے علاقۂ عقیدت و رشتۂ محبت منقطع کر کے صرف خدائے تعالیٰ سے ہی تعلق رکھا جائے۔ اس نظریہ کی تشہیر میں فرقۂ وہابیہ نے زہریلے الفاظ پر مشتمل جملے لکھ کر بزرگان دین اور مقبولان بارگاہ خداوندی کی جو توہین و تنقیص کی ہے اس کا اندازہ علمائے دیوبند کی کتابوں کے مندرجہ ذیل اقتباسات سے ہوجائے گا۔ دیوبندی مکتب فکر کے اکابر واصاغر سب نے اس مضمون میں ملت اسلامیہ کے اعتقاد کو شدید ٹھیس پہنچائی ہے۔

■ فرقۂ وہابیہ کے امام مولوی اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ:

> ''اور یہ یقین جان لینا چاہیئے کہ ہر مخلوق بڑی ہو یا چھوٹی، وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔''
>
> حوالہ: ''تقویۃ الایمان'' مصنف: مولوی اسماعیل دہلوی، ناشر: دارالسّلفیہ، بمبئی، صفحہ ۳۰

■ مولوی اسماعیل دہلوی نے ایک اور مقام پر بالکل وضاحت کرتے ہوئے صاف صاف یہاں تک لکھا کہ:

> ''اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں، سو ایسا شخص جس کا نام محمد یا علی ہو اور اس کے اختیار میں دنیا کے سب کاروبار ہوں، ایسا حقیقت میں کوئی شخص نہیں بلکہ محض اپنا خیال ہے۔''
>
> حوالہ: ''تقویۃ الایمان'' مصنف: مولوی اسماعیل دہلوی، ناشر: دارالسّلفیہ، بمبئی، صفحہ ۰۷

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرقۂ وہابیہ کا تعاقب کرتے ہوئے دندان شکن جواب مرتب فرمائے، فضائل اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تعلق سے قرآن شریف اور احادیث کی روشنی میں علم کے دریا بہائے۔ قرآن وحدیث کا صحیح مفہوم اخذ فرما کر اس مفہوم کو علمائے مجتہدین ومتقدمین ومتاخرین کی کتب معتبرہ ومعتمدہ کی سندوں کے ساتھ آپ نے ضخیم ایمانی دستاویز کی شکل میں کثیر صفحات پر مشتمل جو کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، ان کتابوں کے ہر ہر لفظ سے عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ٹپکتا نظر آتا ہے۔ جس کا صحیح اندازہ ان تصانیف کے مطالعہ سے ہوگا۔

اس عنوان پر امام احمد رضا نے جو تاریخی کتب لکھ کر ملت اسلامیہ کے قلوب کو نور ایمان کی ضیاء بخشی وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) سلطنت مصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ (۱۲۹۷ھ)

(۲) الأمن والعلیٰ لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء (۱۳۱۱ھ)

(۳) إجلال جبريل بجعله خادماً للمحبوب الجليل (۱۲۹۸ھ)

(۴) العروس الاسماء الحسنیٰ فیما لنبینا من الاسماء الحسنیٰ (۱۳۰۶ھ)

(۵) منية اللبيب أن التشريع بيدالحبيب (۱۳۱۱ھ)

(٦) فقه الشهنشاه بأن القلوب بيدالمحبوب بعطاء الله (۱۳۲٦ھ)

(۷) البحث الفاحص عن طرق أحاديث الخصائص (۱۳۰۵ھ)

(۷) فتنۂ اعتقادِ شرک در بابِ
استعانت و ندا و استغاثہ

فرقۂ نجدیہ وہابیہ نے تنقیص انبیاء واولیاء کے تعلق سے عقائد فاسدہ باطلہ ضالہ مضلہ کی تشہیر کے ساتھ ساتھ انبیاء و اولیاء کے ساتھ والہانہ عقیدت ومحبت رکھنے والے مؤمنین پر طلب استعانت، نداء اور استغاثہ کی بناء پر شرک کے فتوں کی بھر مار شروع کردی۔ ابتداء اسلام سے جو اعتقاد جائز، مستحب، مندوب اور مشروع تھے اور صدیوں سے جن پر عمل صالحین امت اور علمائے ملت کرتے آئے۔ ان تمام افعال مستحسنہ کو فرقۂ وہابیہ نے شرک ٹھہرا دیا۔ مثلاً:

■ امام الوہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب میں لکھا ہے کہ:

’’دوسری بات یہ ہے کہ عالم میں ارادہ سے تصرف کرنا اور اپنا حکم جاری کرنا اور اپنی خواہش سے مارنا، جلانا، روزی کی فراخی اور تنگی کرنا، اور تندرست اور بیمار کردینا، فتح وشکست دینا، اقبال وامداد دینا، مرادیں پوری کرنا، حاجتیں برلانا، بلائیں ٹالنا، مصیبت میں دستگیری کرنا، برے وقت میں پہنچنا، یہ سب اللہ ہی کی شان ہے۔ اور کسی نبی اور ولی، پیر وشہید، بھوت و پری کی یہ شان نہیں۔ جو شخص کسی کا کوئی ایسا تصرف ثابت کرے اور اس سے مراد مانگے اور اسی توقع پر اس

کی نذر ونیاز کرے اور اس کی منتیں مانے اور اس کو مصیبت کے وقت پکارے، وہ مشرک ہوجاتا ہے۔‘‘

حوالہ:

’’تقویۃ الایمان‘‘ مصنف: مولوی اسماعیل دہلوی، ناشر: دارالسّلفیہ، بمبئی، صفحہ ۲۳

■ فرقۂ وہابیہ کے امام ربانی مولوی رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے کہ:

’’جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب نہیں تو یارسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا۔ اگر یہ عقیدہ کرکے کہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں بسبب علم غیب کے تو خود کفر ہے۔‘‘

حوالہ:

’’فتاویٰ رشیدیہ‘‘ از: مولوی رشید احمد گنگوہی، ناشر: مکتبہ تھانوی، دیوبند، صفحہ ٦۲

انبیاء واولیاء کی جناب میں ندا اور استغاثہ کرنا جو عامۃ المسلمین اور خاصۃ المؤمنین کا معمول تھا۔ اس کو علمائے دیوبند نے شرک کا فتویٰ دے کر قلم کے ایک جھٹکے سے لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں مسلمانوں کو کافر اور مشرک بناڈالا۔

■ وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب ’’بہشتی زیور‘‘ میں ’’شرک اور کفر کی باتوں کا بیان‘‘ کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ:

’’کسی کو دور سے پکارنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کو خبر ہوگئی‘‘

حوالہ:

’’بہشتی زیور‘‘ از: مولوی اشرف علی تھانوی، ناشر: ربانی بک ڈپو، دہلی، حصہ اول، صفحہ ۳۴

دیوبندی مکتب فکر کے متعدد مصنفین کی کتابوں سے ایسی عبارتیں دستیاب ہیں جن کا

صاف اور صریح مفہوم یہ ہے کہ یارسول اللہ، یاعلی، یاغوث، یاخواجہ وغیرہ کہنے والا شخص کافر، مشرک اور اسلام سے خارج ہے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس مسئلہ پر بہت کچھ تحریر فرمایا ہے اور دلائل قاہرہ سے ثابت کردیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا جائز بلکہ عین اسلامی عقیدہ ہے۔ آپ نے اپنے دعویٰ کی دلیل میں قرآن، حدیث، قول وفعل حضرات صحابہ کرام اور ملت اسلامیہ کے مایۂ ناز بزرگان دین کے اقوال وافعال کو مستند اور معتبر کتابوں کے حوالوں سے نقل کرکے جو علمی بحث کی ہے وہ ایسی جامع، مانع اور نافع ہے کہ اس کو بار بار پڑھنے کی خواہش ہوتی ہے۔

مذکورہ عنوان پر امام احمد رضا محدث بریلوی کی مندرجہ ذیل تصانیف واقعی قابل دید و مطالعہ ہیں۔

(۱) أنوار الانتباه فی حل نداء یارسول الله (۱۳۰۴ھ)

(۲) برکات الامداد لأ هل الاستمداد (۱۳۱۱ھ)

(۳) الاهلال بفیض الأولیاء بعد الوصال (۱۳۰۳ھ)

(۸) فتنۂ متنازعہ وعدم جواز میلاد وقیام

میلاد شریف، مولود شریف، نعت خوانی یا صلاۃ وسلام در قیام، یہ تمام امور محبت رسول کے جذبے کے تحت ملت اسلامیہ میں ابتدائے اسلام سے بڑے ہی ادب واحترام واہتمام کے ساتھ کئے جاتے ہیں۔ محفل نعت خوانی یا مجلس میلاد شریف میں میلاد خواں حضرات ایک والہانہ کیفیت سے عظمت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اشعار پڑھتے ہیں۔ زمانۂ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حضرت حسان بن ثابت حضرت عبداللہ بن رواحہ وغیرہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہم نے سرکار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مناقب نعتیہ اشعار کی شکل میں پڑھ کر بیان کیے تھے اور ان عاشقان صادق کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہر دور میں بزرگان دین نے اس کا بڑے ادب کے ساتھ اہتمام کیا بلکہ التزام کیا اور اپنے مریدین، معتقدین اور متوسلین کو اس کے دوام کی تلقین فرمائی۔ ذکر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ طریقہ اولیاء، صوفیاء، علماء حق، سلف صالحین وغیرہ نے بخوشی اپنایا بلکہ محمود رکھا اور رائج کیا۔

لیکن جب سے ہندوستان میں فرقۂ نجدیہ وہابیہ کی آمد ہوئی ہے تب سے اس مبارک ونیک شغل کو بند کرانے کے لیے نئے نئے طریقے اپنائے جارہے ہیں۔ اس کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ محفل میلاد میں شریک ہونے والا ہر شخص عظمت ورفعت رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیان میں پڑھا جانے والا کلام سن کر محبت رسول اور عظمت رسول میں اپنا اعتقاد پختہ کرلیتا ہے لیکن فرقۂ نجدیہ وہابیہ کو تعظیم رسول سے اتنی عداوت اور چڑھ ہے کہ محبت رسول کے جذبہ کے تحت کیے جانے والے ہر جائز اور مستحب کام کو بھی ناجائز، بدعت، حرام، کفر اور شرک قرار دیتے ہیں۔

آئیے! محفل میلاد اور مولود شریف کی مجلس کے تعلق سے دیوبندی مکتب فکر کے اکابر علماء اور پیشواؤں کے اعتقاد ونظریات کا ایک سرسری جائزہ لیں۔

■ فرقۂ وہابیہ کے امام ربانی مولوی رشید احمد گنگوہی نے مولود شریف کے تعلق سے لکھا ہے کہ:

”مسئلہ: انعقاد مجلس میلاد بدون قیام بروایات صحیح درست ہے یا نہیں؟
جواب: انعقاد مجلس مولود ہر حال میں ناجائز ہے۔“

حوالہ:

”فتاویٰ رشیدیہ“ (کامل) از: مولوی رشید احمد گنگوہی، ناشر: مکتبہ تھانوی، دیوبند، صفحہ: ۱۳۰

■ مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک اور فتویٰ ملاحظہ ہو:

''سوال: محفل میلاد میں جس میں روایات صحیحہ پڑھی جاویں اور لاف وگزاف اور روایات موضوعہ اور کاذبہ نہ ہوں، شریک ہونا کیسا ہے؟
جواب: ناجائز ہے۔ بسبب اور وجوہ کے۔''

حوالہ:

''فتاویٰ رشیدیہ'' (کامل) از: مولوی رشید احمد گنگوہی، ناشر: مکتبہ تھانوی، دیوبند، صفحہ:۱۳۱

■ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے اپنی کتاب ''براہین قاطعہ'' میں جس کی تصدیق مولوی رشید احمد گنگوہی نے کی ہے، میلاد و صلاۃ و سلام پڑھنے کو معاذ اللہ کنہیا کی سانگ منانے سے تشبیہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''پس یہ ہر روز اعادہ ولادت کا تو مثل ہنود کے کہ سانگ کنہیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں یا مثل روافض کے کہ نقل شہادت اہل بیت ہر سال مناتے ہیں۔ معاذ اللہ سانگ آپ کی ولادت کا ٹھہرا اور خود یہ حرکت قبیحہ قابل لوم و حرام و فسق ہے۔''

حوالہ:

''براہین قاطعہ'' از: مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، ناشر: کتب خانہ امدادیہ، دیوبند، صفحہ:۱۵۲

■ وہابی تبلیغی جماعت کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے محفل میلاد شریف میں صلاۃ وسلام کے متعلق لکھا ہے کہ:

''بعض تو یوں سمجھتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس محفل میں تشریف لاتے ہیں۔ اور اسی واسطے بیچ میں پیدائش کے بیان کے وقت کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس بات پر شرع میں کوئی دلیل نہیں، اور جو بات شرع میں ثابت نہ ہو اس کا یقین کرنا گناہ ہے۔''

حوالہ:

''بہشتی زیور'' از: مولوی اشرف علی تھانوی، ناشر: ربانی بک ڈپو، دہلی، حصہ:۶، صفحہ:۳۸۴

قارئین غور فرمائیں کہ اکابر علمائے دیوبند کو ذکر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کتنی نفرت و عداوت ہے۔ ذکر نبی کی محفل کو کنہیا کا جنم منانے سے تشبیہ دی، محفل مولود کو ناجائز اور حرام کہا، محفل میلاد میں شریک ہونے کو گناہ کہا بلکہ صحیح روایات کے ساتھ پڑھی جانے والی میلاد شریف کی محفل کو ہر حال میں ناجائز کہا۔

اپنے آقا و مولیٰ شہنشاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر پاک روکنے والے شاطر فرقہ کے اکابر علماء کی یہ حرکتیں امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے لیے ناقابل برداشت تھیں۔ جذبۂ ایمان اور جوش الفت نبی نے انہیں قلم کو حرکت میں لانے کی ترغیب دی۔ آپ نے منکرین میلاد کے خیالات فاسدہ اور عقائد باطلہ کا رد بلیغ فرما کر، میلاد و قیام کے جواز کے ثبوت میں متعدد کتب تصنیف فرمائیں۔ جن میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

(۱) اقامة القيامة على طاعن القيام لنبى التهامة (۱۲۹۹ھ)

(۲) الجزاء المهيا لغلمة كنهيا (۱۳۲۰ھ)

(۳) النعيم المقيم فى فرحة مولد النبى الكريم (۱۲۹۹ھ)

(۴) اشاقة الكلام فى حواشى اذاقة انام (۱۳۱۱ھ)

(۵) میلاد النبویة فی الفاظ الرضویة (۱۳۱۵ھ)

(۶) الموهبة الجدیدة فی وجود الحبیب بمواضع عدیدة (۱۳۲۰ھ)

(۷) النذیر الهائل لکل جلف جاهل (۱۳۰۳ھ)

(۹) فتنۂ نفاذ شرک فی الاسماء

توحید، توحید اور صرف توحید کا نام نہاد پرچم بلند کر کے فرقۂ نجدیہ وہابیہ نے ملت اسلامیہ کا رشتہ انبیاء و اولیاء سے منقطع کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ یہاں تک کہ تقاضائے عقیدت و محبت کے تحت، حصول برکت و فیض کے لیے بزرگان دین سے منسوب ناموں پر بھی کفر اور شرک کے فتوے تھوپ دیئے۔ حقیقی اور مجازی فرق سے عناداً اور قصداً قطع نظر کر کے تشدد سے کام لیا۔ حالاں کہ ان ناموں کے جواز کا ثبوت قرآن و حدیث میں موجود ہونے کے باوجود بھی متعصب رویہ اپنا کر ضد، ہٹ دھرمی اور تنگ نظری سے کام لیا اور ایک نیا فتنہ توحید کے نام پر ایجاد کیا۔

عبدالنبی، عبدالرسول، عبدالمصطفیٰ، نبی بخش، علی بخش، مدار بخش، غلام حسین، غلام معین الدین، غلام محی الدین، وغیرہ نام رکھنا ملت اسلامیہ میں صدیوں سے رائج تھا۔ ملت اسلامیہ کے افراد اپنی اولاد کے نام حصول برکت، اخذ فیض اور اظہار عقیدت کی نیت سے بزرگان دین سے منسوب کرتے تھے۔ لیکن انبیاء و اولیاء کی عظمت سے بغض و عناد رکھنے والوں کے لیے یہ بات نا قابل برداشت تھی کہ لوگ ان معظمان دین کے ساتھ منسوب کر کے نام رکھیں۔ بزرگان دین کی عظمت سے کدورت رکھنے والوں نے توحید کی آڑ لی اور مجازی اضافت کو حقیقت پر محمول کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے شرک کے فتاویٰ کی مشین گن چلائی۔

مثلاً:

امام الوہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب ''تقویۃ الایمان'' میں ''شرک کی مختلف شکلیں'' کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ:

''اکثر لوگ پیروں کو اور پیغمبروں، اماموں اور شہیدوں کو اور فرشتوں اور پریوں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں اور ان کی منتیں مانتے ہیں اور حاجت برآری کے لیے ان کی نذر و نیاز کرتے ہیں اور بلا کے ٹلنے کے لیے اپنے بیٹوں کی ان کی طرف نسبت کرتے ہیں کوئی اپنے بیٹے کا نام عبدالنبی رکھتا ہے، کوئی نبی بخش، کوئی پیر بخش، کوئی مدار بخش، کوئی سالار بخش، کوئی غلام محی الدین۔''

حوالہ:

''تقویۃ الایمان'' از: مولوی اسماعیل دہلوی، ناشر: دارالسلفیہ، بمبئی، صفحہ: ۱۶

■ وہابی تبلیغی جماعت کے پیشوا اور مقتدا مولوی رشید احمد گنگوہی نے فتویٰ دیا ہے کہ:

''سوال: نبی بخش، پیر بخش، سالار بخش، مدار بخش، ایسے ناموں کا رکھنا کیسا ہے؟
جواب: ایسے نام موہم شرک ہیں۔ ان کو بدلنا چاہیئے۔''

حوالہ:

''فتاویٰ رشیدیہ'' از: مولوی رشید احمد گنگوہی، ناشر: مکتبہ تھانوی دیو بند، صفحہ: ۶۹

■ مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب ''بہشتی زیور'' میں ''شرک اور کفر کی باتوں کا بیان'' عنوان کے تحت لکھا ہے کہ:

''علی بخش، حسن بخش، عبدالنبی وغیرہ نام رکھنا۔''

حوالہ:

''بہشتی زیور''از: مولوی اشرف علی تھانوی، ناشر: ربانی بک ڈپو، حصہ ا، صفحہ: ۳۵

حیرت اور تعجب کی بات تو یہ ہے مذکورہ بالا کتابوں کے حوالوں سے ابتدائے اسلام سے اب تک اور اب سے لے کر قیامت تک جتنے اشخاص کا نام عبدالنبی، غلام محی الدین، غلام معین الدین، علی بخش، نبی بخش، سالار بخش، مدار بخش وغیرہ تھا، ہے اور ہوگا وہ تمام اشخاص اور ان کے ساتھ ساتھ ان اشخاص کے یہ نام رکھنے والے ان کے آباء و اجداد بھی کافر اور مشرک تھے، ہیں اور ہوں گے، ذرا اندازہ تو کیجئے کہ یک لخت لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں کی تعداد میں ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ)'' کا کلمہ پڑھنے والے مسلمانوں کو صرف نام رکھنے کی وجہ سے کافر اور مشرک کہہ دیا۔ اب آپ سوچیئے! اور آپ ہی فیصلہ کیجئے! کہ کفر کا فتویٰ دینے میں علمائے دیوبند کتنے بے باک اور بے لگام ہیں۔

حد تو یہ ہے کہ انبیائے کرام و اولیائے عظام کی عداوت میں ہوش و حواس کے فقدان کا مظاہرہ کرتے ہوئے علمائے دیوبند نے اپنے باپ، داداؤں کو بھی نہیں بخشا۔ ان کے فتویٰ کے تیروں سے دیوبندی مکتبِ فکر کے پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی قاسم نانوتوی کے آباء و اجداد بھی شدید زخمی ہو گئے اور ان کا شمار بھی ان کے ہی فتوؤں کی بنا پر مشرکوں میں ہو گیا۔

قارئین کے اطمینان کے لیے دیوبندی مکتبِ فکر کی مستند کتابوں کے اقتباسات پیشِ خدمت ہیں۔

■ مولوی رشید احمد کی سوانح حیات میں ان کا شجرۂ نسب اس طرح لکھا ہوا ہے:

''باپ کی جانب سے خاندانی سلسلہ جس کو حضرت نے خود بیان فرمایا تھا اس طرح ہے (۱) مولانا رشید احمد ابن (۲) مولانا ہدایت احمد صاحب ابن (۳) قاضی پیر بخش''

آگے لکھا ہے کہ:

''اور ماں کی جانب سے سلسلۂ نسب (۱) مولانا رشید احمد صاحب ابن (۲) مسمات کریم النساء بنت (۳) فرید بخش۔''

حوالہ:

''تذکرۃ الرشید'' مؤلف: مولوی عاشق الٰہی میرٹھی، ناشر: مکتبہ خلیلیہ، سہارن پور (یوپی) جلد ا، صفحہ: ۱۳

■ دارالعلوم دیوبند کے بانی مولوی قاسم نانوتوی کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے:

''سوانح قدیم کے مصنف امام نے مولانا مرحوم کے شجرۂ نسب کو درج کرتے ہوئے لکھا ہے (۱) محمد قاسم ابن (۲) اسد علی ابن (۳) غلام شاہ ابن (۴) محمد بخش۔''

حوالہ:

''سوانح قاسمی'' مصنف: مولوی مناظر احسن گیلانی، ناشر: دارالعلوم دیوبند (یوپی) جلد ا، صفحہ ۱۱۳

مندرجہ بالا دونوں اقتباسات سے یہ ثابت ہوا کہ:

- مولوی رشید احمد گنگوہی کے دادا کا نام ''پیر بخش'' تھا۔
- مولوی رشید احمد گنگوہی کے نانا کا نام ''فرید بخش'' تھا۔
- مولوی قاسم نانوتوی کے پردادا کا نام ''محمد بخش'' تھا۔

ستم ظریفی دیکھیئے جوش کافر و مشرک گری سے بے قابو ہو کر اپنے باپ دادا کو کافر و مشرک قرار دینے سے بھی نہیں چوکے۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں ☆ لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

خیر! اب ہم حقیقت کا جائزہ لیں۔ جن ناموں کو علمائے دیوبند نے شرک اور کفر میں

شمار کیا اور اور ملت اسلامیہ کے ایک بڑے حصے کو کافر اور مشرک کہا لیکن ان کے فتاویٰ شرعی برھان و دلائل سے بالکل کورے تھے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے جب اس مسئلہ پر قلم اٹھایا تو قرآن، حدیث، اقوال و افعال صحابہ کرام و اولیائے عظام و نیز کتب معتبرہ و معتمدہ سے دلائل اخذ فرما کر محبت انبیاء و اولیاء سے لبریز علم و عرفان کے دریا بہا دیئے۔ اہل ایمان کے قلوب کو منور اور گستاخوں کو مبہوت و ساکت کر دیا۔

اس عنوان پر امام احمد رضا کی متعدد تصانیف ہیں لیکن میری ناقص معلومات حسب ذیل تصانیف تک ہی محدود ہیں۔

(۱) بذل الصفا بعبد المصطفٰی (۱۳۰۰ھ)
(۲) النور والضیاء فی احکام بعض الاسماء (۱۳۲۰ھ)
(۳) باب غلام مصطفی (۱۳۰۵ھ)
(٤) العروس الاسماء الحسنیٰ فی ما لنبینا من الاسماء الحسنیٰ (۱۳۰٦ھ)
(٥) الحلیۃ الاسماء لحکم بعض الاسماء (۱۳٦۰ھ)

(۱۰) فتنۂ انکار سماع موتٰی

علمائے دیوبند نے انبیاء و اولیاء سے ملت اسلامیہ کا رشتہ عقیدت منقطع کرنے کے لیے نیا فتنہ یہ ایجاد کیا کہ انبیاء و اولیاء مر کر مٹی میں مل گئے۔ وہ اپنی قبروں میں عام انسانوں کی طرح مدفون ہیں۔ ان کا پکارنا بے سود ہے۔ بلکہ ان کے لیے یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ اپنی قبر سے دور اور نزدیک کی بات سن سکتے ہیں معاذ اللہ شرک ہے۔

قارئین کی خدمت میں علمائے دیوبند کے اکابر کی کتابوں کے چند اقتباسات پیش ہیں:

■ امام الوہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب تقویۃ الایمان میں

لکھا ہے کہ:

''جو لوگ اگلے بزرگوں کو دور دور سے پکارتے ہیں اور اتنا ہی کہتے ہیں کہ یا حضرت تم اللہ کی جناب میں دعا کرو کہ وہ اپنی قدرت سے ہماری حاجت پوری کر دے اور پھر یوں سمجھتے ہیں کہ ہم نے کوئی شرک نہیں کیا۔ اس واسطے کہ ان سے حاجت نہیں مانگی بلکہ دعا کروائی ہے، یہ بات غلط ہے اس لئے کہ اس کے مانگنے کی راہ سے شرک ثابت نہیں ہوتا لیکن پکارنے کی راہ سے ثابت ہو جاتا ہے کہ ان کو ایسا سمجھا کہ دور سے اور نزدیک سے برابر سن لیتے ہیں۔''

حوالہ:

''تقویۃ الایمان'' مصنف: مولوی اسماعیل دہلوی، ناشر: دارالسلفیہ، بمبئی، فصل ۲، صفحہ ۴۴

■ فرقہ وہابیہ کے امام ربانی مولوی رشید احمد گنگوہی نے فتویٰ دیا کہ:

''قبور سے اس طور دعا کرنا کہ اے صاحب قبر میرا کام کر دے، تو یہ حرام اور شرک بالاتفاق ہے۔''

حوالہ:

''فتاویٰ رشیدیہ''، از: مولوی رشید احمد گنگوہی، ناشر: مکتبہ تھانوی، دیوبند، صفحہ ۱۱۱

سماع موتٰی کے مسئلہ میں علمائے دیوبند بھی آپس میں متفق نہیں تھے۔ ایک صورت کو کسی نے شرک لکھا، تو کسی نے حرام لکھا، تو کسی نے اس کو مختلف فیہ لکھا لیکن سب کا حاصل مقصد یہی تھا کہ اہل قبور چاہے وہ انبیاء ہوں، اولیاء ہوں یا عامۃ المسلمین، ان کے سننے کا اور ادراک کا انکار کیا جائے اور ایسی باتیں کہی اور لکھی جائیں کہ ملت اسلامیہ اہل قبور سے اپنا رشتہ عقیدت و محبت منقطع کر دے۔

■ مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک اور فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

"سوال: میت قبر میں سنتی ہے یا نہیں۔
جواب: اموات کے سننے میں علماء کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک سنتی ہیں۔ بعض کے نزدیک نہیں سنتی۔"

حوالہ:
"فتاویٰ رشیدیہ" از: مولوی رشید احمد گنگوہی، ناشر: مکتبہ تھانوی، دیوبند، صفحہ ۱۰۸

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے علمائے دیوبند کے سماع موتیٰ کے تعلق سے خیالات فاسدہ کا تعاقب فرمایا اور ان کے ہفوات کی دھجیاں اڑادیں، قرآن، حدیث اور ائمہ دین کے اقوال پر مشتمل دلائل قاہرہ کا انبار لگا دیا اور ثابت کر دیا کہ اموات کا سننا حق ہے بلکہ بعد انتقال ادراک سماع بڑھ جاتا ہے اس عنوان پر امام احمد رضا محدث بریلوی کی حسب ذیل کتابیں معلومات کا خزانہ حاصل کرنے کے لیے مطالعہ کرنا ضروری ہے۔

(۱) حیات الموات فی بیان سماع الاموات (۱۳۰۵ھ)
(۲) الوفاق المتین بین سماع الدفین و جواب الیمین (۱۳۱۶ھ)
(۳) مرتجیحی الاجابات لدعاء الاموات (۱۲۹۶ھ)
(۴) الاہلال بفیض الاولیاء بعد الوصال (۱۳۰۳ھ)

(۱۱) تنازعہ در سایۂ نبی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بے مثل پیدا فرمایا۔ یہاں تک کہ اپنے محبوب کا سایہ بھی نہ بنایا، حضور اقدس سرکار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے بے شمار معجزات اور خصائص میں یہ بھی ہے کہ آپ کے جسم اقدس کا سایہ نہ تھا۔ جسم اقدس کا سایہ نہ ہونے کے ثبوت میں کتب احادیث، کتب ائمہ متقدمین و متاخرین دلائل وشواہد سے مالا مال ہیں۔ لیکن عظمت رسول کے باغیوں نے اس بات کا انکار کیا۔ کیوں کہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام انبیاء ہماری مثل تھے نبی کو عام انسان پر قیاس کرتے ہیں جیسا کہ پچھلے صفحات میں آپ نے پڑھا۔ عام انسان کے جسم کا سایہ یقینی طور پر ہوتا ہے، اور نبی سے ہمسری کا دعویٰ کرنے والوں نے سرکار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اقدس کے بے سایہ ہونے کا انکار کیا۔ یہاں تک کہ جب علمائے دیوبند کے سامنے ایسی روایات حدیث پیش کی گئیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اقدس کا سایہ نہ تھا تو علمائے دیوبند نے ان روایات کا انکار کرنے کے ساتھ ہی اپنی جہالت کا اقرار بھی کیا۔ مثلاً:

■ مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک فتویٰ ملاحظہ ہو:

"سوال: سایۂ مبارک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پڑتا تھا یا نہیں اور جو ترمذی نے نوادر الاصول میں عبد الملک بن عبد اللہ بن وحید سے، انہوں نے ذکوان سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ نہیں پڑتا تھا۔ سند اس حدیث کی صحیح ہے یا ضعیف یا موضوع ارقام فرماویں۔
جواب: یہ روایت کتب صحاح میں نہیں اور نوادر کی روایت کا بندہ کو حال معلوم نہیں کہ کیسی ہے۔ نوادر الاصول حکیم ترمذی کی ہے نہ ابوعیسیٰ ترمذی کی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔"

حوالہ:
"فتاویٰ رشیدیہ" از: مولوی رشید احمد گنگوہی، ناشر: مکتبہ تھانوی، دیوبند، صفحہ: ۱۸۶

علاوہ ازیں دیوبندی مکتب فکر کے اصاغر علماء نے اپنی تقریروں اور تحریروں سے یہ

بات ثابت کرنے کی کوشش کی کہ جسم اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ تھا۔لیکن امام احمد رضا محدث بریلوی نے علمائے دیوبند کے اس فاسد نظریہ کا ایسا بلیغ رد فرمایا کہ وہ دم بخود رہ گئے۔ جسم اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا اس عنوان پر امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے کل تین کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ان کتب کو منظر عام پر آئے تقریباً ایک سو بیس سال کا عرصہ گزر چکا ہے لیکن دیوبندی مکتب فکر کے علماء جواب دینے سے آج تک عاجز اور قاصر رہے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک عاجز ہی رہیں گے۔

جسم اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ نہ ہونے کے ثبوت میں امام احمد رضا محدث بریلوی کی تصانیف کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) نفی الفئ عمن بنوره انار کل شئ (۱۲۹۶ھ)

(۲) هدی الحیران فی نفی الظل عن سیدالاکوان (۱۲۹۹ھ)

(۳) قمرالتمام فی نفی الظل عن سید الانام (۱۲۹۶ھ)

(۱۲) فتنۂ غیر مقلدیت

پوری ملت اسلامیہ اس بات پر متفق ہے کہ تقلید ضروری بلکہ واجب ہے لہٰذا ملت اسلامیہ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی ان چار مذہبوں میں منقسم ہے۔ائمہ مجتہدین نے قرآن و حدیث سے اجتہاد و استنباط کر کے فقہی مسائل متعین کر دیئے اور ایک ہزار سال سے بھی زائد عرصہ سے ملت اسلامیہ کے تمام افراد تقلید کے قائل ہیں لیکن ایک نیا فرقہ پیدا ہوا۔جو اپنے آپ کو ''اہل حدیث'' کہتا ہے اور تقلید کا انکار کرتا ہے۔اس فرقہ کا کہنا ہے کہ ہم کو کسی امام کی تقلید کرنے کی اس لئے ضرورت نہیں ہے کہ انہوں نے قرآن و حدیث سے ہی تو مسائل استنباط کیے ہیں یہ

کام تو ہم بھی کر سکتے ہیں۔قرآن و حدیث کیا صرف ائمہ اربعہ ہی سمجھ سکتے تھے؟ کیا ہم میں یہ صلاحیت نہیں؟ ارے! قرآن و حدیث سے تو ہر شخص مسئلہ کا استنباط کر سکتا ہے۔ہمیں کیا ضرورت ہے کسی کی تقلید کرنے کی بس اسی زعم باطل نے ان کو تقلید کا باغی بنا دیا اور انہوں نے فہم و صلاحیت و علم و عرفان کا فقدان ہونے کے باوجود اپنی عقل ناقص سے مسائل استنباط کرنے شروع کئے اور ملت اسلامیہ میں ایک عظیم فتنہ کھڑا کر دیا۔

دراصل غیر مقلدیت بھی قادیانیت کی طرح وہابیت کی ایک شاخ ہے غیر مقلدیت اور وہابیت کا ہمیشہ چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔امام الوہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب ''تقویۃ الایمان'' کی ابتداء میں ہی غیر مقلدیت کی ترغیب دی ہے۔

■ مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان کے مقدمہ میں صاف صاف لکھا ہے کہ:

''اور یہ جو عوام الناس میں مشہور ہے کہ اللہ اور رسول کے کلام کا سمجھنا بہت مشکل ہے۔اس کے لیے بڑا علم چاہیئے، ہم کو وہ طاقت کہاں کہ ان کا کلام سمجھیں؟ اور اس راہ پر چلنا بڑے بزرگوں کا کام ہے، ہماری کیا مجال کہ اس کے موافق چلیں بلکہ ہم کو یہی باتیں کفایت کرتی ہیں۔تو یہ بات غلط ہے۔''

پھر اسی صفحہ پر آگے لکھا ہے کہ:

''اور اللہ و رسول کے کلام کو سمجھنے کے لیے بہت علم نہیں چاہیئے کیوں کہ پیغمبر تو نادانوں کو راہ بتلانے اور جاہلوں کو سمجھانے اور بے علموں کو علم سکھانے آئے تھے۔''

حوالہ:

''تقویۃ الایمان''، مصنف: مولوی اسماعیل دہلوی، ناشر: دار السّلفیہ، بمبئی، صفحہ ۱۳

وہابیت کے کھیت کی پیداوار غیر مقلدین کو مندرجہ بالا عبارت کے ذریعہ قولاً پروان

چڑھانے کے ساتھ ساتھ مولوی اسماعیل دہلوی نے فعلاً بھی غیر مقلدیت کو تقویت پہنچائی ، چنانچہ مولوی اسماعیل دہلوی نے حنفی ہونے کے باوجود نماز میں ’’رفع یدین‘‘ شروع کیا تھا، جس کی شکایت حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تک پہنچی۔ اس وقت شاہ عبدالعزیز بہت ضعیف ہو چکے تھے لہٰذا آپ نے حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی سے فرمایا کہ مولوی اسماعیل سے کہہ دو کہ وہ رفع یدین نہ کریں۔ لیکن مولوی اسماعیل دہلوی نے خود اپنے بزرگوں کی بات نہ مانی۔ یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ، ’’حکایت اولیاء‘‘ (ارواح ثلٰثہ) از: مولوی اشرف علی تھانوی، ناشر: کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند کے صفحہ نمبر ۱۱۲ سے ۱۱۴ تک زیر حکایت نمبر ۲۷ درج ہے۔

مختصر یہ کہ فرقہ وہابیہ کی ایک نئی شاخ کی حیثیت سے فرقہ غیر مقلدیت نے اہل سنت کے علماء وعوام کو پریشان کر رکھا تھا۔ کئی اصولی اور فروعی مسائل کو انہوں نے الجھا دیا تھا۔ حالاں کہ وہابیت اور دیوبندیت میں گہرا تعلق تھا۔ کئی مسائل میں وہ وہابیوں سے اتفاق رکھتے تھے۔ مثلاً کتے کی طہارت کے غیر مقلدین بھی قائل ہیں اور مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی اشرف علی تھانوی بھی کتے کی طہارت کے قائل تھے، جس کی تفصیل اگلے صفحات میں آئے گی۔

غیر مقلدین کے اکابر علماء میں (۱) مولوی نذیر احمد دہلوی (۲) مولوی ثناء اللہ امرتسری (۳) نواب صدیق حسن خاں بھوپالی اور (۴) مولوی طیب عرب ساکن رامپور کے نام سرفہرست ہیں۔ غیر مقلدین نے کئی مسائل میں اہل سنت کے ساتھ اختلاف کیا جس کی تفصیل یہاں ممکن نہیں، صرف چند مسائل کا ذکر کر دیتا ہوں۔

- صحیح حدیث سے مسائل کی تخریج میں نئے نئے اصول بنائے۔
- دو نمازوں کو جمع کر کے ایک ساتھ پڑھنا۔
- دو ہاتھوں کے بجائے ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کا رواج عام کرنا۔
- کتے کو پاک کہنا۔

- غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا۔
- مرتدین سے نکاح کو جائز بتانا۔
- نماز جنازہ کی تکرار۔
- رفع یدین عام کرنا۔
- امام ابو یوسف کی طرف غلط مسائل منسوب کرنا۔
- ختم تراویح میں ۱۱۴ مرتبہ بسم اللہ بالجہر پڑھنا۔ وغیرہ۔

مذکورہ چند مسائل کے علاوہ کئی مسائل کو انہوں نے الجھایا۔ مکتب فکر دیوبند اپنے حنفی ہونے کا دعویٰ بڑے زور وشور سے کرتے تھے لیکن غیر مقلدین کے فقہ حنفی پر کیے جانے والے حملے کا جواب دینا تو درکنار در پردہ ان کی حمایت ونصرت کرتے تھے کیوں کہ علم غیب انبیاء و اولیاء، ختم النبوت وغیرہ اصولی مسائل میں وہ غیر مقلدین سے اتفاق رکھتے تھے۔ وہابیت اور غیر مقلدیت نے ایک دوسرے کی نصرت اور اعانت کا باہمی سمجھوتہ کر لیا تھا۔

لیکن ملت اسلامیہ کے سچے ہمدرد اور دین کے مجدد اعظم یعنی امام احمد رضا محدث بریلوی نے اپنے قلم سے ذوالفقار حیدری کے جوہر دکھاتے ہوئے فرقۂ غیر مقلدین کا ایسا رد بلیغ کیا ہے کہ وہ قیامت تک امام احمد رضا محدث بریلوی کی کسی ایک کتاب کا بھی جواب نہ دے سکیں گے۔ (انشاءاللہ)

فرقۂ غیر مقلدین کے رد میں امام احمد رضا کی مندرجہ ذیل تصانیف میری ناقص معلومات میں ہیں جو حسب ذیل ہیں:

(۱) الفضل الموهبی فی معنی اذا صح الحدیث فهو مذهبی (۱۳۱۳ھ)
(۲) النهی الاکید عن الصلوٰة وراء عدی التقلید (۱۳۰۵ھ)
(۳) النیر الشهابی علی تدلیس الوهابی (۱۳۰۹ھ)

(٤) اطائب الصیب علیٰ ارض الطیب (١٣١٩ھ)

(٥) حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین (١٣١٣ھ)

(٦) سلب الثلب عن القائلین بطهارة الكلب (١٣١٢ھ)

(٧) صمصام حدید برکولی بے قید عدو تقلید (١٣٠٥ھ)

(٨) اجلی النجوم رجم بر ایڈیٹر النجم (١٣٣٧ھ)

(٩) چابك لیث بر اهل حدیث (١٣٢٦ھ)

(١٠) السهم الشهابی علیٰ خداع الوهابی (١٣٢٥ھ)

(١١) رادع التعسف عن الامام ابی یوسف (١٣١٨ھ)

(١٢) اظهار الحق الجلی (١٣٢٠ھ)

(١٣) ازالة العار بجحر الكرائم عن كلاب النار (١٣١٦ھ)

(١٤) النهی الحاجز عن تكرار صلاة الجنائز (١٣٢٥ھ)

(١٥) اصلاح النظیر (١٣٢١ھ)

(١٦) البرق المخیب علیٰ بقاع طیب (١٣٢٠ھ)

(١٧) معارك الجروح علی التوهب المقبوح (١٣٢٠ھ)

(١٨) الاسئلة الفاضلة علی الطوائف الباطلة (١٣١٣ھ)

(١٩) پردہ در امرتسری (١٤٢٦ھ)

(٢٠) الروض البهیج فی آداب التخریج (١٢٩٩ھ)

(٢١) صفائح اللجین فی كون التصافح بكفی الیدین (١٣٠٦ھ)

(٢٢) انتصار الهدیٰ من شعوب الهویٰ (١٣١٢ھ)

(٢٣) اكمل البحث علیٰ اهل الحدث (١٣٢١ھ)

(۱۳) کرنسی نوٹ کا فتنہ

خرید وفروخت یہ دونوں ایسے فعل ہیں کہ ہر شخص کو ان سے روزانہ سابقہ پڑتا ہے۔ خرید وفروخت میں قیمت کا لین دین ہوتا ہے لیکن یہ لین دین کا طریقہ ہر دور میں بدلتا آیا ہے۔ ہمارا معاشرہ ضرورت کے تحت لین دین کے قوانین وطور طریقہ میں ترمیم وتبدیلی لے کر آیا ہے۔ لیکن اس میں ایک اہم بات کی سختی سے پابندی کی جاتی ہے کہ کوئی بھی تجارتی معاملہ اسلامی قوانین کے خلاف نہ ہو۔

خرید وفروخت کے مسائل بہت ہی وسیع ہیں جن کی تفصیلی گفتگو یہاں پر ممکن نہیں لیکن قارئین کی تفہیم کے لیے صرف اتنا بتانا ہی ضروری ہے کہ آج خرید وفروخت ''مبیع وثمن'' کے تحت کی جاتی ہے یعنی کہ مال کے بدلے مال۔ لیکن اس کے طریقے ہر زمانہ میں الگ الگ تھے مثلاً صدیوں پہلے یہ طریقہ تھا کہ زید نے پندرہ مرغیوں کے عوض اپنی ایک بکری کو فروخت کیا۔ یا یہ ہوتا تھا کہ زید نے بکر کو پانچ سیر چاول دیئے اور اس کے عوض میں بکر نے زید کو بارہ سیر گیہوں دیئے۔ اسی طریقہ سے یعنی مال کے بدلے مال کے طریقے پر ہر معاملہ طے ہوتا تھا۔ رفتہ رفتہ پھر اس میں تبدیلی آئی اور کرنسی سکے وجود میں آئے لیکن جو کرنسی سکے رائج ہوئے وہ بھی ''مال کے بدلے مال'' کے اصول کے تحت عمل میں آئے تھے یعنی اس سکے کی خود اپنی حیثیت بھی ایک مال کی تھی، یعنی کہ اس سکہ کو بطور کرنسی استعمال کیا جائے یا بطور مال استعمال کیا جائے دونوں صورتوں میں اس کی قیمت میں کوئی فرق نہیں آتا تھا کیوں کہ ان سکوں میں اتنی چاندی یا سونا ہوتا تھا کہ جو خود ایک مال کی حیثیت رکھتا تھا۔ مثلاً ایک شخص بازار میں گیا اور اس نے ایک روپیہ کا سکہ بطور کرنسی استعمال کیا اور ایک روپیہ کی قیمت کا کوئی مال خریدا لیکن اگر کوئی شخص اس ایک روپیہ کے سکہ کو توڑ کر باریک چورا بنا ڈالے پھر بھی اس کی قیمت ایک روپیہ ہوتی تھی

کیوں کہ اس سکہ میں اتنی چاندی یا سونا تھا کہ اس کی قیمت ایک روپیہ ہوتی تھی۔

المختصر! کرنسی سکوں (Coins) میں بھی مال کے عوض مال کا طریقہ مروج تھا۔ اس زمانہ میں جو ایک روپیہ کا سکہ تھا اس کی حیثیت یہ تھی کہ چاہے اسے بطور کرنسی استعمال کرو چاہے اسے توڑ پھوڑ کر بطور مال استعمال کرو، دونوں صورتوں میں اس کی قوت خریداری (Parchase Power) یکساں باقی رہتی تھی۔ لیکن جب کاغذ کے کرنسی نوٹ رائج ہوئے تو یہ حالت تھی کہ اگر ایک روپیہ کا نوٹ بطور کرنسی استعمال کیا جائے تو اس کی قوت خرید ایک روپیہ ہے لیکن اگر اس نوٹ کے ٹکڑے کر دیئے جائیں تو پھر اس کی کوئی قیمت باقی نہیں رہتی یعنی کہ کرنسی نوٹ کا جو کاغذ تھا اس کاغذ کی بطور کرنسی خرید روپیہ ضرور تھی، لیکن اس کاغذ کی بطور مال قیمت ایک پائی بھی نہ تھی۔ لہٰذا اس نوٹ کا استعمال کرنا شرعی اعتبار سے کیسا ہے؟ اس نوٹ سے خرید وفروخت اور دیگر معاملات کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ یہ جاننے کے لیے لوگوں نے علماء سے رجوع کیا۔ دیوبندی مکتب فکر کے علماء نے کرنسی نوٹ کے تعلق سے ایسے ایسے فتوے دیئے کہ لوگوں کا جینا بھی دشوار ہو جائے۔ مثلاً:

■ مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک فتویٰ ملاحظہ ہو:

''سوال: نوٹ کی خرید وفروخت کمی یا زیادتی پر جائز ہے یا نہیں، بالتفصیل ارقام فرماویں۔

جواب: نوٹ کی خرید وفروخت برابر قیمت پر بھی درست نہیں مگر اس میں حیلہ حوالہ ہوسکتا ہے اور بحیلہ عقد حوالہ کے جائز ہے مگر کم زیادہ پر بیع کرنا ربا اور ناجائز ہے، فقط۔''

حوالہ:

''فتاویٰ رشیدیہ'' از: مولوی رشید احمد گنگوہی، ناشر: مکتبہ تھانوی، دیوبند، صفحہ ۴۹۰

مذکورہ بالا فتوے کو بغور پڑھیئے۔ نوٹ کی خرید وفروخت کو برابر قیمت پر بھی نادرست کہا جا رہا ہے لیکن نادرست ہونے کی وجہ کیا ہے؟ یہ تو شاید گنگوہی صاحب کے علم میں بھی نہ ہوگا۔ پھر آگے حیلہ حوالہ کی بے جوڑ بات لکھی اور آخر میں کم زیادہ پر بیع کرنے کو سود اور ناجائز لکھا۔ مسئلہ اس طرح الجھایا کہ سوال پوچھنے والا تو یقیناً جواب کو سمجھے گا ہی نہیں بلکہ خود جواب دینے والا بھی نہ سمجھ سکا کہ میں کیا جواب لکھ رہا ہوں اور جو جواب لکھ رہا ہوں اس کا مطلب و معنی کیا ہے؟

■ مولوی اشرف علی تھانوی کا ایک سنسنی خیز فتویٰ ملاحظہ فرمایئے اور تھانوی صاحب کی علمی وعقلی صلاحیت کا جائزہ لیجئے:

''واقعہ: ایک صاحب نے دریافت کیا کہ کسی نے چاندی خریدی اور بائع کو نوٹ دیا۔

ارشاد: یہ جائز نہیں، اس لیے کہ ثمن مبیع کا دست بدست ہونا شرط ہے اور نوٹ روپیہ نہیں ہے بلکہ یوں کرنا چاہیئے کہ پہلے کہیں سے یا خود بائع سے نوٹ کا روپیہ لے لے اور وہ روپیہ قیمت میں دے دے۔''

حوالہ:

(۱) ''حسن العزیز'' مرتبہ: مولوی محمد یوسف بجنوری، ناشر: مکتبہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون (یوپی) جلد۳، حصہ۱، قسط۱۲، صفحہ ۱۲۵

(۲) ''کمالات اشرفیہ'' (۱۹۹۵ء) ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون (یوپی) باب۱، ملفوظ ۶۱۱، صفحہ ۱۴۶

مذکورہ بالا فتویٰ میں تھانوی صاحب نے کیسا انوکھا طرز اپنایا کہ پہلے تو یہ بتانا کہ نوٹ کے عوض چاندی نہیں خرید سکتے اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ نوٹ روپیہ نہیں اور ثمن مبیع کا دست بدست ہونا شرط ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ روپیہ یعنی کہ کرنسی سکہ میں مال ہونے کی وجہ سے

چاندی خریدنے کی صلاحیت ہے لیکن کرنسی نوٹ میں وہ صلاحیت نہیں لہٰذا یہ کرنا چاہئے کہ نوٹ کو سکوں میں تبدیل کر لینا چاہئے پھر ان سکوں کو چاندی کے عوض دینا چاہئے تا کہ مال کے عوض مال ہو جائے لیکن تھانوی صاحب نے یہ نہ دیکھا کہ جس کرنسی نوٹ سے چاندی خریدنا جائز نہیں تو سکہ (جو خود مثل چاندی کے مال ہے) خریدنا جائز کیسے ہو جائے گا؟

دوسری بات یہ کہ تھانوی صاحب کے الفاظ ''وہ روپیہ قیمت میں دیدے'' پر آپ غور فرمائیے۔ فرض کرو کہ کسی کو ۲۵؍تولہ سونا خریدنا ہے تو وہ کیا کرے؟ تھانوی صاحب کے فتوے کے مطابق وہ ۲۵؍تولہ سونے کی اوسط قیمت فی تولہ تقریباً پانچ ہزار کے حساب سے ایک لاکھ پچیس ہزار روپیہ کی ریز گاری حاصل کرے اور پھر اس ریز گاری کو سونے کی قیمت میں ادا کرے بھلا یہ کب ممکن ہے۔ اول تو سوالاکھ روپیہ کی ریز گاری حاصل کرنا ہی غیر ممکن بات ہے اور اگر حاصل کر بھی لی تو اس کو اٹھانا اور منتقل کرنا بھی سخت دشوار مرحلہ ہے۔ مزدوروں کے ذریعہ ٹھیلہ یا بیل گاڑی پر لاد کر سنار کی دوکان تک کوئی جواں مرد لے جانے کی بہادری دکھا بھی دے تو اس رقم کو گننا دوکاندار منظور نہیں کرے گا اور مان بھی لو کہ اگر دوکاندار نے سوالاکھ روپیہ کی ریز گاری شمار کرنے کے لیے کسی کو اجرت پر بلا کر گنوا بھی لیا۔ پھر بھی کام نہیں بنے گا۔ کیوں کہ اگلے زمانہ میں جو کرنسی کا سکہ تھا وہ چاندی کا ہوتا تھا۔ اس میں اس سکہ کی قیمت جتنی رقم کی چاندی ہوتی تھی۔ اس سکہ کو توڑ مروڑ کر، باریک چورا کر دینے کے باوجود اس کی قوت خریداری زائل نہیں ہوتی تھی لیکن موجودہ زمانہ میں جو کرنسی کا سکہ ہے وہ چاندی کا نہیں بلکہ ہلکی کوالٹی کے مٹیریل سے بنا ہوا ہوتا ہے جس کی کرنسی کے اعتبار سے جو قیمت ہے اتنی قیمت اس سکہ میں استعمال شدہ دھات کے مٹیریل کی نہیں۔ لہٰذا اس دور میں تھانوی صاحب کا مذکورہ فتویٰ کالعدم ہو جائے گا۔

■ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا ایک عجیب وغریب فتویٰ نوٹ کے تعلق سے

ملاحظہ فرمائیے:

''واقعہ: ایک صاحب نے سوال کیا کہ زکوٰۃ میں کسی نے نوٹ دیا تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ اس پر حضرت نے فرمایا:
ارشاد: یہ دیکھنا چاہئے کی نوٹ کی حقیقت کیا ہے۔ حقیقت یہ کہ نوٹ مال نہیں ہے بلکہ سند مال ہے۔ جب مال نہیں تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔''

حوالہ:

''حسن العزیز'' مرتبہ: مولوی محمد یوسف بجنوری، ناشر: مکتبہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون (یوپی) جلد۳، حصہ۲، قسط۱۳، صفحہ۲۰۴

لیجئے! سنئے! تھانوی صاحب نے بات کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔ مطلق فتویٰ دیا کہ نوٹ سے جو زکوٰۃ دی جائے گی وہ ادا نہ ہوگی تو کیا جن لوگوں نے آج تک نوٹ سے زکوٰۃ ادا کی ان کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی اور جو لوگ فی الحال نوٹ سے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور قیامت تک جو لوگ نوٹ سے زکوٰۃ ادا کریں گے ان کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی؟ خیر! نوٹ کے تعلق سے علمائے دیوبند کے مضحکہ خیز نظریات پر بہت کچھ کہا اور لکھا جا سکتا ہے، ان مذکورہ عبارات کے علاوہ ایسی کئی عبارتیں دیوبندی مکتب فکر کے لٹریچر میں موجود ہیں، جن پر کامل طور سے تبصرہ کرنے سے ایک ضخیم کتاب وجود میں آسکتی ہے۔

حاصل کلام یہ کہ علمائے دیوبند کے کرنسی نوٹ کے تعلق سے جو نظریات وتخیلات تھے اس سے ملت اسلامیہ میں سخت تشویش پھیل گئی تھی۔ عوام تو عوام اہل علم حضرات بھی شش وپنج میں تھے کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے؟ یہاں تک کہ علماء حرمین شریفین بھی اس مسئلہ میں اپنا موقف بیان نہیں کر سکتے تھے۔ حتیٰ کہ مکہ معظّمہ کے مفتی احناف حضرت مولانا جمال بن عبداللہ نے بھی اس مسئلہ کا کما حقہ شرعی حکم بیان کرنے سے اپنا عذر اس طرح بیان فرمایا کہ ''اَلْعِلْمُ

اَمَانَةٌ فِیْ اَعْنَاقِ الْعُلَمَاءِ ''یعنی کہ علم علماء کی گردنوں میں امانت ہے یعنی کہ وہ علماء دفن ہو چکے۔

۱۳۲۳ھ میں امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان جب حرمین شریفین گئے اور وہاں پر آپ نے علم غیب کے مسئلہ پر ایک تاریخی کتاب ''الدولۃ المکیۃ'' تصنیف فرمائی تو حرم شریف کے علماء نے بھی آپ کی علمی جلالت کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کیا اور آپ کا چرچا بحیثیت فقیہ اعظم حرم شریف کے علماء میں عام تھا۔ آپ کی شان علمیت سے متاثر ہو کر حضرت مولانا عبداللہ مراد اور حضرت مولانا محمد احمد جداوی نے نوٹ کے تعلق سے بارہ سوالات پر مشتمل ایک استفتاء اعلیٰ حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اس کا ایسا مفصل عالمانہ جواب دیا کہ علمائے مکہ حیرت زدہ رہ گئے اور پوری دنیائے اسلام کے علماء عش عش کر اٹھے۔

اس مسئلہ میں فقہ کی معتبر کتاب ''فتح القدیر'' سے امام احمد رضا کے نقل کردہ جزئیہ ''لَوْ بَاعَ قِرْطَاسًا بِاَلْفٍ یَجُوْزُ وَلَا یُکْرَہ'' کو دیکھ کر مکہ معظّمہ کے مفتی حنفیہ حضرت مولانا مفتی عبداللہ بن صدیق مچل گئے اور یہ پکار اٹھے کہ ''اَیْنَ جَمَالُ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ مِنْ ھٰذَا النَّصِّ الصَّرِیْحِ'' یعنی کہ حضرت جمال بن عبداللہ اس نص صریح یعنی کہ صاف دلیل سے کہاں غافل رہ گئے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے نوٹ کے مسئلہ پر ''کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم'' میں علم کے دریا بہا دیئے اور مخالفین کے تمام باطل نظریات کی دھجیاں اڑانے کے ساتھ ساتھ اس مسئلہ کا صحیح اسلامی حکم کتب معتبرہ کے دلائل کی روشنی میں مرقوم فرما کر تمام شبہات کا ازالہ فرما دیا۔

کرنسی نوٹ کے تعلق سے امام احمد رضا کی مندرجہ ذیل تصانیف میری ناقص معلومات میں ہیں۔

(۱) کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم (۱۳۲۴ھ)

(۲) الذیل المنوط لرسالۃ النوط (۱۳۲۹ھ)

(۳) کاسر السفیہ الواھم فی ابدال قرطاس الدراھم (۱۳۲۹ھ)

(۱۴) فتنۂ متنازعہ درباب ایمان ابوین کریمین

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا پھر اس نور کو حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشانی میں رکھا۔ وہاں سے وہ نور منتقل ہو کر حضرت حوا علی ابنھا وعلیہا الصلوٰۃ والسلام کے شکم اطہر میں جلوہ گر ہوا۔ پھر قرناً بعد قرن وہ نور مقدس پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتا ہوا حضرت عبداللہ کی پیشانی میں اور پھر وہاں سے حضرت آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے شکم اطہر میں جلوہ گر ہوا اور بعدہ اپنے ظہور ظاہری سے پوری کائنات کو منور فرمایا۔ یعنی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آباء و اجداد اور امہات میں حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ سے لے کر حضرت آدم اور حضرت حوا تک جتنے بھی مرد اور عورت تھے وہ تمام کے تمام موحد، مؤمن تھے اور کفر و شرک کی نجاست سے پاک وصاف تھے۔ احادیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس عنوان پر کافی تعداد میں موجود ہیں اور یہی عقیدہ ابتدائے اسلام سے آج تک ملت اسلامیہ میں رائج ہے۔

لیکن فرقہ وہابیہ نجدیہ کے اکابر علماء نے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان کا انکار کیا اور معاذ اللہ ان نفوس قدسیہ کی ذات پاک سے کفر منسوب کیا۔ گستاخی رسول میں علمائے دیوبند اتنے بیباک ہو گئے تھے کہ انہوں نے رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ماں باپ کی شان میں بھی گستاخی کی۔

■ فرقہ وہابیہ کے امام ربانی اور مقتدا مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک فتویٰ قارئین کی خدمت میں پیش ہے:

''سوال: ہمارے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین مسلمان تھے یا نہیں؟

جواب: حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان میں اختلاف ہے۔ حضرت امام صاحب کا مذہب یہ ہے کہ ان کا انتقال حالت کفر میں ہوا ہے۔ فقط۔''

حوالہ:

''فتاویٰ رشیدیہ'' از: مولوی رشید احمد گنگوہی، ناشر: مکتبہ تھانوی، دیوبند، صفحہ ۱۰۴

حضور اقدس تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو اتنی بیباکی سے مولوی رشید احمد گنگوہی نے ''کافر'' کہہ دیا۔ نہ کوئی دلیل وجہ کفر کی بتائی، نہ کسی معتبر کتاب کا حوالہ اور نہ ہی امام اعظم کا اس تعلق سے کوئی قول نقل کیا بلکہ صرف اتنا لکھ دیا کہ ''حضرت امام صاحب کا مذہب یہ ہے'' افسوس تو اس بات کا ہوتا ہے کہ علماء دیوبند نے معظمان دین کی تکفیر کو کتنے سہل انداز میں لیا اور جب دشمنان دین کی تکفیر کا معاملہ آیا، تو ان دشمنان دین کا دفاع کیا، مثلاً:

■ مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک فتویٰ ملاحظہ ہو:

سوال: یزید کہ جس نے امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا ہے وہ یزید آپ کی رائے شریف میں کافر ہے یا فاسق؟

جواب: کسی مسلمان کو کافر کہنا مناسب نہیں، یزید مؤمن تھا بسبب قتل کے فاسق ہوا۔ کفر کا حال دریافت نہیں۔ کافر کہنا جائز نہیں کہ وہ عقیدہ قلب پر موقوف ہے۔''

حوالہ:

''فتاویٰ رشیدیہ'' از: مولوی رشید احمد گنگوہی، ناشر: مکتبہ تھانوی، دیوبند، صفحہ: ۵۰

دشمن اسلام یزید پلید کہ جس نے شہزادۂ رسول حضرت سیدنا امام حسین کو شہید کروایا اور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب اطہر کو سخت تکلیف پہنچائی وہ یزید علمائے دیوبند کے لیے قابل دفاع ہے۔ یزید کو برا بھلا کہنے سے روکا جارہا ہے۔ یزید کو مومن کہہ کر پھر یہ وضاحت کی جارہی ہے کہ اس کے کفر کا حال معلوم نہیں۔ تو کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے کفر کا حال مولوی رشید احمد گنگوہی کو معلوم تھا؟ یزید کے لیے یہاں تک لکھا کہ ''کافر کہنا جائز نہیں'' لیکن نبی کے ماں باپ کو بے دھڑک کافر کہہ دیا تو کیا یہ جائز ہے؟ مزید برآں کہ یزید کی حمایت کرتے ہوئے مولوی رشید احمد گنگوہی نے آخری جملہ یہ لکھا کہ ''وہ عقیدہ قلب پر موقوف ہے'' یعنی کہ دل کے عقیدے کا اعتبار بتایا جارہا ہے۔ جب یزید کا معاملہ آیا تو یزید کی موافقت وحمایت کے لیے دل کے عقیدے کا پہلو ڈھونڈھ نکالا، اگر واقعی مولوی رشید احمد گنگوہی اور دیگر علمائے دیوبند اتنے محتاط تھے تو پھر ملت اسلامیہ کے کروڑوں افراد پر شرک کے اتنے سارے فتوے کیوں تھوپ دیئے۔ یا رسول اللہ کہنے والا کافر، درود تاج پڑھنے والا مشرک، غلام محی الدین نام رکھنے والا مشرک، سہرا باندھنے والا مشرک، اولیاء وانبیاء سے استعانت کرنے والا مشرک، الغرض ملت اسلامیہ پر بے شمار کفر اور شرک کے فتوے دیتے وقت تو دل کے عقیدے کا لحاظ نہیں کیا۔ حد تو یہ ہوئی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ماں باپ پر کفر کا الزام عائد کرتے وقت بھی دل کے عقیدہ کا قطعاً لحاظ نہ کیا لیکن گنگوہی صاحب کو حضرت یزید کا جب معاملہ آیا تو اب گنگوہی صاحب شان احتیاط دکھا رہے ہیں کہ خبردار! کسی مسلمان کو کافر کہنا جائز نہیں اور یزید صاحب تو ''مومن'' ہیں۔ قارئین خود فیصلہ کریں کہ کچھ تو ہے کہ جس کی پردہ داری ہے۔

■ وہابی تبلیغی جماعت کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے کہا کہ:

''حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کے بارے میں گفتگو کرنے کو بہت

''خطرناک سمجھتا ہوں اور ظاہر ہے کہ کسی کے والدین کو یہ کہنا کہ یہ بدمعاش کافر تھے اس سے اولاد کو طبعی رنج ہوتا ہے۔اس قاعدہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی رنج ہوتا ہوگا۔''

حوالہ:

''الکلام الحسن'' ضبط کردہ، مولوی محمد حسن امرتسری، ناشر: مکتبہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون قسط ۹، ملفوظ ۱۲، صفحہ ۱۰

تھانوی صاحب کے جملے کتنے خطرناک ہیں اس کا اندازہ قارئین لگائیں۔تھانوی صاحب نے کہا کہ اگر کسی کے والدین واقعی بدمعاش کافر ہوں پھر بھی اولاد کو برا لگے گا اس لئے ان کو کافر بدمعاش نہیں کہیں گے حالاں کہ واقعی وہ بدمعاش کافر تھے۔یہ قاعدہ بیان کرنے کے بعد اس قاعدہ کو تھانوی صاحب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے لیے قیاس کرتے وقت کہ معاذ اللہ وہ بھی کافر تھے لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رنج نہ ہو اس لیے ہم ان کو کافر نہیں کہیں گے۔جس کا مطلب صاف ہے کہ گنگوہی صاحب کی طرح مولوی اشرف علی تھانوی بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو کافر ہی سمجھتے ہیں لیکن حضور کا لحاظ کرتے ہوئے والدین کے بارے میں گفتگو کرنے کو بہت خطرناک جانتے تھے۔یعنی کہ تھانوی صاحب کہہ لینے کے باوجود بھی اپنے زعم میں کچھ بھی نہیں کہا کا اطمینان رکھتے ہیں ذرا تھانوی صاحب کے الفاظ تو دیکھو تمثیل میں صرف کافر ہی نہیں کہا بلکہ ''بدمعاش کافر'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔

والدین کریمین کے ایمان کے تعلق سے ایک استفتاء امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدمت میں آیا آپ نے والدین کریمین (علی ابنہما وعلیہما الصلوٰۃ والسلام) کے موحد اور مؤمن ہونے کے ثبوت میں قرآن، حدیث، تاریخ، وسیر کی معتبر ومستند

کتب کے حوالوں سے وہ دلائل قاہرہ ارقام فرمائے جن کو پڑھ کر ایک مومن کا ایمان تازہ اور دل باغ باغ ہوجائے گا۔اور مخالفین واحسرتاہ کہہ کر اپنے سروں پر خاک ڈالیں گے۔اس تاریخی تصنیف کا نام ہے:

(۱) شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام (۱۳۱۵ھ)

(۱۵) تبرکات کی تعظیم کا تنازعہ

انبیائے کرام اور اولیائے عظام کے آثار مقدسہ و تبرکات مثلاً جبہ شریف، موئے مبارک، ٹوپی، چھڑی، نعلین شریفین، ملبوسات وغیرہ کی ایک خصوصی نسبت ان نفوس قدسیہ سے ہونے کی وجہ سے ان تبرکات کی ملت اسلامیہ نے بڑی ہی قدر و تعظیم کی ہے۔اور تبرکات سے بے شمار فوائد و برکات حاصل کرتے آئے ہیں۔تبرکات کی زیارت کرنے سے صاحب تبرک کی شان عظمت عیاں ہوتی ہے اور زائرین کے دلوں میں صاحب تبرک بزرگ کی عظمت ومحبت پختہ ہوتی ہے۔بزرگوں کے تبرکات کو اپنے پاس حفاظت سے رکھنا، اس کا ادب کرنا، اس کی زیارت کرنا کرانا، اس کے توسل سے دعا کرنا، فیض و برکت حاصل کرنا وغیرہ سلف صالحین میں ابتدائے اسلام سے رائج اور معمول تھا لیکن ہر وہ کام جس سے انبیاء واولیاء کی عظمت کا پرچم لہرائے۔ان تمام افعال کو دیوبندی مکتب فکر کے اکابر علماء نے ممنوع قرار دیا۔اور لوگوں کو بزرگان دین کے تبرکات کی زیارت کرنے سے روکا۔مثلاً:

■ وہابی تبلیغی جماعت کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ:

''کہیں کہیں جبہ شریف یا موئے شریف پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی اور بزرگ کا مشہور ہے۔اس کی زیارت کے لیے یا تو ایسی جگہ جمع ہوتے ہیں یا ان

لوگوں کو گھروں میں بلا کر زیارت کرتے ہیں۔ اور زیارت کرانے والوں میں عورتیں بھی ہوتی ہیں اول تو ہر جگہ ان تبرکات کی سند نہیں اور اگر سند بھی ہو تب بھی جمع ہونے میں بہت خرابیاں ہیں۔''

حوالہ:

''بہشتی زیور'' مصنف: مولوی اشرف علی تھانوی، ناشر: ربانی بک ڈپو، دہلی، جلد ۶، صفحہ ۳۸۶

■ تبرکات کے تعلق سے مولوی اشرف علی تھانوی کا ایک ملفوظ ملاحظہ ہو:

''اسی طرح بزرگوں کے تبرکات کے ساتھ مجھ کو شغف نہیں مثلاً کرتہ وغیرہ یہ خیال ہوتا ہے کہ اس میں کیا رکھا ہے۔''

حوالہ:

(۱) ''کمالات اشرفیہ'' ملفوظات مولوی اشرف علی تھانوی، ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون، باب ۱، ملفوظ ۱۰۰۴، صفحہ ۲۵۱

(۲) ''حسن العزیز'' از: خواجہ عزیز الحسن، ناشر: مکتبہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون، جلد ۱، حصہ ۴، قسط ۱۹، ملفوظ ۶۳۴، صفحہ: ۱۴۷

بزرگان دین کے تبرکات کے ساتھ مولوی اشرف علی تھانوی کو شغف نہیں تھا۔ اس کی وجہ خود تھانوی صاحب نے یہ بیان کی کہ ''اس میں کیا رکھا ہے'' یہ جملہ تبرکات کی اہمیت گھٹانے اور تبرکات کی تحقیر وتذلیل کرنے کی نیت بد کا بین ثبوت ہے۔

■ امام الوہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب ''تقویۃ الایمان'' کے باب اول میں ''عبادت کے اعمال اور شعائر اللہ کے ساتھ خاص ہیں'' عنوان کے تحت بزرگان دین کے آستانہ کے کنوئیں کے پانی کو متبرک سمجھ کر پینا بھی شرک لکھا ہے:

''اور اس کے کنوئیں کے پانی کو متبرک سمجھ کر پینا، بدن پر ڈالنا، آپس میں بانٹنا، غائبوں کے واسطے لے جانا... اس قسم کی باتیں کرے تو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے۔''

حوالہ:

''تقویۃ الایمان'' مصنف: مولوی اسماعیل دہلوی، ناشر: دار السلفیہ، بمبئی، صفحہ ۲۴

مختصر یہ کہ دیوبندی مکتب فکر کے علماء نے ملت اسلامیہ کا بزرگان دین کے ساتھ رشتہ عقیدت کاٹنے کی غرض سے بزرگان دین کے تبرکات کا ادب واحترام ختم کرنے کے لیے طرح طرح کے ہتھکنڈے اپنائے۔ تبرکات کی زیارت کرنے اور ان تبرکات کو باعث برکت ماننے کو گناہ بلکہ شرک تک کہہ دیا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے تبرکات بزرگان دین کے دشمنوں کا تعاقب فرمایا اور آثار مقدسہ کی تعظیم، اہمیت اور اس سے حصول برکت کے جواز میں قرآن، حدیث اور اقوال وافعال اولیاء وصالحین سے ایسے قوی دلائل مرقوم فرمائے کہ مخالفین مبہوت وساکت ہو گئے۔

اس عنوان پر امام احمد رضا کی تصانیف حسب ذیل ہے۔

(۱) بدرالانوار فی آداب الآثار (۱۳۲۶ھ)

(۲) أبرّ المقال فی استحسان قبلة الاجلال (۱۳۰۸ھ)

(۱۶) فتنۂ آریہ (شدھی کرن)

انیسویں صدی عیسوی کا ابتدائی زمانہ ہندوستانی مسلمانوں کے لیے سخت مصیبت و آزمائش کا زمانہ تھا ایک طرف سے اسلام کے نام پر وہابی، غیر مقلد و دیگر فرقہائے باطلہ مسلمانوں کے ایمان چھین رہے تھے تو دوسری طرف سے شدھی والے مسلمانوں کے ایمان کو

تباہ و برباد کر رہے تھے اس دور کے نام نہاد سیاسی مسلم لیڈر ''ہندو مسلم بھائی بھائی'' کا نعرہ لگا کر اتحاد کی تحریک چلا رہے تھے اور اپنی اس تحریک کو مؤثر بنانے کے لیے خود تو افعال کفریہ و شرکیہ میں ملوث ہوئے ہی اور ساتھ میں قوم مسلم کو بھی ان افعال شنیعہ، کفریہ، شرکیہ کی ترغیب دی مثلاً: قشقہ لگانا، مشرکین کی جے پکارنا، ان کی ارتھی کو کندھا دینا اور مرگھٹ تک لے جانا، وید اور قرآن کو ایک ترازو میں رکھ کر دونوں کو یکساں و حق کہنا وغیرہ وغیرہ۔ مشرکین کو خوش کرنے کے لیے نام نہاد مسلم لیڈروں نے سب کچھ کر ڈالا یہاں تک کہ اپنے ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔ لیکن مشرکین نے در پردہ مذہب اسلام پر اپنے حملے جاری رکھے، سوامی دیانند سرسوتی نے ''ستیارتھ پرکاش'' نام کی ایک کتاب لکھی اور اس میں قرآن شریف کی آیتوں کو ناقص نقل کر کے توڑ مروڑ کر خود ساختہ تراجم اور مفہوم بیان کیے اور قرآن کے آسمانی کتاب ہونے سے انکار کیا اور مذہب اسلام کی حقانیت کو للکارا۔ سوامی دیانند سرسوتی اور اس کے خاص چیلے یعنی کہ سوامی شردھانند نے ملک بھر میں تقریری دورے کیے اور قرآن کی آیتوں کے غلط تراجم اور مفہوم بیان کر کے مسلمانوں کے ایمان میں تزلزل پیدا کیا اور لاکھوں کی تعداد میں بھولے بھالے مسلمانوں نے اس کے دام فریب کا شکار ہو کر اسلام سے منحرف ہو کر آریہ مذہب اپنا لیا۔ مسلمانوں کو مرتد بنانے کی اس تحریک کا نام ''شدھی کرن'' رکھا گیا تھا۔ دیانند سرسوتی کی کتاب ''ستیارتھ پرکاش'' کا طرز بیان اتنا خطرناک ہے کہ اگر کوئی کم پڑھا لکھا اور کمزور عقیدے کا کوئی شخص اسے پڑھے تو وہ اپنے اسلامی اعتقاد سے پھسل جائے۔ علاوہ ازیں ''شدھی'' کا پرچار کرنے والے پنڈتوں کی جادو بیانی نے زہر قاتل کا کام کیا اور نتیجتاً کل چھ لاکھ مسلمان مرتد ہو کر آریہ ہو گئے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی ان حالات کو دیکھ کر بھڑک اٹھے اور ایک مرد مجاہد کی شان سے آریوں کے مقابلہ میں میدان عمل میں آئے۔ مسلمانوں کے ایمان کے تحفظ کے لیے تحریر و

تقریر دونوں پہلوؤں سے نمایاں کردار ادا کیا۔ ''ستیارتھ پرکاش'' کتاب کے رد میں آپ نے ایک بے مثال اور معرکۃ الآراء تاریخی کتاب ''کیفر کفر آریہ'' تصنیف فرمائی۔ اس کتاب میں آپ نے (۱) یجروید (۲) سام وید (۳) اتھروید (٤) رگ وید (٥) برھم وت پران (٦) شری مد بھاگوت گیتا (۷) منوسمرتی وغیرہ کے حوالے سے آریہ مذہب کا بطلان اور اسلام کی حقانیت ثابت کی۔

آپ نے اپنی اس تاریخی کتاب میں ویدوں کے شلوک بزبان سنسکرت مع شلوک نمبر، ادھیائے نمبر و صفحہ نمبر نقل فرما کر بڑے بڑے پنڈتوں کو اور خود دیانند سرسوتی کو انگشت بدندان ہونے پر مجبور کر دیا۔ آپ نے دیانند سرسوتی کو کئی مرتبہ مناظرہ کا چیلنج دیا لیکن اس نے ہمیشہ راہ فرار اختیار کی۔

علاوہ ازیں آپ نے اپنے شہزادۂ اصغر یعنی تاجدار اہل سنت، آقائے نعمت، سیدی مرشدی حضور مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کے ہمراہ علماء کے ایک وفد کو صوبۂ یوپی کے مشرقی علاقہ میں جہاں ''شدھی'' کا فتنہ وسیع پیمانے پر پھیل چکا تھا، بھیجا۔ حضور مفتی اعظم ہند کی زیر قیادت علماء کا وفد جس میں (۱) شیر بیشہ اہل سنت حضرت مولانا حشمت علی خاں (۲) صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی (۳) صدر الافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی (۴) ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین بہاری (۵) محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحب لائل پوری وغیرہ شامل تھے، گیارہ مہینہ تک وفد نے دورہ فرمایا اور الحمد للہ! جن چھ لاکھ مسلمانوں نے مرتد ہو کر آریہ مذہب اپنا لیا تھا ان کو دوبارہ اسلام میں شامل کر لینے کے ساتھ ساتھ دیگر پانچ لاکھ راجپوتوں کو کلمہ پڑھایا اور کل ملا کر آپ نے گیارہ لاکھ افراد کو دولت ایمان سے سرفراز فرمایا، جن کی دینی تعلیم کے انتظام کے لیے امام احمد رضا محدث بریلوی نے گاؤں گاؤں اور قریہ قریہ ''جماعت رضائے مصطفیٰ'' کے زیر اہتمام دینی

مدارس اور معلمین کا انتظام کیا اور اس کا تمام خرچ آپ نے برداشت کیا۔ شدھی کی تحریک کا انسداد کرنے کے لیے امام احمد رضا نے جو قربانیاں پیش کی ہیں اس کی تفصیلی گفتگو کرنے کے لیے ایک مستقل ضخیم کتاب درکار ہے۔ اس زمانہ میں رامپور سے ایک اخبار بنام ''دبدبۂ سکندری'' شائع ہوتا تھا۔ اس اخبار کے ہر شمارے میں امام احمد رضا محدث بریلوی کی اس فتنہ کے سد باب کے تعلق سے انجام دی ہوئی قربانیاں اور جماعت رضائے مصطفیٰ کی خدمات تفصیل سے شائع ہوتی تھیں۔ وہ تمام اخبارات دستاویزی ثبوت کی حیثیت سے ایشیاء کی عظیم ''رضا لائبریری'' رامپور (یوپی) میں محفوظ ہیں۔

فتنۂ آریہ کے رد میں امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی تصانیف حسب ذیل ہیں:

(۱) کیفر کفر آریہ (۱۳۲۶ھ)

(۲) قوارع القهار على المجسمة الفجار (۱۳۱۸ھ)

(۳) پردہ در امرتسری (۱۳۲۶ھ)

(۱۷) ارواح مؤمنین کا شب جمعہ وغیرہ کو اپنے گھر آنے کے باب میں اختلاف

ارواح مؤمنین شب جمعہ، شب براءت، و دیگر مبارک ایام میں اپنے گھروں کو آتی ہیں اور اپنی اولاد و رشتہ داروں سے ایصال ثواب کی متمنی ہوتی ہیں اور استدعا کرتی ہیں۔ لہٰذا صدیوں سے ملت اسلامیہ میں یہ امر رائج تھا کہ شب جمعہ، عید، عاشورہ کے دن صدقات و خیرات کرکے اس کا ثواب اپنے مرحومین کو پہنچاتے تھے۔ ایصال ثواب کا یہ طریقہ کتب احادیث

اور کتب سلف صالحین و علماء متقدمین سے ثابت ہے۔ مثلاً مسند امام احمد، طبرانی، حاکم، حلیہ، شرح الصدور، تیسیر جامع صغیر، خزانۃ الروایات، فتاویٰ امام نسفی، کنز العباد، الروضہ اور شرح مشکوٰۃ شریف وغیرہ میں اس کے وافر دلائل موجود ہیں۔ ایصال ثواب کا یہ طریقہ صدقہ، خیرات ذکر و اذکار اور افعال خیر سے منسلک تھا۔ کوئی غیر شرعی امر اس میں شامل نہ تھا۔ ملت اسلامیہ کے لوگ اس بہانے کار خیر کرتے تھے اور اپنے مرحومین کی اعانت کی نیت سے ان امور خیر کا ایصال ثواب ان کی روحوں کو کرتے تھے۔ لیکن دیوبندی مکتب فکر کے علماء کو مرحوم مسلمین کے لیے کیا گیا بھلائی کا یہ کام بھی آنکھ میں کانٹے کی طرح کھٹکا اور اس کار خیر سے قوم مسلم کو روکنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ اور اس کار خیر کو بدعت کہنے کے ساتھ ساتھ ارواح مؤمنین کا اپنے گھروں پر آنے کا بھی صاف انکار کیا۔

■ مولوی رشید احمد گنگوہی کے مجموعہ فتاویٰ ''فتاویٰ رشیدیہ'' میں لکھا ہے کہ:

''سوال: بعض علماء کہتے ہیں کہ مردہ کی روح اپنے مکان پر شب جمعہ کو آتی ہے اور طالب خیرات و ثواب ہوتی ہے اور نگاہوں سے پوشیدہ ہوتی ہے یہ امر صحیح ہے یا غلط؟

جواب: یہ روایات صحیح نہیں، فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم''

''سوال: شب جمعہ مردوں کی روحیں اپنے گھر آتی ہیں یا نہیں؟ جیسا کہ بعض کتب میں لکھا ہے۔

جواب: مردوں کی روحیں شب جمعہ میں اپنے اپنے گھر نہیں آتیں، روایت غلط ہے۔''

حوالہ:

دونوں حوالے: ''فتاویٰ رشیدیہ'' از: مولوی رشید احمد گنگوہی، ناشر: مکتبہ تھانوی، دیوبند (یوپی) صفحہ: ۲۶۹ اور ۲۷۰

■ مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ:

''بعض یہ بھی سمجھتے ہیں کہ ان تاریخوں میں اور جمعرات کے دن اور شب براءت کے دنوں میں مردوں کی روحیں گھروں میں آتی ہیں۔اس بات کی شرع میں کچھ اصل نہیں۔''

حوالہ:

''بہشتی زیور'' مصنف: مولوی اشرف علی تھانوی، ناشر: ربانی بک ڈپو، دہلی، جلد۶،ص۳۷۹

امام احمد رضا محدث بریلوی نے علماء دیوبند کا تعاقب کیا اور دلائل قاہرہ سے لبریز تصانیف مرقوم فرمائیں:

(۱) بوارق تلوح من حقيقة الروح (۱۳۱۱ھ)

(۲) اتيان الارواح لديارهم بعد الرواح (۱۳۲۲ھ)

(۱۸) تنازعہ درباب حضرت امیر معاویہ

شیعہ اور روافض کے بہکاوے میں آجانے کی وجہ سے مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ نادانستہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مخالف بن گیا اور یہ مخالفت یہاں تک بڑھی کہ معاذ اللہ حضرت امیر معاویہ کی تکفیر تک پہنچ گئی۔حضرت امیر معاویہ کی تکذیب،تذلیل،توہین اور تکفیر پر مشتمل تبرا عام بات بنادی گئی اور اس بات کا بھی خیال نہ کیا گیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جلیل القدر صحابی رسول اور کاتب وحی تھے۔ایک عام مسلمان کی تکفیر بھی جب تک اس کے کفر کی قطعی دلیل نہ ہو تب تک نہیں کی جاتی اور اگر کسی نے بلاثبوت کسی مسلمان

کو کافر کہہ دیا اور وہ شخص واقعی ویسا نہیں تو حدیث کے فرمان کے مطابق کافر کہنے والا شخص خود کافر ہو جائے گا۔جب عام مسلمان کے لیے ایسی سخت احتیاط ہے تو ایک صحابیٔ رسول کے لیے بدرجہ اتم سخت سے سخت احتیاط لازمی ہے۔لیکن شیعہ اور روافض کے بہکاوے کو علماء دیوبند نے بھی ہوا دی اور لوگوں کو صحابۂ کرام کی جناب میں گستاخ اور بے باک بنانے کے لیے حیرت انگیز اور بے بنیاد فتوے دیئے۔مثلاً:

■ مولوی رشید احمد گنگوہی نے فتویٰ دیا ہے کہ:

''روافض وخوارج کو بھی اکثر علماء کافر نہیں کہتے حالاں کہ وہ شیخین وصحابہ کو اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو کافر کہتے ہیں۔

حوالہ:

''فتاویٰ رشیدیہ'' از: مولوی رشید احمد گنگوہی، ناشر: مکتبہ تھانوی، دیوبند، ص۵۱

قارئین مندرجہ بالا فتویٰ بغور ملاحظہ فرمائیں، اس فتویٰ میں مولوی رشید احمد گنگوہی نے صاف صاف اقرار کرلیا کہ جو شخص شیخین یعنی کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر اور حضرت سیدنا فاروق اعظم کو، حضرت سیدنا علی اور دیگر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو کافر کہے وہ کافر نہیں۔ان حضرات صحابہ کرام کی تکفیر کرنے والے روافض وخوارج کا دفاع کرنے کے لیے گنگوہی صاحب یہ جتانا چاہتے ہیں کہ اکابر صحابہ کرام کو کافر کہنے والا بھی کافر نہیں۔لیکن جب اپنے پیشوا اور مقتدا مولوی اسماعیل دہلوی کا معاملہ آیا تو گنگوہی صاحب جلال میں آگئے اور فتویٰ دیا کہ:

''سوال: مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید دہلوی جو مستند الوقت شیخ الکل مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے پوتے تھے۔ان کو مردود اور کافر کہنا اور لعن طعن کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: جو ایسا شخص ہو کہ ظاہر میں ہر روز تقویٰ کے ساتھ رہا اور پھر حق تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوا وہ قطعی جنتی ہے اور مخلص ولی ہے۔ ایسے شخص کو مردود کہنا خود مردود ہونا ہے اور ایسے مقبول کو کافر کہنا خود کافر ہونا ہے۔''

حوالہ:

''فتاویٰ رشیدیہ'' از: مولوی رشید احمد گنگوہی، ناشر: مکتبہ تھانوی، دیو بند، صفحہ: ۷۹

تعجب کی بات ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی کو ان کے عقائد کفریہ اور بارگاہ رسالت میں کی ہوئی توہین کے سبب کوئی شخص مردود اور کافر کہے تو ایسا کہنے والا شخص گنگوہی صاحب کے فتویٰ سے خود مردود اور کافر ہے لیکن رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جاں نثار صحابہ خصوصاً حضرت سیدنا صدیق اکبر، حضرت سیدنا فاروق اعظم اور حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو صرف بغض وعناد کی بنا پر کافر کہے، تو ایسا کہنے والا شخص گنگوہی صاحب کے فتویٰ سے کافر نہیں۔ کیا گنگوہی صاحب کے لیے مولوی اسماعیل دہلوی کی اہمیت صحابۂ کرام سے بھی زیادہ تھی؟

یہ تھا دیوبندی مکتب فکر کے علماء کا پھیلایا ہوا ہلکا زہر (Slow Poison) جو آہستہ آہستہ اثر کر کے لوگوں کو بزرگان دین کی جناب میں گستاخ بنا رہا تھا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان عالی اور خدمات دین کے ثبوت میں امام احمد رضا محدث بریلوی نے حسب ذیل کتابیں لکھی ہیں:

(۱) البشری العاجله من تحف آجله (۱۳۰۰ھ)

(۲) ذب الاهواء الواهيه فی باب امير معاويه (۱۳۱۲ھ)

(۳) عرش الاعزاز و الاكرام لاول ملوك الاسلام (۱۳۱۲ھ)

(۴) الاحاديث الراويه لمدح الامير معاويه (۱۳۱۳ھ)

(۱۹) فتنۂ عدم جواز منی آرڈر

ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں یا ایک شہر سے دوسرے شہر روپیہ بھیجنا ایک عام بات ہے۔ تجارت کے لیے مال کی خریداری اور دیگر روزمرہ کی ضروریات کے تحت ایک مقام سے دوسرے مقام روپیہ بھیجنا ضروری ہوتا ہے۔ پہلے کے زمانہ میں یہ طریقہ تھا کہ روپیہ پہنچانے کے لیے یا لینے کے لیے آدمی بذات خود جاتا تھا۔ اس طریقہ میں آمد ورفت کا سفر خرچ، وقت کا صرف ہونا، سفر کی تکلیف برداشت کرنے کی دشواری کے ساتھ ساتھ سفر میں روپیہ چوری ہو جانے کا یا لٹ جانے کا بھی خطرہ رہتا ہے۔ لیکن منی آرڈر سے روپیہ بھیجنے میں سفر کی تکلیف، مال کے ضائع ہونے، وقت کے بیجا صرف ہونے وغیرہ سے آدمی بچ جاتا ہے اور آمد ورفت میں جو خرچ ہوتا ہے اس سے کئی درجہ کم رقم بطور منی آرڈر کی فیس میں دینی پڑتی ہے۔ ڈاک خانہ کی طرف سے جو رقم بطور منی آرڈر کی فیس کے وصول کی جاتی ہے وہ بطور مزدوری یا معاوضہ کے لی جاتی ہے کہ آپ کی رقم آپ کے بتائے ہوئے پتہ پر حفاظت سے پہنچا کر مرسل الیہ سے رقم کی وصولیابی کی رسید حاصل کر کے وہ رسید بھی آپ کو پہنچا دی جاتی ہے۔ اس خدمت کے عوض بطور اجرت ڈاک خانہ کی طرف سے کچھ رقم فیس میں لی جاتی ہے۔

عوام کی سہولت کی یہ ترکیب بھی دیوبندی مکتب فکر کے علماء کو گوارا نہ ہوئی اور انہوں نے مضحکہ خیز فتاویٰ لکھ کر عوام کو ایک نئے فتنہ میں گرفتار کر دیا کہ منی آرڈر سے روپیہ بھیجنا جائز نہیں۔

■ مولوی رشید احمد گنگوہی نے فتویٰ دیا کہ:

''سوال: منی آرڈر کرنا اور محصول منی آرڈر کا دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بذریعہ منی آرڈر روپیہ بھیجنا نادرست ہے اور داخل ربوا ہے اور یہ جو محصول دیا جاتا ہے نادرست ہے۔''

''سوال: منی آرڈر اور ہنڈی میں کچھ فرق ہے یا دونوں کا ایک حکم ہے؟

جواب: منی آرڈر اور ہنڈی میں کچھ فرق نہیں۔ دونوں کا ایک حکم ہے۔ منی آرڈر کرنا سود میں داخل ہے۔''

حوالہ:

دونوں حوالے: ''فتاویٰ رشیدیہ'' از: رشید احمد گنگوہی، ناشر: مکتبہ تھانوی، دیوبند (یوپی) صفحہ: ۵۰۲ اور ۵۰۳

■ مولوی اشرف علی تھانوی نے تو نیا ڈھکوسلا کیا کہ منی آرڈر کرنا حرام ہے لیکن وصول کرنا حرام نہیں۔ ایک اقتباس پیش خدمت ہے:

مولوی اشرف علی تھانوی سے ایک شخص نے منی آرڈر وصول کرنے کا حکم پوچھا۔

''سوال: وصول کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس کا اثر بھیجنے والے پر ہوگا، نہ کہ وصول کرنے والے پر۔ کیوں کہ حرمت عقد کی متعاقدین پر ہے، نہ کہ وصول کرنے والے پر۔''

حوالہ:

''حسن العزیز'' مرتبہ: مولوی محمد یوسف بجنوری، ناشر: مکتبہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون، جلد ۳، حصہ ۱، قسط ۱۲، ص ۱۵۰

مذکورہ عبارت میں تھانوی صاحب کا کہنا کہ ''حرمت عقد کی متعاقدین پر ہے'' یعنی کہ منی آرڈر کرنا حرام ہے تو یہ حرام کس نے کیا؟ منی آرڈر بھیجنے والے اور ڈاک خانہ والے نے۔ ان دو فریقوں نے منی آرڈر کرنے کا حرام کام کیا، وصول کرنے والے کا کیا قصور؟ اس نے تو صرف یہی کیا کہ منی آرڈر آیا تو وصول کر لیا لہٰذا حرام کام کرنے کا جو اثر یعنی کہ جو گناہ ہوگا وہ منی آرڈر کرنے والے پر ہوگا۔ اس سے پتہ چلا کہ تھانوی صاحب بھی منی آرڈر کرنے کو ناجائز

سمجھتے تھے۔ لیکن ناجائز عوام کے لیے تھا۔ تھانوی صاحب کے لیے ناجائز نہیں تھا، کیوں کہ:

■ تھانوی صاحب نے قنوج سے اپنے گھر تھانہ بھون منی آرڈر کیا:

''حضرت والا نے قنوج سے مبلغ سو روپیہ بذریعہ منی آرڈر تھانہ بھون کو روانہ کیے۔ ایک روپیہ فیس میں خرچ کیا۔ احقر نے عرض کیا کہ ایک روپیہ فضول گیا۔ فرمایا فضول کیوں گیا، اپنی آسائش کے لیے خرچ کیا گیا۔ وہ آسائش یہ ہے کہ بوجھ ہلکا ہو گیا۔''

حوالہ:

''حسن العزیز'' مرتبہ: مولوی محمد یوسف بجنوری اور مولوی محمد مصطفیٰ، ناشر: مکتبہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون، جلد ۴، حصہ ۲، قسط ۱۱، صفحہ ۳۰۲

یہ تو صرف ایک نمونہ ہے کیوں کہ مولوی اشرف علی تھانوی کی سوانح حیات اور ملفوظات کے مجموعہ پر مشتمل کتابوں سے ہم ایسے بہت واقعات پیش کر سکتے ہیں کہ تھانوی صاحب نے کئی مرتبہ منی آرڈر کیے اور کروائے۔ یعنی کہ کہنا کچھ اور کرنا کچھ۔

منی آرڈر کے عدم جواز کا فتویٰ دے کر علمائے دیوبند نے ایک نیا فتنہ کھڑا کر دیا تھا۔ منی آرڈر کی فیس کو سود میں شمار کر کے حقیقت میں انہوں نے اپنی کج فہمی اور علمی صلاحیت کے فقدان کا بین ثبوت دیا تھا۔ منی آرڈر کرنے والا فیس دے رہا ہے، لے نہیں رہا، اگر لیتا اور علمائے دیوبند سود کا بے سود رونا روتے تو الگ بات تھی۔ لیکن یہاں معاملہ الٹا ہے، پھر بھی تفقہ سے خالی الذہن علمائے دیوبند سود کی راگنی بجا کر ملت کو گمراہ کر رہے ہیں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے منی آرڈر کے متعلق سوال پوچھا گیا، تو آپ نے اس مسئلہ پر ایک مجدد کی شایان شان علم و عرفان، شواہد و براہین اور دلائل و حجت سے مزین ایک کتاب تصنیف فرما دی۔ جو معلومات کا ایک بحر ذخار ہے۔ اس کتاب کا

نام مندرجہ ذیل ہے:

(۱) المنی والدرر لمن عمد منی آردر (۱۳۱۱ھ)

(۲۰) جمعہ کی اذان ثانی کا اختلاف

جمعہ کی اذان ثانی یعنی کہ جمعہ کے خطبہ کے وقت جو اذان کہی جاتی ہے وہ اذان کہاں پر دینی چاہیئے یعنی مؤذن کہاں کھڑا ہو کر اذان کہے؟ اندرون مسجد منبر کے پاس امام کے سامنے کھڑا ہو کر کہے یا خارج مسجد کہے؟ جمعہ کی اذان ثانی کا سنت طریقہ کیا ہے؟ اس مسئلہ میں علمائے دیوبند نے ہمیشہ کی طرح مخالف روش دکھائی اور یہ کہا کہ وہ اذان داخل مسجد منبر کے پاس امام کے سامنے دینی چاہیئے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ زمانہ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جمعہ کے خطبہ کے وقت اذان خارج مسجد دی جاتی تھی۔ خلفاء راشدین کے دور خلافت میں بھی خارج مسجد دی جاتی تھی۔ دیوبندی مکتب فکر کے علماء نے جمعہ کی اذان ثانی کے سلسلے میں سنت کے خلاف رویہ اپنایا لیکن ان کے پاس اپنے اس ارتکاب کی صحت کی کوئی قوی دلیل نہ تھی۔ امام احمد رضا محدث بریلوی کا اس مسئلہ میں موقف یہ تھا کہ جمعہ کی اذان ثانی خارج مسجد دینی چاہیئے۔ قارئین کو حیرت ہوگی کہ اس مسئلہ میں علمائے بدایوں نے بھی امام احمد رضا سے اختلاف کیا تھا۔ لیکن امام احمد رضا محدث بریلوی نے شریعت کے معاملہ میں کسی کا بھی لحاظ نہیں کیا اور جو بات شرعی اعتبار سے ممنوع تھی اس کی مخالفت کی۔ جمعہ کی اذان ثانی کے تعلق سے ۱۳۱۷ھ سے لے کر ۱۳۳۵ھ تک ماحول گرم رہا۔ خاص کر ۱۳۲۲ھ سے ۱۳۲۵ھ تک یہ اختلاف پورے شباب پر تھا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ علمائے بدایوں کے فتویٰ کے جواب میں امام احمد رضا محدث بریلوی نے ۱۳۲۲ھ میں ''اذان من اللہ'' کتاب لکھی تو علماء بدایوں نے امام احمد رضا محدث بریلوی پر بدایوں کی کورٹ میں مقدمہ دائر کر دیا۔ لیکن اس مقدمہ میں امام

احمد رضا کو فتح مبین حاصل ہوئی۔

جمعہ کی اذان ثانی کے تعلق سے امام احمد رضا محدث بریلوی نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں دلائل کے انبار لگا دیئے اور وہ دلائل ایسے مستحکم تھے کہ آج تک اس کا کسی سے جواب نہیں بن پایا۔ جمعہ کی اذان ثانی کے تعلق سے امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے کل کتنی کتابیں لکھیں اس کی صحیح تعداد تو معلوم نہیں ہو سکی لیکن میری معلومات میں جتنی تصانیف ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) اوفی اللمعة فی اذان الجمعة (۱۳۲۰ھ)

(۲) شمائم العنبر فی آداب النداء امام المنبر (۱۳۲۱ھ)

(۳) اذان من الله لقیام سنت نبی الله (۱۳۲۲ھ)

(۴) شمامة العنبر فی محل النداء بازاء المنبر (۱۳۲۷ھ)

(۵) سلامة لاهل السنة من سیل العناد والفتنة (۱۳۳۲ھ)

(۲۱) نام اقدس سن کر انگوٹھا چومنے کا تنازعہ

سرکار دو عالم، حضور اقدس، محبوب رب العالمین کا اسم پاک ''محمد''، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگانا ابتدائے اسلام سے ملت اسلامیہ میں رائج ہے۔ یہ فعل صرف جذبۂ عشق رسول کے تحت کیا جاتا ہے۔ نام اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگانا حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت ہے۔ اذان میں، اقامت میں اور دیگر مواقع پر نام پاک کی تعظیم میں ہاتھ کے انگوٹھوں یا انگلیوں کو چوم کر آنکھوں سے لگانے کا یہ مبارک کام علمائے دیوبند کے لیے آفت جان تھا۔ کیوں کہ دیوبندی مکتب فکر کے علماء کو ہر اس مبارک کام سے نفرت تھی کہ جس کام سے عظمت رسول کا

اظہار ہو۔لہٰذا انہوں نے اس مستحب فعل کو بدعت کہہ کر لوگوں کو روکا اور ڈرایا، بلکہ تشدد سے کام لیا۔اس مسئلہ پر دیوبندی مکتب فکر کے لوگوں نے کئی مقامات پر مار پیٹ تک نوبت پہنچائی ہے اور موجودہ زمانہ میں بھی اس مسئلہ پر وہ لوگ لڑنے جھگڑنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔

اس مسئلہ میں امام احمد رضا محدث بریلوی نے مخالفین کے ہفوات باطلہ کا تعاقب کر کے علم کے دریا بہائے اور ''منیر العین'' نام سے جو کتاب لکھی ہے۔اس کو آج ۱۰۰ سال کا عرصہ گزر گیا ہے لیکن پوری دنیائے دیوبندیت ووہابیت جمع ہو کر بھی نہ اس کا جواب لکھ سکی ہے اور نہ قیامت تک لکھ سکنے کی ان میں طاقت وصلاحیت ہے اس عنوان پر امام احمد رضا کی تصانیف حسب ذیل ہیں:

(۱) منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین (۱۳۱۳ھ)

(۲) نشاط السکین علی حلق البقر السمین (۱۳۰۳ھ)

(۳) نہج السلامۃ فی تحلیل تقبیل الابہامین فی الاقامۃ (۱۳۳۳ھ)

(۲۲) تنازعہ درباب رویت ہلال

اسلام میں سال، ماہ اور ان کا شمار چاند کی رویت پر منحصر ہے۔اس لیے کہ کوئی مہینہ ۲۹/دن کا ہوتا ہے اور کوئی مہینہ ۳۰/دن کا ہوتا ہے۔رویت ہلال کے معاملہ میں اکثر وبیشتر اختلافات پیدا ہوتے رہتے ہیں اور خاص کر رمضان المبارک اور عید کے چاند میں اختلاف کی زیادہ گنجائش ہوتی ہے۔کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک مقام پر چاند نظر آ گیا اور دوسرے مقام پر چاند نظر نہیں آیا۔ایسی صورت میں جہاں چاند نظر آ گیا ہے وہاں سے شرعی گواہی (شہادت) منگائی جاتی ہے یا شہادت آ جانے پر وہاں بھی چاند ہو جانے کا حکم نافذ ہو جاتا ہے۔

رویت ہلال کے تعلق سے فقہ اسلامی میں وسیع پیمانے پر مسائل ہیں۔کس مہینہ کا

چاند دیکھنا اور تلاش کرنا ضروری ہے، کم سے کم کتنے آدمی کا چاند دیکھنا ضروری ہے، ان چاند دیکھنے والوں میں کیا صلاحیتیں لازم ہیں۔کس کی گواہی معتبر ہے اور کس کی گواہی ناقابل اعتماد ہے۔علاوہ ازیں ایک مقام سے دوسرے مقام پر چاند کی گواہی بھیجنے کے کیا قواعد ہیں، گواہی کس طرح بھیجی جائے وغیرہ وغیرہ۔ایک مقام سے دوسرے مقام پر گواہی اکثر ''شہادت علی الشہادت'' کے طریقہ سے بھیجی جاتی ہے۔یعنی کہ فرض کرو کہ پیلی بھیت میں چاند نہیں نظر آیا اور بریلی شریف میں چاند نظر آ گیا۔پیلی بھیت کے دو عادل اور متشرع شخص جو شرعی اعتبار سے چاند کی گواہی کے لیے معتمد علیہ ہوں وہ بریلی شریف آئیں گے۔بریلی شریف میں چاند دیکھنے والوں میں سے دو ایسے شخص کہ جن کی گواہی شرعاً معتبر ہے وہ پیلی بھیت سے آئے ہوئے گواہوں کے سامنے گواہی دیں گے کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا ہے۔پیلی بھیت کے وہ گواہ پھر پیلی بھیت جا کر گواہی دیں گے اور اس کے بعد ہی پیلی بھیت میں چاند ہو جانے کا حکم جاری کیا جائے گا۔اس طریقہ کو ''شہادت علی الشہادت'' کہا جاتا ہے۔جس کی ایک صورت مثال دے کر عرض کی گئی۔مختصر یہ کہ گواہی میں گواہ کا موجود رہنا ضروری ہے، چاند کی گواہی میں ریڈیو، اخبار، خط، ٹیلی فون، ٹیلی گرام، فیکس وغیرہ کا قطعاً اعتبار نہیں اور ان ذرائع سے موصول ہونے والی شہادت پر کوئی التفات نہیں کیا جائے گا۔یہی طریقہ ابتدائے اسلام سے رائج ہے۔

لیکن دین میں جدت پسند اور نئی نئی بدعات کے موجد علمائے دیوبند نے چاند کی گواہی کے معاملے میں اپنے بدعتی ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے صدیوں سے مشروع طریقہ میں نئی بدعت ایجاد کی کہ برقی تار یعنی کہ ٹیلی گرام یا خط کے ذریعہ موصول گواہی معتبر ہے۔علاوہ ازیں چاند کی گواہی میں کچھ لوگوں نے مسافت کا نیا مسئلہ کھڑا کر دیا کہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی زیادہ سے زیادہ مسافت (دوری) ۲۷/میل ہی ہونی چاہیئے۔۲۷/میل سے

زیادہ کی دوری سے موصول ہونے والی چاند کی گواہی شرعاً مسموع نہیں۔ ایسی گواہی پر اعتبار کر کے چاند ہو جانے کا حکم جاری نہیں کیا جائے گا۔ حاصل کلام یہ کہ چاند کی گواہی کے تعلق سے علمائے دیوبند اور جاہل عوام الناس نے ایسے پیچیدہ اور جدید مسائل کھڑے کر دیئے تھے کہ حقیقت طلب لوگ پریشان ہو گئے تھے۔

- برقی تار (ٹیلی گرام) سے موصول چاند کی گواہی کے تعلق سے مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک فتویٰ ملاحظہ ہو:

''سوال: یہاں دو مولویوں میں اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ تار کے ذریعہ سے رویت ہلال عید و رمضان کی اطلاع معتبر ہے یا نہیں۔ امید کہ آنحضرت مسئلہ کی تحقیق اور رائے ساسی سے مطلع فرما دیں کہ تار برقی از روئے فقہ کس شے کے حکم میں داخل ہے؟

جواب: تار برقی کا حال مثل تحریر خط کے ہے کہ یہ نسق و نستعلیق بھی نقوش اصطلاحی ہیں جیسے انگریزی ناگری وغیرہا اور حروف تار بھی اصطلاحات ہیں۔ پس جیسا خط سے خبر ملتی ہے ویسا ہی تار سے تحریر کے ذریعہ سے ملتی ہے اگرچہ قلم تحریرات کا کوتاہ اور تار کا قلم طویل ممتد ہے۔ پس جیسا تحریر خط میں وسیلہ معتبر عادل ہونا ضرور ہے تار میں بھی ویسا ہی ہونا چاہیئے۔ چوں کہ تار کے دینے والے کفار فساق غیر معتمد ہیں امور دینیہ میں لہٰذا تار کا اعتبار چاہیئے کہ نہ ہو مگر ہر دو طرف عدول ہوں۔ پس یہ تو اصل قاعدہ ہے کہ دیانت میں قول کافر کا معتبر نہیں۔ بناء علیہ تار کی خبر معتبر نہیں اس پر کاربند نہ ہو، نہ صوم میں نہ افطار میں مگر زمانۂ حال کو دیکھ کر تار کی خبر سب صحیح ہوتی ہیں۔ چوں کہ غالب ظن قلوب میں اس کے صدق کا راسخ ہو گیا ہے۔ تو اگر اپنے غلبہ ظن کی وجہ سے عمل کر لیوے تو

وجہ ہوسکتی ہے۔ صوم میں ایک عدل کی خبر اور افطار میں عدلین کے اخبار پر تو بھی بعید نہیں باعتبار زمانہ کے۔ پس بندہ دونوں فریق کو حق پر جانتا ہے اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ تار برقی اخبار ہے بذریعہ کتاب کے۔ فقط۔ واللہ اعلم۔

حوالہ:

''تذکرۃ الرشید'' از: مولوی عاشق الٰہی میرٹھی، ناشر: مکتبہ خلیلیہ، سہارن پور (یوپی) جلد ۱، ص ۱۷۲

مولوی رشید احمد گنگوہی کے مذکورہ بالا فتوے کو اگر جہالت پر مبنی کہا جائے تو مناسب ہی ہوگا، کیوں کہ اہل علم حضرات پر اچھی طرح واضح ہو گیا ہوگا کہ مذکورہ فتویٰ میں تفقہ کا کامل طور پر فقدان ہے۔ سائل نے کیا پوچھا اور مسئول نے کیا جواب دیا اور جواب بھی ایسا بے ڈھنگا دیا کہ نہ اس کا کوئی پیر ہے نہ سر، خیر! مضمون کی طوالت کے پیش نظر اس فتویٰ پر مزید تنقیدی گفتگو کو ترک کر کے صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ دیوبندی مکتب فکر کے بدعتی علماء اور جہلاء عوام الناس نے رویت ہلال کے مسئلہ میں ہیجان پیدا کر دیا تھا۔ امام احمد رضا محدث بریلوی سے جب اس مسئلہ پر استفسار کیا گیا تو آپ نے کوہ ہمالیہ سے بھی زیادہ آہنی اور بلند علمی دلائل کے دفاتر مرقوم فرما کر دیوبند کے بدعتی ملاؤں اور جاہل عوام کے ہفوات کا ایسا دندان شکن جواب دیا کہ وہ تمام انگشت بدنداں ہو کر مبہوت و ساکت ہو گئے۔

رویت ہلال کے تعلق سے امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے مندرجہ ذیل تصانیف کے علاوہ بے شمار فتاویٰ بھی ارقام فرمائے ہیں جو آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ ''العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ'' میں درج ہیں:

(۱) ازکی الاھلال بابطال ما احدث الناس فی امر الھلال (۱۳۰۵ھ)

(۲) البدور الاجلۃ فی امور الاھلۃ (۱۳۰۴ھ)

(۳) نور الادلة للبدور الاجلة (۱۳۰٤ھ)

(٤) طرق اثبات هلال (۱۳۲۰ھ)

(٥) رفع العلة عن نور الادلة (۱۳۰٤ھ)

(٦) معدل الزلال فی اثبات الهلال (۱۳۰۳ھ)

(۷) براءت نامه انجمن اسلامیه بانس بریلی (۱۳۰٦ھ)

(۲۳) فتنۂ انکار شفاعت

فرقۂ وہابیہ دیوبندیہ کے ملاؤں نے قوم مسلم کو انبیاء و اولیاء سے رشتۂ عقیدت ختم کرنے کی ترغیب دینے کے لیے شفاعت کا بھی انکار کیا اور لوگوں کو یہ مزاج دینے کی کوشش کی کہ تم جن کو اپنا شفیع سمجھ رہے ہو وہ قیامت کے دن تمہارے کچھ کام نہیں آسکیں گے۔ اپنی بیٹی کے بھی کام نہیں آسکیں گے۔ بلکہ یہاں تک لکھ دیا کہ خود ان کا پتہ بھی پانی ہو جائے گا۔ لوگوں کو شفاعت کا عقیدہ ترک کر دینے کے لیے یہاں تک ڈرایا کہ یہ عقیدہ شرک ہے۔ مثلاً:

''اور جو کوئی نبی یا ولی کو یا امام اور شہید کو یا کسی فرشتہ کو یا کسی پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے وہ اصلی مشرک اور بڑا جاہل ہے۔''

حوالہ:

''تقویۃ الایمان'' از: مولوی اسماعیل دہلوی، ناشر: دار السلفیہ، بمبئی، ص ۵۴

■ مذکورہ کتاب کا مزید ایک اور اقتباس ملاحظہ ہو:

''آپ نے سب کو بلکہ اپنی بیٹی تک کو کھول کر سنا دیا کہ قرابت کا حق ادا کرنا ایسی چیز میں ہو سکتا ہے جو اپنے اختیار میں ہو۔ میرا مال ہے اس میں مجھ کو بخل نہیں اور

اللہ کے یہاں کا معیار میرے اختیار سے باہر ہے۔ وہاں میں کسی کی حمایت نہیں کر سکتا اور کسی کا وکیل نہیں بن سکتا۔''

حوالہ:

''تقویۃ الایمان'' مصنف: مولوی اسماعیل دہلوی، ناشر: دار السلفیہ، بمبئی، صفحہ ۶۲

■ مولوی اشرف علی تھانوی نے انبیائے کرام کی تنقیص اور اولیائے عظام کی تذلیل کرتے ہوئے یہاں تک کہا ہے کہ:

''فرمایا کہ ارے میاں! قیامت کے دن انبیاء کا پتہ پانی ہو جائے گا پیر بے چارے کی کیا ہستی ہے۔''

حوالہ:

''کمالات اشرفیہ'' مرتبہ: مولوی محمد عیسیٰ الٰہ آبادی، ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون، باب ۱، ملفوظ ۴۵۶، صفحہ ۱۰۹

کتنا بے ہودہ جملہ ہے یہ۔ لگتا ہے علمائے دیوبند کی زبانیں بے لگام تھیں مذکورہ بالا جملہ دیکھو، اس کے تیور دیکھو، انبیاء و اولیاء کے لیے تھانوی صاحب نے کیسا مضحکہ خیز جملہ کس دیا۔ تھانوی صاحب یہ مزاج دینا چاہتے ہیں کہ قیامت میں جب انبیائے اکرام کی کچھ نہیں چلے گی تو بیچارے پیروں کی کیا چلے گی۔ حالاں کہ قرآن و حدیث میں شفاعت کے تعلق سے وسیع پیمانے پر دلائل موجود ہیں۔ انہیں دلائل کی روشنی میں امام احمد رضا محدث بریلوی نے علمائے دیوبند کو للکارا اور علمائے دیوبند کے عقائد فاسدہ در باب شفاعت کا رد بلیغ فرمایا۔ آیات قرآنی اور چالیس احادیث سے شفاعت مصطفیٰ کا ثبوت دیتے ہوئے نادر زمن کتاب تصنیف فرمائی ہے جس کا نام ہے:

(۱) اسماء الاربعین فی شفاعت سیدالمحبوبین (۱۳۰۵ھ)

(۲۴) کوّا کھانے کا اختلاف

کوا جس کا شمار شرعی اعتبار سے فاسق پرندوں میں ہوتا ہے اس کی صورت اور ہیئت ہی ایسی ہے کہ آدمی کو کوے سے طبعی نفرت ہوتی ہے۔ ملت اسلامیہ میں ہمیشہ کوا کھانا ناجائز اور معیوب ہی سمجھا گیا ہے بلکہ غیر مسلم تک کوا کھانے سے پرہیز کرتے ہیں۔ ہوٹلوں اور ریسٹورنٹ میں تندوری چکن، چکن، قورمہ، وغیرہ ہر جگہ ملتا ہے لیکن آپ نے آج تک کسی بھی ہوٹل کے مینو (کھانوں کی فہرست) میں کہیں بھی تندوری کوا، زاغ مصالحہ یا کوا قورمہ نہیں دیکھا ہوگا۔ کوے سے آدمی کی طبعی نفرت اور ساتھ ہی شرعی ممانعت کی وجہ سے ہمیشہ پرہیز کیا گیا ہے۔

دیگر ایک وضاحت بھی قارئین کے گوش گزار کر دوں کہ ہم اپنے اپنے گھروں میں روزانہ جو کھانا کھاتے ہیں وہ ہمارے لیے مباح ہے یعنی کہ شریعت میں جن چیزوں کا کھانا حلال فرمایا ہے وہ تمام کھانے ہمارے لیے مباح ہیں۔ مباح یعنی جس کے کرنے سے ثواب یا گناہ کچھ نہیں۔ لیکن وہابی دیوبندی مکتب فکر کے امام ربانی مولوی رشید احمد گنگوہی کو کوے سے نہ جانے ایسا کون سا لگاؤ تھا کہ انہوں نے کوا کھانے کو صرف جائز ہی نہیں بلکہ کار ثواب قرار دیا۔ یعنی دیگر کھانوں کے مقابل کوا اہمیت حاصل کر گیا کیوں کہ دیگر کھانے تو صرف مباح تھے لیکن گنگوہی صاحب کی کوا نوازی نے وہ شرف بخشا کہ کوا مباح ہونے کے عام درجہ سے بلند رتبہ ہو کر اب ثواب کی منزل و درجہ میں آ گیا۔

■ مولوی رشید احمد گنگوہی کا مذکورہ فتویٰ پیش خدمت ہے:

”سوال: جس جگہ زاغ معروفہ کو اکثر حرام جانتے ہوں اور کھانے والے کو برا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس کوا کھانے والے کو کچھ ثواب ہوگا یا نہ ثواب ہوگا نہ عذاب۔

جواب: ثواب ہوگا۔“

حوالہ:

”فتاویٰ رشیدیہ“ از: مولوی رشید احمد گنگوہی، ناشر: مکتبہ تھانوی، دیوبند، صفحہ ۵۹۷

گنگوہی صاحب کے مذکورہ فتویٰ نے ملک بھر میں ہلچل مچا دی۔ جس کوے کو آج تک ملت اسلامیہ نے حرام سمجھ کر اجتناب کیا تھا وہ کوا نہ صرف جائز بلکہ کار ثواب ہو گیا خود مکتب فکر دیوبند کا بڑا حصہ گنگوہی صاحب کے فتوے سے حیرت زدہ تھا۔ لیکن کیا کریں؟ ان کے امام ربانی کا فتویٰ تھا۔ حالاں کہ ان کو بھی شکایت تو تھی ہی کہ گنگوہی صاحب نے ایسا فتویٰ کیوں دیا؟ یہ بھی ایک معمہ تھا کہ ایسا فتویٰ کیوں دیا؟ یہ سوال کہ کیوں دیا؟ کا جواب بھی ہم قارئین کی خدمت میں دیوبندی مکتب فکر کی کتاب کے حوالے سے دیتے ہیں۔

■ مولوی رشید احمد گنگوہی کی سوانح حیات ”تذکرۃ الرشید“ میں ہے کہ:

”جب حاضر آستانہ ہوا تو اتفاق سے مجلس شریف میں کوئی شخص کہنے لگا کہ کوے غلّہ کو بہت نقصان پہنچاتے ہیں۔ میں نے کہا فقہ کی کتابوں میں تو اس کوے کو حلال لکھا ہے۔ حضرت امام ربانی میری اس تقریر کو سن رہے تھے۔ مسکرائے اور فرمایا ”ہاں، کھانا شروع کر دو، کسی طرح تو کم ہوں۔“

حوالہ:

”تذکرہ الرشید“ از: مولوی عاشق الٰہی میرٹھی، ناشر: مکتبہ خلیلیہ، سہارن پور (یوپی) جلد۲، صفحہ ۱۷۷

مرے بے چارے کوے! کسی کا غلہ کھا جانے کی گستاخی مہنگی ثابت ہوئی۔ گنگوہی صاحب نے فتویٰ کی کمان سے تیر چھوڑ دیا کہ ”کوے تمہارا غلہ کھا گئے، اب تم کوے کو کھا جاؤ۔“ گنگوہی صاحب کے حلت زاغ کے فتوے نے ملت بھر میں لوگوں کے درمیان

موضوع سخن کی حیثیت حاصل کر لی۔ عوام دیوبندی علماء سے طنزیہ طور پر کوے کا مسئلہ پوچھتے تھے۔ دیوبندی مولویوں کی حالت خراب تھی۔ کوے کا فتویٰ ان کے پیشوا کا تھا جھٹلا نہیں سکتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے اپنی جان چھڑانے کی ایک ترکیب ڈھونڈھ نکالی اور وہ یہ کہ گنگوہی صاحب نے اپنے فتویٰ میں کوا کھانا ثواب لکھا ہے اس سے مراد یہ کوا نہیں جو عام طور سے بستیوں میں پایا جاتا ہے بلکہ اس سے مراد عَقْعَقْ کوا ہے۔ جو افغانستان میں ہوتا ہے۔ آج بھی کسی دیوبندی مولوی کو گنگوہی صاحب کا مذکورہ مسئلہ ''فتاویٰ رشیدیہ'' سے دکھاتے ہیں تو وہ یہی تاویل کرتا ہے کہ اس کوے سے مراد افغانستان کا ''عَقْعَقْ'' کوا ہے۔ حالاں کہ مذکورہ فتویٰ میں اشارۃً یا کنایۃً بھی افغانستان کا یا عقعق کا ذکر تک نہیں لیکن گنگوہی صاحب کا دفاع کرنے کے لیے شروع سے آج تک یہی تاویل کی جارہی ہے۔ گنگوہی صاحب کے اس فتوے نے دِق کر رکھا تھا اور اب یہ عقعق کی بک بک کرتے ہیں۔ حالاں کہ فتوے میں ''زاغ معروفہ'' یعنی کہ جانا پہچانا کوا لکھا ہے، علاوہ ازیں تذکرہ الرشید کی عبارت میں جو مذکور کوے غلہ کو نقصان پہنچا رہے تھے وہ کیا خاص طور سے غلہ کو نقصان پہنچانے کے لیے افغانستان سے ہندوستان تشریف لاتے تھے۔ نہیں، بلکہ یہی کوے تھے جو عام طور سے بستیوں میں پائے جاتے ہیں اور انہیں کووں کو مار کر کھانے کے لیے گنگوہی صاحب نے کہا تھا۔ لیکن وائے ہٹ دھرمی! گنگوہی صاحب کا دامن کوے کے خون کے دھبوں سے بچانے کے لیے ان کے متبعین ہمیشہ ''عقعق'' کا گیت گا کر دق کرتے ہیں جب ان سے یہ پوچھتے ہیں کہ اگر وہ کوا عقعق نہ ہو تو کیا حکم ہے؟ فوراً جواب دیں گے کہ حرام ہے اور یہی ہمارے گنگوہی صاحب کی مراد ہے۔ آپ خواہ مخواہ جلد بازی میں آکر ہمارے حضرت گنگوہی کو بدنام کرتے ہیں گنگوہی صاحب کا فتویٰ ہر کوئی سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ گنگوہی صاحب کے فتوے میں جو کوا لکھا ہے اس سے افغانستان کا کوا ''عقعق'' مراد ہے۔

اب قارئین کی خدمت میں ایک حوالہ ایسا پیش کر رہا ہوں کہ جس کو پڑھ کر دیوبندی مکتب فکر کے علماء کا عقعق کا ذوق دریائے حزن میں غرق ہو جائے گا۔

''سوال: شرع کا کیا حکم ہے کہ کوا دیسی جو عموماً بستیوں میں پایا جاتا ہے حلال ہے یا حرام، فقہاء نے بعض اقسام کوّے کو حلال لکھا ہے اور بعض کو حرام۔ اب یہ دریافت کرنا منظور ہے کہ یہ کوا قسم حرام میں ہے یا حلال میں؟

بینوا توجروا۔

جواب: کتب فقہ میں تعین اقسام غراب میں الفاظ مختلف ہیں مگر جب فیصلہ خود کتب فقہ میں مذکور ہے کہ مدار اس کی خوراک پر ہے۔ پس یہ کوا جوان بستیوں میں پایا جاتا ہے اگر عقعق نہ ہو، تو بھی اس کی حلت میں شبہ نہیں۔''

حوالہ:

''تذکرۃ الرشید'' از: مولوی عاشق الٰہی میرٹھی، ناشر: مکتبہ خلیلیہ، سہارن پور (یوپی)، جلد ۱، صفحہ ۱۷۸

مولوی رشید احمد گنگوہی کے متعلقین تو گنگوہی صاحب کا دفاع کرنے کے لیے فتویٰ کی کیا کیا تاویلیں کرتے پھرتے تھے لیکن ان تمام تاویلات پر خود گنگوہی صاحب نے پانی پھیر دیا اور اقرار کر لیا کہ میرا جو فتویٰ ہے وہ دیسی کوے کے تعلق سے ہے اگر یہ دیسی کوا عقعق نہ ہو تب بھی کھانا حلال ہے اس میں کوئی شبہ نہیں۔ اب تو تاویل کی بھی گنجائش نہ رہی۔ کوے کا مسئلہ اس دور میں اتنا زیادہ زیر بحث تھا کہ ہر شخص اس مسئلہ کا صحیح شرعی حکم معلوم کرنا چاہتا تھا ہر مکتب فکر کے لوگ اپنے اپنے علماء سے کوے کے مسئلہ میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے، دیوبندی مکتب فکر کے علماء کی ذہنی حالت یہ ہوگئی تھی کہ جب ان سے کوئی شخص کوے کے تعلق سے کوئی مسئلہ پوچھتا تھا تو وہ بدگمانی کرتے تھے کہ یہ شخص ہمارا مذاق اڑانا چاہتا

ہے اور اس بدگمانی نے ان کو احساس کمتری میں اس حد تک مبتلا کر دیا کہ ان کا مزاج چڑ چڑا ہو گیا تھا۔ مسئلہ دریافت کرنے والے سے چڑنے لگے تھے اور سائل کو مسئلہ کا جواب دینے کے بجائے اس کو آڑے ہاتھوں لینا شروع کر دیتے اور تلخ زبانی، بداخلاقی، ترش روئی اور بدتہذیبی کا مظاہرہ کرتے اور مسئلہ کا جواب دینے سے اپنی جان چھڑاتے۔ جس کا اندازہ مندرجہ ذیل اقتباسات کے مطالعہ سے ہو جائے گا۔

■ وہابی، دیوبندی مکتب فکر کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کی ذہنی حالت کوے کے مسئلہ میں اتنی چڑ چڑی ہو گئی تھی کہ وہ سائل کو جواب دینے کے بجائے ذلیل کر دیتے تھے۔ حوالہ ملاحظہ ہو:

''سفر بمبئی میں ایک شخص نے حضرت والا سے یہ دریافت کیا کہ کوے کی کئی قسمیں ہیں۔ حضرت والا نے یہ فرمایا کہ کوے کی قسمیں تو مجھ کو معلوم نہیں اگر آپ فرمائیں تو آدمی کی قسمیں بیان کر دوں اور یہ بھی عرض کر دوں کہ آپ کون سی قسم میں داخل ہیں، بس یہ شخص تو ایسے خاموش ہوئے کہ بول کر نہیں دیا۔''

حوالہ:

''مزید المجید'' تھانوی صاحب کے ملفوظات کا مجموعہ، ضبط کردہ: مولوی عبدالمجید بچھرایونی، ناشر: مکتبہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون، ملفوظ ۱۰، صفحہ ۶

■ ایک اور اقتباس پیش خدمت ہے مولوی اشرف علی تھانوی کوے کے مسئلہ میں سائل کو کیا جواب دیتے تھے تھانوی صاحب کے اپنے الفاظ میں:

''جس زمانہ میں کوے کے مسئلے میں شور غل ہوا، بہت لوگ میرے پاس مجھ سے پوچھنے آئے۔ میں ان سے پوچھتا کہ کیا کھاؤ گے؟ کہتے نہیں، میں کہتا کہ تو نہ بتاؤں گا۔ نہ تم پر پوچھنا، نہ مجھ پر بتانا فرض اور عقیدہ کا مسئلہ نہیں، میں کہتا ہوں

جب ارادہ کھانے کا نہیں تو پوچھتے کیوں ہو کیوں کہ یہ فروعی مسئلہ میں سے ہے، اصول میں سے نہیں۔''

حوالہ:

(۱) ''آداب افتاء و استفتاء'' مرتبہ: مولوی محمد زید مظاہری ندوی، باہتمام: اقبال احمد قاسمی، ناشر: ادارہ افادات اشرفیہ، ہتورا، باندہ، یوپی، صفحہ ۵۲۰

(۲) ''الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ'' ناشر: مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) جلد ۱، قسط ۳، ملفوظ ۶۷۳، صفحہ ۳۳۷

علمائے دیوبند کا یہ دعویٰ کہ ہم حق بات بتانے سے گریز نہیں کرتے، وہ دعویٰ مذکورہ بالا اقتباسات سے ڈھول کا پول ثابت ہوا ہے کیوں کہ ایک فرعی مسئلہ میں بھی ان سے نہ ہاں کہتے بنتی تھی اور نہ ہی نا کہتے بنتی تھی۔ لہٰذا کتمان حق کا ارتکاب کرتے ہوئے بات کو ٹالنے کی ہی کوشش کی جاتی تھی۔

کوے کے تعلق سے جب امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے استفتاء کیا گیا تو آپ نے مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتوے کا رد بلیغ کرتے ہوئے کوے کی کتنی قسمیں ہیں، ان تمام اقسام کی تفصیل بتانے کے ساتھ ہر قسم کے کوے پر بحث کی اور فقہ کی کتابوں میں جو ''غراب'' کا تذکرہ ہے اس کی ایسی وضاحت کی کہ مسئلہ صاف ہو گیا کہ کوا کھانا جائز نہیں ہے۔ آپ نے کوے کے تعلق سے ایک مستقل کتاب ہی تصنیف فرمادی اور اس میں آپ نے اسلامی علوم کے ساتھ ساتھ علم حیوانات میں اپنی وسیع معلومات کا لوہا منوایا ہے۔ مذکورہ کتاب کا مطالعہ ہم کو امام احمد رضا محدث بریلوی کی وسعت علمی پر آفرین کہنے پر مجبور کر دے گا۔ اس تاریخی کتاب کا نام حسب ذیل ہے:

(۱) رامی زاغیان ملقب دفع زیغ زاغ (۱۳۲۰ھ)

(۲۵) سجدۂ تعظیمی کا تنازعہ

سجدۂ تعظیمی کو بعض جہلاء نے رائج کیا اور اس کو جاہل صوفیوں اور پیروں نے فروغ دیا، خاص کر خواجہ حسن نظامی وغیرہ نے اس حرکت قبیحہ کو حسب استطاعت تقویت پہنچائی، جاہل صوفیوں نے پیروں کو سجدہ کرنے اور ان کے انتقال کے بعد ان کی قبر کو سجدہ کرنے کی بدعت کو پھیلایا اور کچھ خانقاہوں میں یہ خلاف شریعت حرکت ہونے لگی، ایسی غیر شرعی خانقاہوں کا حوالہ دے کر مکتب فکر دیو بند کے علماء نے ہماری تمام خانقاہوں کو پوری طرح بدنام کر دیا، خانقاہوں پر اکتساب فیوض و برکات کے لیے جانے والے مسلمانوں کو بدعتی، قبر پرست اور مشرک وغیرہ کے خطابات دیئے گئے حالاں کہ بوسہ وطواف قبر سے لے کر سجدۂ تعظیمی تک ہر مسئلہ میں تمام علماء اہل سنت بالخصوص امام احمد رضا محدث بریلوی کا مسلک قرآن اور حدیث پر مبنی اور سلف صالحین کے طرز عمل کے مطابق ہے۔

خانقاہوں میں اور دیگر مقامات پر سجدۂ تعظیمی کی خلاف شریعت حرکت کے ساتھ امام احمد رضا بڑی سختی سے پیش آئے اور آپ نے قرآن مجید کی متعدد آیات، چالیس مستند احادیث ایک سو دس فقہی نصوص اور بزرگان دین کے اقوال کثیرہ سے سجدۂ تعظیمی کے حرام ہونے پر ایک معرکۃ الآراء کتاب بنام ''الزبدۃ الزکیہ'' تصنیف فرمائی ہے، جس کو پڑھ کر اس سچے عاشق رسول اور پابند شریعت دیدہ ور عالم کی فکر سلیم اور نظر عمیق کا صحیح اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ لیکن افسوس کہ امام احمد رضا محدث بریلوی کے سامنے علمی جنگ میں کلک رضا کے زخمی علمائے دیو بند نے راہ فرار اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ دروغ بیانی اور افترا پروری سے کام لے کر امام احمد رضا پر سجدۂ تعظیمی کی بدعت آفرینی کا الزام تھوپ دیا۔

سجدۂ تعظیمی کی تردید میں امام احمد رضا محدث بریلوی نے ترمذی شریف، سنن بیہقی،

مسند احمد، حاکم، مستدرک، طبرانی، جامع کبیر، ابونعیم، ابوداؤد، ابن ماجہ، شرح معانی الآثار، نسائی، بخاری، تبیین الحقائق، غنیہ، مبسوط، جامع صغیر، کتاب الاستحسان، عالمگیری، جامع الفصولین، مجمع النوازل، جامع الرموز، محیط، مجمع الانہر، فتاویٰ تاتارخانیہ، شرح ہدایہ، کافی شرح وافی، شرح کنز، تنویر الابصار، درمختار، ملتقی الابحر، فتاوے غرائب، شرح ملا علی قاری، طحطاوی علی الدر، ردالمحتار، وغیرہ جیسی سینکڑوں مستند کتابوں اور بے شمار افکار و آراء کا خلاصہ اور نچوڑ پیش کرتے ہوئے صاف صاف لکھا ہے:

- ''سجدہ حضرت جل جلالہ کے سوا کسی کے لیے نہیں۔ اس کے غیر کو سجدۂ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک مہین اور کفر مبین اور سجدۂ تحیہ حرام گناہ کبیرہ بالیقین۔''
- ''سجدہ کہ جہال اپنے سرکش پیروں کو کرتے ہیں اور اسے پائیگاہ کہتے ہیں۔ بعض مشائخ کے نزدیک کفر ہے اور گناہ کبیرہ تو بالاجماع ہے۔ پس اگر اسے اپنے پیر کے لیے جائز جانے تو کافر ہے اور اگر اس کے پیر نے اسے سجدہ کا حکم کیا اور اسے پسند کر کے اس پر راضی ہوا تو وہ شیخ نجدی خود بھی کافر ہوا، اگر کبھی مسلمان تھا بھی۔''
- ''عالموں اور بزرگوں کے سامنے زمین چومنا حرام ہے۔''
- زمین بوسی حقیقۃً سجدہ نہیں کہ سجدہ میں پیشانی رکھنی ضرور ہے جب یہ اس وجہ سے حرام اور مشابہ بت پرستی ہوئی کہ صورۃً قریب سجود ہے، تو خود سجدہ کس درجہ حرام اور بت پرستی کا مشابہ تام ہوگا۔''
- ''مزارات کو سجدہ یا اس کے سامنے زمین چومنا حرام ہے۔''
- ''مزار کو سجدہ درکنار، کسی قبر کے سامنے اللہ عزوجل کو سجدہ جائز نہیں، اگرچہ قبلہ کی طرف ہو۔''
- ''مقبرہ میں نماز مکروہ ہے کہ اس میں غالباً کسی قبر کو منھ ہوگا اور قبر کی طرف نماز مکروہ

ہے۔"

○ "قبرستان میں جب کوئی جگہ نماز کے لے تیار کی گئی ہو اور وہاں قبر نہ ہو اور نہ نجاست مگر اس کا قبلہ قبر کیطرف ہو جب بھی نماز مکروہ ہے۔"

○ "مولیٰ علی، یا کسی صحابی، یا کسی امام تابعی، یا امام اعظم، امام شافعی، امام مالک، امام احمد و امام ابو یوسف، امام محمد، امام بخاری، امام مسلم یا ان کے کسی ایک شاگرد سے ثبوت صحیح دکھائے کہ انہوں نے کسی غیر خدا کو سجدہ کیا یا اسے جائز بتایا۔ ورنہ قرآن مجید میں جو کچھ کاذبین پر ہے، اس سے ڈرے اور جلد سے جلد توبہ کرے۔"

قارئین خود فیصلہ فرمائیں کہ مندرجہ بالا اقتباسات کے بعد بھی امام احمد رضا محدث بریلوی پر "قبر پرستی" کا الزام لگانا کہاں تک درست ہے۔ خدا اگر توفیق دے تو سجدۂ تعظیمی کی حرمت پر امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی مندرجہ ذیل تصانیف کا کم از کم ایک مرتبہ تو ضرور مطالعہ فرمائیں۔

(۱) الزبدة الزکیة فی تحریم سجود التحیة (۱۳۳۷ھ)

(۲) مفاد الحبر فی الصلوٰة بمقبرة او جنب قبر (۱۳۲۶ھ)

(۲۶) ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟

علمائے دیوبند نے ہمیشہ یہی طرزِ عمل اختیار کیا کہ دین میں کوئی نہ کوئی نئی بات کھڑی کر کے مذہب کے نام پر مسلمانوں میں شورش پیدا کی، چاہے اصولی مسئلہ ہو یا پھر فروعی مسئلہ ہو، اپنے ترنگی دماغ سے اس میں نئی بات نکال کر پیچیدگی کھڑی کرنا لیکن حیرت کی بات تو یہ ہے کہ وہ اپنے فیصلے اور رائے میں خود ہی تذبذب کا شکار رہتے تھے۔ یعنی کبھی کچھ فتویٰ دیا اور کبھی کچھ۔ ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟ حالاں کہ یہ کوئی پیچیدہ مسئلہ نہیں تھا بلکہ

طے شدہ مسئلہ تھا کہ ہندوستان دارالاسلام ہے اور ہرگز دارالحرب نہیں کیوں کہ دارالحرب اس کو کہتے ہیں کہ جہاں اسلام کا ایک بھی رکن یا شعائر اسلام کا کوئی بھی کام ادا کرنے کی ممانعت ہو۔ ہندوستان میں پنج وقتہ نماز با جماعت، علی الاعلان اذان دینا، مساجد و مدارس، عید و قربانی جیسے اہم اور دیگر اسلامی شعائر کے کام بلا کسی روک ٹوک کے ادا کئے جاتے ہیں اور انشاء اللہ ہمیشہ ادا کئے جائیں گے۔ لہٰذا ہندوستان کو دارالحرب کہنا غلط ہے لیکن جدت پسند علمائے دیوبند نے سیاسی نظریہ کے تحت ہندوستان کے لیے دارالحرب کا فتویٰ دے دیا۔

■ مولوی رشید احمد گنگوہی نے ہندوستان کے دارالحرب ہونے کے تعلق سے تین فتوے دئے ہیں لیکن ان میں تطبیق ہی نہیں۔

"سوال: ملک ہندوستان مملوکہ نصاریٰ اور ممالک محروسہ نوابات ہنود اور راجگان دار حرب ہے یا دار اسلام اور کافران ملکوں کے حاکم ہوں یا محکوم حربی ہیں یا ذمی، خواہ، ہندو ہوں وہ کافر یا غیر ہندو اور کافرات حربیات ہیں یا ذمیات۔

جواب: سب ہندوستان بندہ کے نزدیک دارالحرب ہے اور یہاں کی کافرات حربیہ ہیں۔"

حوالہ:

"فتاویٰ رشیدیہ" از: مولوی رشید احمد گنگوہی، ناشر: مکتبہ تھانوی، دیوبند، صفحہ: ۵۹۳

■ مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک اور فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

"سوال: ہند بقول امام یا صاحبین کیا دارالحرب ہے۔

جواب: ہند کے دارالحرب ہونے میں اختلاف علماء کا ہے۔ بظاہر تحقیق حال بندہ کی خوب نہیں ہوئی۔ حسب اپنی تحقیق کے سب نے فرمایا ہے اور اصل مسئلہ میں کسی کو خلاف نہیں اور بندہ کو بھی خوب تحقیق نہیں کہ کیا کیفیت ہند کی ہے۔

فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔''

حوالہ:

''فتاویٰ رشیدیہ'' از: مولوی رشید احمد گنگوہی، ناشر: مکتبہ تھانوی، دیو بند، صفحہ ۵۰۵

■ مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک اور فتویٰ پیش خدمت ہے:

''دارالحرب ہونا ہندوستان کا مختلف علماء حال میں ہے۔ اکثر دارالاسلام کہتے ہیں اور بعض دارالحرب کہتے ہیں۔ بندہ اس میں فیصلہ نہیں کرتا۔''

حوالہ:

''فتاویٰ رشیدیہ'' از: مولوی رشید احمد گنگوہی، ناشر: کتب خانہ رحیمیہ، دہلی، جلد ۱، صفحہ ۷

حوالے کے تعلق سے ضروری نوٹ:

فتاویٰ رشیدیہ پہلے تین جلدوں میں تھی لیکن بعد میں تین جلدوں کی ایک جلد کامل بنائی گئی اور بہت سے مسائل کا اس میں اندراج نہیں کیا گیا۔ مذکورہ حوالہ فتاویٰ رشیدیہ کے پرانے نسخے میں موجود ہے لیکن نئے ایڈیشن میں اسے شامل اشاعت نہیں کیا گیا۔

گنگوہی صاحب کے تینوں فتوؤں کو بغور دیکھنے سے یہ بات ثابت ہوگی کہ ان کے یہاں تطبیق نام کی کوئی چیز ہے ہی نہیں۔ پہلے فتویٰ میں یقین کے ساتھ ہندوستان کو دارالحرب کہہ رہے ہیں، دوسرے فتوے میں یہ کہہ رہے ہیں کہ ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام اس کی تحقیق نہیں اور تیسرے فتوے میں اکثر علماء دارالاسلام کہہ رہے ہیں کا جملہ لکھ کر ہندوستان کے دارالاسلام ہونے کا دبے لفظوں میں اشارہ کیا ہے۔ یہ ہے علمائے دیو بند کا تفقہ فی الدین، لگے ہاتھوں دیگر اکابر علمائے دیو بند کے نظریات کا بھی جائزہ لیں۔

■ دارالعلوم دیو بند کے بانی مولوی قاسم نانوتوی نے فتویٰ دیا کہ:

''ہندوستان دارالحرب است'' (یعنی: ہندوستان دارالحرب ہے)

حوالہ:

''قاسم العلوم'' جلد ۳، صفحہ ۳۵

■ بقول مولوی خلیل احمد انبیٹھوی:

''ہندوستان دارالحرب ہے۔ یہاں رہنا مسلمانوں کو حرام اور ہجرت کرنا واجب ہے۔''

حوالہ:

''تذکرۃ الخلیل'' از: مولوی عاشق الٰہی میرٹھی، ناشر: مکتبہ خلیلیہ، سہارن پور، صفحہ ۳۴۹

■ ہندوستان کے دارالحرب ہونے یا نہ ہونے کے ضمن میں دیو بندی مکتب فکر کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کے تأثرات کا جائزہ لیں:

''کسی نے دریافت کیا کہ ہندوستان دارالحرب ہے یا نہیں۔ فرمایا کہ عموماً دارالحرب کے معنی غلطی سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ جہاں حرب واجب ہو۔ سو اس معنی میں تو ہندوستان دارالحرب نہیں کیوں کہ یہاں بوجہ معاہدہ کے حرب درست نہیں۔''

حوالہ:

''کمالات اشرفیہ'' از: مولوی محمد عیسیٰ الہ آبادی، ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون، باب ۱، ملفوظ ۶۱۴، صفحہ ۱۴۷

■ ایک اور موقع پر مولوی اشرف علی تھانوی نے کہا کہ:

''ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ دارالحرب کے معنی دارالکفر ہیں۔ لیکن پھر اس دارالحرب کی دو قسمیں ہیں۔ ایک دارالامن ایک

دارالخوف۔ دارالامن میں بہت احکام مثل دارالاسلام کے ہوتے ہیں سو ہندوستان دارالحرب ہے لیکن ہے دارالامن۔

حوالہ:

’’الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ‘‘ از: مولوی اشرف علی تھانوی، ناشر: مکتبہ دانش، دیوبند (یوپی) جلد۴، قسط۱۹، ملفوظ ۸۷۷، صفحہ ۴۲۶

جب امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے اس مسئلہ میں رجوع کیا گیا تو آپ نے فتاویٰ عالمگیری، سراج وہاج درر، غرر، شرح نقایہ، تنویر الابصار، درمختار، مجمع الانہر وغیرہ فقہ اسلامی کی معتبر کتابوں کے حوالوں سے ثابت کرکے لکھا کہ ’’الحاصل ہندوستان کے دارالاسلام ہونے میں شک نہیں‘‘ اس عنوان پر آپ نے علم وعرفان کا دریا بہاتے ہوئے ایک تاریخی کتاب تصنیف فرمائی جو واقعی قابل مطالعہ ہے اس کتاب کا نام ہے:

(۱) اعلام الاعلام بأن ہندوستان دارالاسلام (۱۳۰۶ھ)

(۲۷) روافض زمانہ کا فتنہ

کفر اور شرک کا فتویٰ دینے کے لیے علماء دیوبند نے ہمیشہ اہل سنت وجماعت کے لوگوں کو تختۂ مشق بنایا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کا بہانہ ڈھونڈھ کر شرک کے بڑے بڑے فتوے دیئے لیکن اہل سنت کے علاوہ گمراہ اور باطل گروہ کا معاملہ ہو تو فتویٰ بازی بھول جائیں گے اور ان کا چاہے جیسا بھی فاسد عقیدہ ہو فتویٰ نہیں لگائیں گے بلکہ تاویلیں کریں گے۔ پچھلے صفحات میں آپ پڑھ چکے ہو کہ صحابۂ کرام کو کافر کہنے والے پر بھی علمائے دیوبند کفر کا فتویٰ نہیں لگاتے لیکن اگر کسی سنی مسلمان نے سہرا باندھ لیا، یا رسول اللہ کہہ دیا بلکہ صرف اتنا ہی کہا کہ اگر خدا اور رسول نے چاہا تو فلاں کام ہو جائے گا، تو علمائے دیوبند اس پر شرک کا فتویٰ لے کر چڑھائی

کردیں گے، مثلاً:

■ مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب ’’بہشتی زیور‘‘ میں ’’کفر اور شرک کی باتوں کا بیان‘‘ عنوان کے تحت لکھا ہے کہ:

’’کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہوگئی......سہرا باندھنا...... یوں کہنا کہ خدا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر چاہے گا تو فلاں کام ہو جائے گا......‘‘

حوالہ:

’’بہشتی زیور‘‘ مصنف مولوی اشرف علی تھانوی، ناشر: ربانی بک ڈپو، دہلی، جلد۱، صفحہ:۳۴ اور صفحہ ۳۵

لیکن بڑے بڑے کفری عقائد رکھنے والوں کا دفاع کرنے کے لیے عجیب وغریب فتوے دیتے تھے اور عوام اور علماء کا امتیاز پیدا کرتے تھے، مثلاً:

■ مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک فتویٰ ملاحظہ ہو:

’’ایک مرتبہ مولوی محمد حسن صاحب نے دریافت کیا کہ روافض کے بارے میں کیا رائے ہے؟ فرمایا ہمارے اساتذہ تو شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وقت سے برابر تکفیر ہی کے قائل ہیں۔ بعضوں نے اہل کتاب کا حکم دیا ہے اور بعضوں نے مرتد کا۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کی کیا رائے ہے؟ ارشاد فرمایا میرے نزدیک ان کے علماء کافر ہیں اور جہلاء فاسق۔‘‘

حوالہ:

’’تذکرۃ الرشید‘‘ از: مولوی عاشق الٰہی میرٹھی، ناشر: مکتبہ خلیلیہ، سہارن پور (یوپی) جلد۲، صفحہ ۲۸۶

قارئین سوچیں کہ بہشتی زیور کے مذکورہ بالا فتوے میں مطلقاً کہا گیا ہے علماء اور جہلاء

کا امتیاز نہیں برتا گیا کیوں کہ وہ فتویٰ اہل سنت کے لوگوں پر تھوپا گیا تھا لیکن جب رافضیوں کا معاملہ آیا تو علماء اور جہلاء کا امتیاز بتایا یعنی کہ کوئی جاہل رافضی کیسا ہی کفری عقیدہ رکھے اس کو کافر نہیں کہیں گے۔ اس کو جہالت کی رعایت کا فائدہ دیا جارہا ہے لیکن اگر کسی جاہل سنی نے سہرا باندھ لیا یا صرف یارسول اللہ کہہ دیا تو یہاں جہالت کی رعایت نہیں دی جاتی فوراً کفر اور شرک کے فتوؤں کی مشین گن شروع کردی جاتی ہے۔

الحاصل! روافض، شیعہ، خارجی، غیر مقلدین یا دیگر کوئی باطل عقیدہ رکھنے والا ہو، چاہے اس کے اقوال وافعال کفر کی حد تک پہنچتے ہوں، لیکن ان کو کافر کہنے میں علمائے دیوبند بہانے نکالیں گے کہ اہل قبلہ کو کیسے کافر کہیں؟ لیکن اہل سنت وجماعت کے لوگوں نے محبت رسول میں اگر کوئی مستحب کام بھی کیا تو یہاں اہل قبلہ کی اصطلاح بھول جائیں گے اور بڑی دلیری اور بیباکی سے کفر اور شرک کا فتویٰ عنایت کریں گے۔

روافض زمانہ کہ پھر چاہے ان کے علماء ہوں یا جہلاء ان کے کفری عقائد یقیناً حد ارتداد کو پہنچے ہوئے تھے۔ لیکن علماء دیوبند نے روافض زمانہ کے ساتھ نرمی برتی اور ان کو مرتد کے بجائے اہل کتاب میں شمار کیا۔

مولوی رشید احمد گنگوہی نے رافضی سے نکاح کرنے تک میں رعایت برتی اور روافض کو اہل کتاب کہا گنگوہی صاحب کا فتویٰ پیش خدمت ہے:

''سوال: روافض واہل سنن میں مناکحت جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جن لوگوں کے نزدیک روافض کا حکم مرتدین کا ہے ان کے نزدیک ہرگز نکاح جائز نہیں اور شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کا فتویٰ اسی پر ہے اور جن لوگوں کے نزدیک رافضیوں کا حکم اہل کتاب کا ہے تو ان کے نزدیک رافضیہ عورت کا مرد سنی سے نکاح جائز ہے اور عورت سنیہ کا مرد رافضی سے جائز

نہیں۔ اور بعض علماء نے جوان کو فاسق کہا ہے تو ایسی صورت میں نکاح ہوجاتا ہے مگر یہ اچھا نہیں کہ اس میں فساد دین کا ہے اور بندہ کے نزدیک روافض کا حکم اہل کتاب کا ہے۔''

حوالہ:

''تذکرۃ الرشید'' از: مولوی عاشق الٰہی میرٹھی، ناشر: مکتبہ خلیلیہ، سہارن پور، جلد ا، صفحہ ۱۶۶

مذکورہ فتویٰ میں تو گنگوہی صاحب نے رافضیہ عورت کے ساتھ نکاح کے جواز کا راستہ بھی نکال لیا۔ لگتا ہے تمام باطل فرقہ والوں نے کوئی سینڈیکیٹ بنائی ہوگی کہ سنیوں کے مقابلے میں ہم ایک ہیں لہٰذا آپس میں ایک دوسرے کی تکفیر و مذمت نہیں کریں گے۔

علمائے دیوبند کے رویہ نے مسلمان اہل سنت کے دلوں میں روافض زمانہ کے لیے ایک نرم گوشہ پیدا کردیا۔ آج تک جن رافضیوں کو ان کے کفریات کی بنا پر مرتد جانتے تھے اب ان کو صرف فاسق یا اہل کتاب کے مثل ماننے لگے۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ رافضی مسلم معاشرے میں گھل مل گئے، یہاں تک کہ آپس میں شادی بیاہ بھی ہونے لگے۔ رافضیوں کے لیے مسلمانوں کے دلوں میں نفرت تھی اس نفرت کو علمائے دیوبند نے اتنا کم کردیا کہ لوگ روافض کے ساتھ تمام اسلامی معاملات کرنے لگے اور معاذ اللہ بہت سے لوگ آہستہ آہستہ رافضی عقائد کو اچھا کہنے لگے اور اپنانے بھی لگے۔

ایسے پراگندہ ماحول میں امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ملت اسلامیہ کی سچی رہنمائی فرمائی اور روافضِ زمانہ کے رد میں ''ردالرفضۃ'' نام کی کتاب تصنیف فرمائی۔ اس کتاب میں آپ نے روافض زمانہ کے عقائد کفریہ باطلہ ثابت کیے کچھ عقائد حسب ذیل ہیں:

- حضرت سیدنا صدیق اکبر اور حضرت سیدنا فاروق اعظم کی خلافت کا انکار کیا۔
- حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ جتنے انبیاء کرام ہیں ان تمام سے حضرت علی مرتضی اور اہل بیت کا مرتبہ زیادہ مانتے ہیں۔
- اس وقت جو قرآن شریف موجود ہے وہ ناقص ہے۔ موجودہ قرآن سے قرآن زائد نازل ہوا تھا لیکن حضرات صحابہ کرام نے جو قرآن جمع کیا، وہ ادھورا جمع کیا ہے۔
- رافضیوں کا کہنا ہے کہ قرآن شریف میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرات اہل بیت کی فضیلت میں جو آیتیں تھیں، وہ حضرت عثمان غنی نے نکال ڈالی ہیں۔
- حضرت شیخین اور دیگر صحابۂ کرام کی شان میں تبرّا کرنا ضروری جانتے ہیں۔
- حضرت امیر معاویہ و دیگر صحابۂ کرام کو کافر جانتے ہیں۔ وغیرہ

مذکورہ عقائد باطلہ کی بنا پر امام احمد رضا نے روافض کی تکفیر فقہ کی معتبر کتابوں سے کی۔

مثلاً:

سراجیہ، درمختار، طحطاوی، فتح القدیر، فتاویٰ خلاصہ قلمی، خزانۃ المفتیین، ہدایہ، تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق، فتاویٰ عالمگیری، بدائع، بزازیہ، اشباہ، اتحاف الابصاروالبصائر، فتاویٰ القرویہ، واقعات المفتین، شرح نقایہ، فتاویٰ ظہیریہ، بحرالرائق، مجمع الانہر، شرح ملتقی الابحر، غنیہ شرح منیہ، مستخلص الحقائق شرح کنزالدقائق، شرح کنز، مراقی الفلاح، نظم الفرائد، فتویٰ علامہ نوح آفندی، مجموعہ شیخ الاسلام، مغنی المستفتی، عقود الدریہ، تنویر الابصار، فتاویٰ خیریہ، غرر متن درر، فتاویٰ ہندیہ، طریقہ محمدیہ،

حدیقہ ندیہ، برجندی، شرح نقایہ وغیرہ پچاس سے بھی زیادہ کتابوں کی ڈیڑھ سو سے زیادہ عبارات کے عربی متن مع جلد اور صفحہ نمبر مرقوم فرمائے اور روافض کے لیے جو شرعی احکام ہیں وہ بیان فرمائے۔ مثلاً:

- رافضی علی العموم کافر اور مرتد ہیں۔
- رافضی کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے۔
- رافضی کے ساتھ نکاح صرف حرام ہی نہیں بلکہ خالص زنا ہے۔
- رافضیوں سے میل جول سلام کلام گناہ کبیرہ اور اشد حرام ہے۔
- جو شخص رافضیوں کے ملعون عقائد پر مطلع ہو کر پھر بھی انہیں مسلمان جانے یا ان کے کافر ہونے میں شک کرے باجماع تمام ائمہ دین خود کافر و بے دین ہے۔

روافض زمانہ کے رد میں امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے حسب ذیل تصانیف ہیں:

(۱) رد الرفضہ (١٣٠٦ھ)

(۲) الادلۃ الطاعنہ فی اذان الملاعنہ (١٣٠٦ھ)

(۳) شرح المطالب فی مبحث ابی طالب (١٣١٦ھ)

(۴) جمع القرآن و بم عزوہ لعثمان (١٣٢٢ھ)

(۵) غایۃ التحقیق فی امامۃ العلی والصدیق (١٣٣١ھ)

(۶) اعتقاد الاجناب فی الجمیل والمصطفی والآل والاصحاب (١٢٩٨ھ)

(۷) یعبر الطالب فی شیون ابی طالب (١٢٩٤ھ)

(۸) مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین (١٢٩٧ھ)

(۹) الکلام الهبی فی تشبه الصدیق بالنبی (۱۲۹۷ھ)

(۱۰) الزلال الانقی من بحر سبقة الاتقی (۱۳۰۰ھ)

(۱۱) لمعة الشمعة لهدی شیعة الشنعة (۱۳۱۲ھ)

(۱۲) وجود المشوق بجلوة اسماء الصدیق والفاروق (۱۲۹۷ھ)

(۲۸) قبر پر اذان دینے کا اختلاف

میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینے کا مستحب طریقہ ملت اسلامیہ میں صدیوں سے رائج ہے۔ دفن کے بعد فوراً ہی قبر میں مردہ سے سوال ہوتا ہے، منکر نکیر کے سوالوں کا جواب دینے سے بہکانے کے لیے شیطان قبر میں بھی دخل اندازی کرتا ہے جب مردہ سے فرشتے سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ تو اس وقت شیطان مردہ کو بہکانے کے لیے اپنی طرف اشارہ کرتا ہے کہ میں تیرا رب ہوں۔ شیطان کے فریب سے مردہ کو بچانے کے لیے دفن کے بعد فوراً اذان دی جاتی ہے۔ کیوں کہ حدیث شریف کے ارشاد کے مطابق جب مؤذن اذان کہتا ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر ہوا چھوڑتا ہوا بھاگتا ہے۔ قبر پر اذان دینے سے میت کو کل سات (۷) فائدے ہیں جس کی تفصیل امام احمد رضا محدث بریلوی کی کتاب ''ایذان الاجر'' میں مرقوم ہے۔

ملت اسلامیہ کو دینی، دنیوی اور اخروی فوائد سے محرم کر دینے کی اپنی پالیسی کے تحت دیوبندی مکتب فکر کے علماء نے دفن کے بعد قبر پر اذان دینے کو ممنوع اور بدعت قرار دے کر اموات مسلمین کے ساتھ بھی ناانصافی کی اور کر رہے ہیں۔ موجودہ دور میں تو اس مسئلہ میں دیوبندی گروہ کی جانب سے اتنی سختی برتی جاتی ہے کہ قبرستان میں بھی جھگڑے اور مار پیٹ تک

نوبت پہنچ جاتی ہے۔ یعنی کہ شہر خموشاں میں لیٹے ہوئے اموات کو بھی یہ لوگ خلل پہنچاتے ہیں۔

- مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتاویٰ کے مجموعہ ''فتاویٰ رشیدیہ'' میں ہے کہ:

''اذان بعد دفن کے قبر پر بدعت ہے کہ کہیں قرون ثلاثہ میں اس کا ثبوت نہیں اور جو امر ایسا ہو، وہ مکروہ ہے تحریماً''

حوالہ:

''فتاویٰ رشیدیہ'' از: مولوی رشید احمد گنگوہی، ناشر: مکتبہ تھانوی، دیوبند، صفحہ ۱۴۵

- فتاویٰ دار العلوم دیوبند میں ہے کہ:

''اذان دفن کے بعد مشروع نہیں بلکہ بدعت ہے۔''

حوالہ:

''فتاویٰ دار العلوم دیوبند'' از: مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی، ناشر: دار العلوم دیوبند (یوپی) جلد ۵، کتاب الصلوٰۃ (ربع چہارم) صفحہ: ۴۱۳

علاوہ ازیں دیگر علمائے دیوبند اور تبلیغی جماعت کے مبلغین قبر پر اذان دینے کے خلاف مہم چلا کر اسے ترک کر دینے کے لیے مسلمانوں پر زبردستی کرتے ہیں۔ امام احمد رضا محدث بریلوی نے اپنی کتاب میں کل پندرہ (۱۵) دلیلیں دے کر قبر پر اذان دینا صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ثابت کیا ہے۔ ۱۳۰۷ھ میں لکھی ہوئی اس کتاب کا جواب لکھنے کی کوئی دیوبندی مولوی ہمت ہی نہیں کرتا اس کتاب کا تاریخی نام حسب ذیل ہے جو نمبر ا پر درج ہے علاوہ ازیں دفع بلا کے لیے جو اذان دی جاتی ہے اس کی بھی دیوبندی مکتب فکر کے علماء نے ممانعت کی ہے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی نے اس عنوان پر بھی مستقل کتاب تصنیف فرمائی ہے۔

(۱) ایذان الاجر فی اذان القبر (۱۳۰۷ھ)

(۲) نسیم الصبا فی ان الاذان یحول الوباء (۱۳۰۲ھ)

(۲۹) عید کے مصافحہ و معانقہ کا اختلاف

عید کا دن یعنی کہ خوشی کا دن بلکہ لفظ عید کا اطلاق اصطلاح سماج میں خوشی کے لیے ہوتا ہے۔ مثلاً: کسی کو کوئی خوشی حاصل ہوتی ہے تو وہ یہی کہتا ہے آج تو میری عید ہوگئی۔ علاوہ ازیں عید کے دن ہر مسلمان اپنی خوشی میں اپنے مسلمان بھائی کو شریک کر کے اپنی خوشی میں اضافہ کرتا ہے اور اپنے مسلم بھائی سے ہاتھ ملا کر یا سینے سے سینہ ملا کر عید کی مبارک باد دیتا ہے۔ دو بھائیوں میں یا دو دوستوں میں معمولی رنجش ہوگئی دونوں کے دل میں ایک دوسرے کی محبت دبی ہوئی ہے لیکن صلح کا کوئی موقع نہ ملا اور اتفاق سے عید کی نماز کے بعد دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں دل میں دبا ہوا محبت کا جذبہ ابھرا اور عید کے بہانے دونوں ایسی گرم جوشی سے گلے ملے کہ ماضی کے سارے گلے شکوے کافور ہوگئے۔ اسلام نے اپنے دینی بھائیوں سے اخوت رکھنا، تعلقات قائم کرنا، اپنے دینی بھائیوں کا دل خوش کرنا، اپنے دینی بھائیوں کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کرنا وغیرہ اخلاق حسنہ کی تعلیم و ترغیب دی ہے۔

عید کے دن اپنے مسلمان بھائی سے ہاتھ ملانا یعنی کہ مصافحہ کرنا اور گلے ملنا یعنی کہ معانقہ کرنا ہمیشہ سے ملت اسلامیہ میں رائج تھا، اور ہے۔ اس میں کسی قسم کی کوئی خرابی نہیں بلکہ بھلائی ہی بھلائی ہے۔ لیکن علمائے دیو بند کو بھلائی کے اس کام میں بھی بدعت کی برائی نظر آئی اور عید کے دن مصافحہ کرنا یا معانقہ کرنے کو بدعت اور مکروہ تحریمی یعنی کہ حرام کے قریب کا فتویٰ ٹھونک دیا۔

■ مولوی رشید احمد گنگوہی کے دو فتوے سے پیش خدمت ہیں:

''سوال: عیدین میں معانقہ کرنا اور بغل گیر ہونا کیسا ہے؟

جواب: عیدین میں معانقہ کرنا بدعت ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔''

حوالہ:

''فتاویٰ رشیدیہ'' از: مولوی رشید احمد گنگوہی، ناشر: مکتبہ تھانوی، دیو بند، صفحہ ۱۴۸

نہ کسی کتاب کا حوالہ نہ کوئی دلیل بس جو بھی جی میں آئے لکھ دو۔ علمائے دیو بند کے اکثر فتاویٰ آپ کو دلائل سے بالکل خالی ہی ملیں گے۔ عید کا معانقہ بدعت کہہ دیا لیکن اس کے بدعت ہونے کی وجہ کیا ہے؟ یہ جان کر تو آپ حیرت کریں گے۔

■ گنگوہی صاحب کا فتویٰ کہ معانقہ کیوں بدعت ہے:

''سوال: معانقہ کرنا بالخصوص عیدین کے روز کس درجہ کا گناہ ہے۔ مکروہ ہے یا حرام؟

جواب: معانقہ و مصافحہ بوجہ تخصیص کے کہ اس روز میں اس کو موجب سرور اور باعث مودت اور ایام سے زیادہ مثل ضروری کے جانتے ہیں بدعت ہے اور مکروہ تحریمی۔''

حوالہ:

''فتاویٰ رشیدیہ'' از: مولوی رشید احمد گنگوہی، ناشر: مکتبہ تھانوی، دیو بند، صفحہ ۱۴۸

مذکورہ فتوے میں گنگوہی صاحب یہ کہہ رہے ہیں کہ عید کے دن کو مصافحہ اور معانقہ کرنا دیگر ایام کے مقابلے میں موجب سرور یعنی کہ خوشی کا سبب اور باعث مودت یعنی کہ بھائی چارگی کی وجہ سے سمجھ کر کرتے ہیں اس لئے بدعت اور مکروہ تحریمی یعنی کہ حرام کے قریب ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ عید کے دن خوشی اور بھائی چارگی کی وجہ سے مصافحہ اور معانقہ منع ہے۔ تو کیا عید کے دن خوشی اور بھائی چارگی کے بجائے غم اور غصہ کا اظہار کرنا چاہیئے، تب ہی مصافحہ اور معانقہ جائز ہوگا؟ ایک اہم بات کی طرف ہم قارئین کی توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ سائل نے تو صرف معانقہ کے متعلق گنگوہی صاحب سے سوال کیا ہے لیکن گنگوہی صاحب معانقہ کے ساتھ

ساتھ مصافحہ کو بھی اپنے غم وغصہ کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ گنگوہی صاحب نے ''تذکرۃ الرشید'' جلد اول، صفحہ ۱۸۱ پر عید کا مصافحہ اور معانقہ کو صاف حرام لکھ دیا ہے۔ جو کام قوم مسلم کے مابین اتحاد کا باعث تھا۔ اس کو علمائے دیوبند تفریق بین المسلمین کا اپنا مقصد حل کرنے کے لیے ناجائز میں شمار کر رہے ہیں۔

■ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب عید کے مصافحہ کے تعلق سے کہتے ہیں کہ:

''فرمایا۔ عید کا مصافحہ میں ابتداء تو نہیں کرتا، لیکن دوسرے کی درخواست پر کر بھی لیتا ہوں۔ مگر مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نہیں کرتے تھے۔ کیوں کہ بدعت ہے، میں مغلوب ہو جاتا ہوں۔''

حوالہ:

''کلمۃ الحق'' ضبط کردہ، مولوی عبدالحق سکنہ کوٹی، ناشر: مکتبہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون، قسط ہشتم، ملفوظ ۱۷۵، صفحہ ۸۴

تھانوی صاحب نے خود اپنی زبانی اپنے ''بدعتی'' ہونے کا اقرار کر لیا۔ عید کے مصافحہ کو بدعت کہا اور مصافحہ کیا بھی اور مصافحہ کرنے کی وجہ یہ بتائی کہ میں مغلوب ہو جاتا ہوں، واہ! کیا بہانہ ڈھونڈھ نکالا! کیا مغلوب ہو جانے کی وجہ سے بدعت کا کام بلکہ گنگوہی صاحب کے قول کے مطابق حرام کام کر لینا روا ہو گیا؟ اور مغلوب بھی کیا ایسے تھے کہ مصافحہ کرنے کے لیے آنے والا ساتھ میں بندوق لے کر آیا تھا کہ اگر تھانوی صاحب اس کی درخواست پر مصافحہ سے انکار کرتے تو وہ تھانوی صاحب کو گولی مار دیتا؟ کیا ایسی مجبوری کے عالم میں مغلوب ہو کر تھانوی صاحب نے مصافحہ کیا تھا؟ یا پھر مروت میں مغلوب ہوئے تھے؟ اور اس طرح مروت میں آخر فعل بدعت کرنا جائز ہے؟ یہ ہے دیوبندی مکتب فکر کے مجدد اور حکیم الامت کا کردار۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے مذکورہ مسئلہ کے تعلق سے

استفسار کیا گیا تو آپ نے عید کے معانقہ کے جواز پر کتب معتمدہ ومعتبرہ کے حوالوں سے ایک تاریخی کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ اس کی اشاعت کو ۱۰۵ سال کا عرصہ گزر چکا ہے لیکن اس کا جواب لکھنے سے علمائے دیوبند آج تک عاجز وساکت ہیں۔ اس کتاب کا نام ذیل میں مرقوم ہے:

(۱) وشاح الجید فی تحلیل معانقۃ العید (۱۳۱۲ھ)

(۳۰) ایصال ثواب کے فاتحہ کا کھانا

قوم مسلم میں صدیوں سے یہ امر رائج ہے کہ اپنے مرحومین کے انتقال کے دن اور تاریخ کو ہر ماہ یا ہر سال فاتحہ دیتے ہیں اور اس کا ثواب اپنے مرحوم رشتہ داروں کو پہنچاتے ہیں۔ فاتحہ کا طریقہ سلف صالحین نے بھی محمود رکھا۔ فاتحہ میں کوئی بھی غیر شرعی ارتکاب نہیں کیا جاتا بلکہ کچھ کھانا پکا کر غرباء ومساکین کو کھلایا جاتا ہے اور کھانا کھانے سے قبل یا بعد میں کچھ آیات قرآنی پڑھی جاتی ہیں اور اس پڑھنے کا اور کھانا کھلانے کا ثواب اپنے مرحومین کو بخشا جاتا ہے۔ ایصال ثواب کے اس طریقہ پر بھی دیوبندی مکتب فکر کے علماء نے گمراہیت سے بھری ہوئی بدعت کا فتویٰ دے دیا:

■ مولوی رشید احمد گنگوہی کے دو فتوے پیش خدمت ہیں:

''سوال: فاتحہ کا پڑھنا کھانے پر یا شیرنی پر بروز جمعرات درست ہے یا نہیں؟

جواب: فاتحہ کھانے یا شیرنی پر پڑھنا بدعت ضلالت ہے ہرگز نہ کرنا چاہیئے۔''

سوال: تیجہ، ساتواں، دسواں چالیسواں امور مذکورہ امام ابوحنیفہ کے مذہب اور فقہ کی کس معتبر کتب میں ہیں اور ان کا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: تیجہ، دسواں وغیرہ سب بدعت ضلالہ ہیں۔ اس کی اصل نہیں۔ نفس

ایصال ثواب چاہیئے۔ان قیود کے ساتھ بدعت ہی ہے جیسا کہ اوپر کے جواب میں مرقوم ہو چکا ہے۔اور برادری کو ان ایام میں کھلانا یہ رسم ہے اور منع ہے۔ فقط۔واللہ تعالیٰ اعلم۔''

حوالہ:

''فتاویٰ رشیدیہ''از: مولوی رشید احمد گنگوہی، ناشر: مکتبہ تھانوی، دیوبند، صفحہ ۱۵۴

امام احمد رضا محدث بریلوی نے دیوبندی مکتب فکر کے علماء کے مندرجہ بالا نظریات کا ایسا خوش اسلوبی سے تعاقب فرمایا کہ وہ بھی تعجب میں پڑ گئے۔آپ نے مذکورہ مسئلہ کے تعلق سے ایک معرکۃ الآراء کتاب تصنیف فرمائی اور کتاب میں آپ نے مروجہ فاتحہ کے ثبوت میں حدیث اور علماء متقدمین کی معتبر کتابوں کے حوالوں کے ساتھ ساتھ دیوبندی مکتب فکر کے اکابر کی کتابوں کے بھی حوالے درج فرما دیئے۔مثلاً: امام الوہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی کی کتابیں (۱) صراط مستقیم (۲) زبدۃ النصائح اور فرقہ وہابیہ کے معلم ثالث مولوی خرم علی بلھوری کی کتاب ''نصیحۃ المسلمین'' سے مروجہ فاتحہ کا ثبوت دے دیا۔اس کتاب کا نام مندرجہ ذیل ہے۔علاوہ ازیں اس مسئلہ کے تعلق سے امام احمد رضا نے اپنے فتاویٰ میں بہت تفصیلی بحث فرمائی ہے اور چند اور کتابیں بھی لکھی ہیں۔

(۱) الحجة الفائحه بطيب التعين والفاتحه (۱۳۰۷ھ)

(۲) البارقة الشارقة على المارقة المشارقة (۱۳۲۶ھ)

(۳) نشاط السكين على حلق البقر السمين (۱۳۰۲ھ)

(۳۱) اولیاء اللہ کے مزارات پر چراغ جلانا

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بے شمار انسان پیدا فرمائے۔لیکن وہ تمام انسان مراتب میں

مساوی نہیں۔یہود، نصاریٰ، کفار، مشرکین وغیرہ سے ''مؤمنین'' کو شان امتیاز حاصل ہے پھر مؤمنین میں بھی کئی قسم کے لوگ ہیں۔انبیاء کرام کے علاوہ ولی، قطب، غوث، ابدال، سالک، صالح، نیک، بد، فاسق، فاجر، وغیرہ وغیرہ۔اولیاء اللہ کو اپنی ظاہری حیات میں عامۃ المسلمین سے ایک امتیازی شان حاصل ہے۔ان کی زندگی عامۃ المسلمین کے لیے نمونہ عمل و مشعل راہ ہے۔ان کی وہ شان امتیازی ان کے انتقال کے بعد بھی لوگوں پر ظاہر ہوتی رہے اس نیت سے بزرگان دین کے مزارات پر قبہّ، گنبد وغیرہ تعمیر کرنا، مزارات پر چراغاں و روشنی کرنا وغیرہ امور مندوبہ ملت اسلامیہ میں رائج ہیں تا کہ کوئی انجان شخص بھی ان کی قبر کی امتیازی شان سے متاثر ہو کر ان کے متعلق کچھ جاننے کی کوشش کرے اور ان کے حالات زندگی سے واقفیت حاصل کر کے ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کر کے دین، دنیا اور آخرت کی بھلائی سے بہرہ مند ہو جائے گا۔

لیکن دیوبندی مکتب فکر کے علماء کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء و اولیاء ہماری مثل ہیں۔جب اولیاء کی شان امتیازی ان دیوبندی حضرات کو قبول نہیں تو ان اولیاء کے انتقال کے بعد ان کی قبور کو شان امتیاز حاصل ہو یہ عمل دیوبندی مکتب فکر کو کیسے منظور ہو سکتا ہے۔لہٰذا وہ تمام افعال مستحسنہ جو صرف اولیائے کرام کی عظمت شان کے اظہار کے لیے کئے جاتے ہیں، ان تمام افعال پر دیوبندی مکتب فکر کے علماء نے ناجائز بدعت، حرام بلکہ شرک تک کے فتوے دے دیئے۔

■ مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب میں بزرگان دین کے آستانوں کے متعلق لکھا ہے کہ:

''وہاں منتیں ماننا، اس پر غلاف ڈالنا،......اس کے گرد روشنی کرنی، فرش بچھانا، پانی پلانا،......اس قسم کی باتیں کرے تو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے۔''

حوالہ:

''تقویۃ الایمان'' از: مولوی اسماعیل دہلوی، ناشر: دار السلفیہ، بمبئی، صفحہ ۲۴ و صفحہ ۲۵

کسی مسلمان کو کافر یا مشرک کہہ دینا دیوبندی مکتب فکر کے علماء کے لیے کتنی آسان بات ہے کہ بزرگان دین کے آستانے پہ پانی پلانے والے کو بھی مشرک کہہ دیا، علاوہ ازیں غلاف ڈالنے یا روشنی کرنے کو بھی شرک کہہ دیا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے علمائے دیوبند کے اس فاسد نظریہ کا تعاقب فرمایا اور قرآن، احادیث اور کتب سلف صالحین کے حوالوں سے ان کے تمام اعتراضات کا ایسا جواب دیا کہ جواب الجواب لکھنے کا تصور بھی نہیں کرتے۔ آپ نے علمائے دیوبند کے تمام شبہات کا جواب دینے کے ساتھ ساتھ بزرگان دین کے مزارات کی عظمت اور شان رفعت میں جو کتابیں تصنیف فرمائی ہیں ان کتب کا مطالعہ کرتے وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم علم کے بحر ذخار میں غوطہ زن ہیں۔ میری ناقص معلومات صرف حسب ذیل کتب تک ہی محدود ہیں:

(۱) بریق المنار بشموع المزار (۱۳۳۱ھ)

(۲) طوالع النور فی حکم السراج علی القبور (۱۳۰۴ھ)

(۳) الامر باحترام المقابر (۱۲۹۸ھ)

(۳۲) معراج جسمانی کے انکار کا فتنہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بحالت بیداری، ہوش وحواس اور جسم کے ساتھ معراج کرائی جس کے ثبوت میں آیات قرآنی واحادیث متواتر بکثرت موجود ہیں علاوہ ازیں تمام امت کا اجماع ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بحالت بیداری اپنے جسم اطہر کے ساتھ معراج ہوئی۔ لیکن اپنی ناقص عقل پر اور کچھ پڑھ لکھ لینے پر جن کو غرور اور تکبر تھا ایسے کچھ نیچری خیال کے لوگوں نے معراج نبی کے ایمانی واقعے کو

ماننے سے انکار کیا اور واقعہ معراج کو نظر ایمان سے دیکھنے کے بجائے اپنی ناقص عقل کے پیمانے سے ناپا اور کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جسمانی معراج نہیں بلکہ معراج منامی یعنی نیند میں معراج کا خواب دیکھا تھا (معاذ اللہ) مولوی شبلی نعمانی کی کتاب ''سیرت النبی'' میں معراج منامی کا اعتراف ہے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی نے اس مسئلہ پر علم وعرفان کے دریا بہادیئے اور ثابت فرمادیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے جسم اقدس کے ساتھ سفر معراج فرمایا۔ اس عنوان پر آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں:

(۱) منبه المنية لو صول الحبيب الى العرش والروية (۱۳۲۰ھ)

(۲) جمان التاج فی بیان الصلوٰۃ قبل المعراج (۱۳۱۶ھ)

(۳۳) فتنۂ دارالعلوم ندوۃ العلماء

مولوی شبلی نعمانی نے علوم قدیمہ کی تعلیم وتعلم کو فروغ دینے کے نام پر لکھنؤ میں ''ندوۃ العلماء'' کے نام سے ایک درس گاہ قائم کی۔ تاریخ ادب اور سیر کے علوم کے اعلیٰ معیار کی تعلیم حاصل کرنے کے بے مثال اور عظیم درس گاہ کی حیثیت سے ندوۃ العلماء کو شہرت دی گئی۔ ۱۸۹۴ء میں بمقام لکھنؤ ایک عظیم اجلاس منعقد کر کے پورے ملک میں ندوۃ العلماء کا تعارف کرایا گیا۔ امام احمد رضا محدث بریلوی نے ابتداءً ندوۃ العلماء کی مخالفت نہیں کی بلکہ ۱۸۹۲ء کے اجلاس میں شرکت فرمائی اور تعلیمی نصاب کمیٹی کے ممبر بھی بنے۔ لیکن امام احمد رضا محدث بریلوی کی دوررس نگاہ نے فوراً دیکھ لیا کہ یہ تحریک تو انگریزوں کی پروردہ اور انگریزوں کی نمک خوار ہے۔ علاوہ ازیں فرقۂ باطلہ ضالہ کے علماء کا بھی ندوۃ العلماء پر کافی اثر تھا۔ فرقہ وہابیہ کے علماء نے ندوۃ العلماء کو عقائد وہابیہ کی اشاعت کا ذریعہ بنالیا حالاں کہ فرقۂ وہابیہ کے علاوہ دیگر

مکتب فکر کے علماء بھی کافی تعداد میں اس میں شریک ہوئے تھے۔لیکن فکری اختلافات سے استحکام کے مفید نتائج کی کوئی امید نہ تھی۔لہٰذا امام احمد رضا محدث بریلوی نے ندوہ سے علیٰحدگی اختیار کرلی اور ندوۃ العلماء کے طرزِ عمل سے اختلاف کر کے آپ نے حسب ذیل کتب تصنیف فرمائیں:

(۱) فتاویٰ الحرمین برجف ندوة المین (۱۳۱۷ھ)

(۲) فتاوی القدوہ لکشف دفین الندوہ (۱۳۱۲ھ)

(۳) سوالات حقائق نما بر دوش ندوة العلماء (۱۳۱۳ھ)

(٤) مراسلات سنت و ندوہ (۱۳۱۳ھ)

(٥) ترجمة الفتویٰ وجه بدم البلوی (۱۳۱۷ھ)

(٦) خلص فوائد فتویٰ (۱۳۱۷ھ)

(۷) مآل الابرار و آلام الاشرار (۱۳۱۸ھ)

(۸) اشتهارات خمسه (۱۳۱۳ھ)

(۹) غزوہ لهام سماك دارالندوہ (۱۳۱۳ھ)

(۱۰) ندوہ کا تیجہ روداد سوم کا نتیجہ (۱۳۱۳ھ)

(۱۱) بارش بهاری بر صدف بهاری (۱۳۱۵ھ)

(۱۲) سیوف العنوہ علی ذمائم الندوہ (۱۳۱۵ھ)

(۱۳) صمصام القیوم علی تاج الندوة عبدالقیوم (۱۳۲۱ھ)

(۱٤) سوالات علماء و جوابات ندوة العلماء (۱۳۱۹ھ)

(۱٥) سرگزشت وماجرائے ندوہ (۱۳۱۳ھ)

(۱٦) سکین ونورہ بر کاکل پریشان ندوہ (۱۳۱۸ھ)

(۱۷) فتویٰ مکه لعث الندوة الندکه (۱۳۱۷ھ)

(۳۴) کفن پر کلمہ شریف لکھنے کا تنازعہ

مسلمان کا انتقال ہونے پر اسے نہلا کر کفن پہنا کر بہت ہی ادب واحترام کے ساتھ دفن کیا جاتا ہے۔میت کو جو کفن پہنایا جاتا ہے اس پر مٹی یا روشنائی سے کلمہ شریف، عہد نامہ شریف وغیرہ لکھنے کا طریقہ ابتدائے اسلام سے ملت اسلامیہ میں رائج ہے اور احادیث میں بھی اس کا ثبوت موجود ہے۔جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس کے صاحبزادے حضرت کثیر بن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جو حضور کے صحابی بھی ہیں انھوں نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے انتقال کے پہلے اپنے کفن پر کلمۂ شہادت لکھا۔کفن پر کلمۂ شہادت یا عہد نامہ لکھنے کا مقصد صرف یہی ہوتا ہے کہ میت کے لیے امید مغفرت ہو۔اس فعل کی تائید امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائی ہے۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد امام اجل طاؤس تابعی نے تو اپنے کفن پر عہد نامہ لکھے جانے کی وصیت فرمائی اور حسب وصیت ان کے کفن پر عہد نامہ لکھا گیا۔

لیکن جیسا کہ اگلے صفحات میں قارئین سے عرض کیا گیا کہ ہر وہ کام جو مسلمان کی دینی اور اخروی فائدہ کے لیے ملت اسلامیہ میں ایک ہزار برس سے بھی زیادہ عرصہ سے رائج ہیں۔ان تمام امور مندوبہ مستحسنہ کو وہابی دیوبندی مکتب فکر کے علماء نے خلاف اسلام، ممنوع، بدعت وغیرہ قرار دے کر بند کروائے اور اپنی کتابوں میں ان کاموں کو ترک کرنے کی تاکیدیں لکھیں۔مثلاً:

■ مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ:

''مسئلہ نمبر ۹: کفن میں یا قبر میں عہد نامہ یا اپنے پیر کا شجرہ یا اور کوئی دعا رکھنا درست نہیں۔اسی طرح کفن پر یا سینہ پر کافور سے یا روشنائی سے کلمہ وغیرہ یا کوئی

اور دعا لکھنا بھی درست نہیں۔''

حوالہ:

''بہشتی زیور'' از: مولوی اشرف علی تھانوی، ناشر: ربانی بک ڈپو، دہلی، حصہ۲، مسئلہ۹ صفحہ۱۲۶

نہ کسی کتاب کا حوالہ نہ فقہ کی کسی کتاب کی کوئی عبارت کہ جو ممانعت پر دلالت کرتی ہو کچھ بھی ثبوت نہیں اور بے دھڑک ممانعت لکھ دی۔ صرف تھانوی صاحب ہی نہیں بلکہ دیوبندی مکتب فکر کے علماء کی اکثریت کا یہی طرز عمل رہا ہے کہ جی میں جو آئے لکھ مارو جس کا اندازہ ''فتاویٰ دارالعلوم دیوبند'' کے مندرجہ ذیل فتوے کا مطالعہ کرنے سے ہوجائے گا۔

''سوال: میت کی کفنی پر کلمہ شریف مٹی سے لکھا کرتے ہیں اور میت کو قبر میں رکھنے کے بعد ایک خام اینٹ پر کلمہ شریف لکڑی سے لکھ کر میت کے سر کے پاس مغرب کی جانب رکھتے ہیں۔ نیز مٹی کے چند چھوٹے چھوٹے ڈھیلوں پر ایک شخص موجودین میں سے قل شریف پڑھ کر کل ڈھیلوں کو میت کے ساتھ لحد میں ڈالتے ہیں۔ یہ امور جائز ہیں یا کیا؟

جواب: یہ سب امور خلاف شریعت ہیں اور ان کی کچھ اصل نہیں ہے۔ ایسی رسوم کو چھوڑنا چاہیئے۔''

حوالہ:

''فتاویٰ دارالعلوم دیوبند'' از: مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی، ناشر: دارالعلوم دیوبند (یوپی) جلد۵، مسئلہ۳۰۱۱، صفحہ۳۸۱

مذکورہ فتویٰ بھی دلیل وحوالہ سے بالکل خالی ہے۔ اپنے ذہن کی فہرست خود ساختہ میں کفن پر کلمہ لکھنا اہل سنت و جماعت کا کام ہے اس لئے خلاف شریعت کام کا فتویٰ عنایت

فرمادیا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی سے کفن پر کلمہ شریف، عہد نامہ یا اور کوئی دعا لکھنا، قبر میں عہد نامہ، شجرہ یا اور کوئی تبرک رکھنا وغیرہ کے تعلق سے سوال پوچھا گیا۔ آپ نے امام ابوالقاسم صفار، امام نصیر بن یحیٰ، امام محمد بزازی، علامہ مدقق علائی، امام فقیہ بن عجیل، امام ترمذی وغیرہ کے اقوال معتبر کتابوں مثلاً معجم طبرانی در مختار، فتاویٰ کبریٰ للمکی، وجیز، مصنف عبدالرزاق، نوادر الاصول سے نقل فرمائے اور کفن پر کلمہ لکھنا جائز ثابت کیا۔

پھر امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے صحیح بخاری، طبرانی، ابن حبان، حاکم، مسند الفردوس، بیہقی وغیرہ جیسی مستند کتب احادیث سے وافر دلائل مع عربی عبارت نقل فرما کر کفن پر کلمہ شریف لکھنے کے جواز میں ایک تاریخی کتاب تصنیف فرمائی جس کا مطالعہ ہر ذی علم سے یقیناً داد تحسین حاصل کرے گا۔ ۱۰۹؍سال ہوئی لیکن علمائے دیوبند کو اس کتاب کا جواب لکھنے کی ابھی تک فرصت نہیں ملی۔ اس کتاب کا نام ہے:

(۱) الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن (۱۳۰۸ھ)

(۳۵) بزرگوں کے نام کا پالا ہوا جانور

جتنے بھی حلال جانور ہیں ان کو ''بسم اللہ، اللہ اکبر'' کہہ کر ذبح کرنا ضروری ہے۔ بس صرف اتنی سی بات ہے پھر جو جانور ذبح کیا گیا وہ چاہے زید کا ہو، عمرو کا ہو، یا کسی کا بھی ہو اس جانور کو ذبح کرنے والے نے ذبح کرتے وقت تکبیر کہہ کر ذبح کیا تو اب اس کے حرام ہونے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ زید یا عمرو کا جانور ہونا حلت کے لیے مانع نہیں اضافت کی وجہ سے حرمت نہیں ہوتی۔

ملت اسلامیہ میں صدیوں سے ایک امر رائج تھا کہ بزرگان دین کی عقیدت میں

لوگ کھانا پکا کر کھلاتے اور اس کا ثواب بزرگان دین کی بارگاہ میں بطور نذرانہ پیش کرتے۔ کھانا پکانے کے لیے گوشت کی جو ضرورت ہوتی تھی وہ گوشت اچھی کوالٹی کا ہو اس غرض سے لوگ گھر کے پالے ہوئے جانور استعمال میں لاتے یا اپنے گھروں میں جانور کو پالتے۔مثال کے طور پر ماہ ربیع الآخر میں پیران پیر، پیردستگیر، حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز کا پلاؤ یا بریانی بنانے کے لیے اگر کسی نے مہینہ دو مہینہ یا کم زیادہ عرصہ پہلے کوئی بکرا یا اور کوئی جانور خرید لیا اور اپنے گھر میں پالا اور نیت یہ تھی کہ گیارہویں شریف میں اس کو بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر کے اس کے گوشت سے سرکار غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز کا کھانا بناؤں گا۔ یہ رسم مسلم قوم میں صدیوں سے رائج اور مشروع تھی۔علماء، صلحاء، فقہاء، سلف وغیرہ نے اس طریقہ کو محمود رکھا۔لیکن وہابی دیوبندی مکتب فکر کے علماء نے مذکورہ طریقہ پر پالے ہوئے جانور کو حرام بلکہ شرک تک کہہ دیا اور وجہ یہ بتائی کہ یہ بزرگ کے نام سے منسوب ہو گیا۔ لہٰذا حرام اور شرک کا یہ فتویٰ بھی بزرگان دین کی عداوت کی عکاسی کرتا ہے۔کیوں کہ مذکورہ طریقہ سے جو جانور پالا جاتا تھا، وہ جانور بزرگان دین کے نام سے منسوب ہو جاتا تھا کہ یہ بکرا گیارہویں شریف میں کٹے گا۔بس یہی اضافت اور نسبت تھی جو علمائے دیوبند کو کھٹکی۔

■ مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں شرک کی مختلف شکلیں لکھی ہیں۔

”کوئی کسی کے نام کا جانور کرتا ہے۔“

حوالہ:

”تقویۃ الایمان“ مصنف: مولوی اسماعیل دہلوی، ناشر: دارالسّلفیہ، بمبئی، صفحہ ۱۷

■ مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب ”بہشتی زیور“ میں ”شرک اور کفر کی باتوں کا بیان“ عنوان کے تحت لکھا ہے کہ:

”کسی کے نام پر جانور ذبح کرنا....کسی جانور پر کسی بزرگ کا نام لے کر اس کا ادب کرنا۔“

حوالہ:

”بہشتی زیور“ از: مولوی اشرف علی تھانوی، ناشر: ربانی بک ڈپو، دہلی، حصہ ۱، ص ۳۵

شواہد سے یہ بات ثابت ہے کہ غوث پاک کی نیاز کے بکرے کو غوث پاک کا نام لے کر ہرگز ذبح نہیں کیا جاتا۔ بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام پر ذبح کیا جاتا ہے۔ذبح کرنے والا دوسرا ہوتا ہے اور مالک دوسرا ہوتا ہے۔لیکن علمائے دیوبند بس ایک ہی بات پر اڑے ہیں کہ بزرگان دین سے اس جانور کو کیوں منسوب کیا؟ حرام ہو گیا، شرک ہو گیا۔(معاذ اللہ)

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے گوالیار (ایم-پی) سے اس مسئلہ کے تعلق سے استفتاء آیا، آپ نے اس مسئلہ پر پوری ایک کتاب تصنیف فرمائی اور بزرگان دین کے نام پر پالے گئے اور اللہ کے نام پر ذبح کئے گئے جانور کے حلال ہونے کا ثبوت فقہ کی معتبر کتابوں سے دیا ہے اور اس میں چند اہم باتیں لکھی ہیں، مثلاً:

- حلت وحرمت ذبیحہ میں ذبح کرنے والے کے حال، قول اور نیت کا اعتبار ہے۔
- مسلمان کا جانور کوئی مجوسی بھی اگر اللہ کا نام لے کر ذبح کرے گا تو بھی حرام ہے۔
- مجوسی کا جانور مسلمان نے تکبیر کہہ کر ذبح کیا، تو حلال ہے۔
- زید کا جانور عمرو ذبح کرے لیکن ذبح کرتے وقت عمر وقصداً تکبیر نہ کہے اور جانور کا مالک چاہے سو بار تکبیر کہتا رہے۔پھر بھی جانور حرام ہے۔
- زید کا جانور عمرو ذبح کرے اور ذبح کے وقت جانور کا مالک زید ایک مرتبہ بھی تکبیر نہ کہے اور ذبح کرنے والا عمرو تکبیر کہہ کر ذبح کرے تو حلال ہے۔

- تمام صورتوں میں ذبح کرنے والے کے حال نیت کا اعتبار مانا جائے گا۔ اور اس شکل خاص میں انکار کرنا محض تحکم باطل ہے وغیرہ وغیرہ۔

اس کتاب کا تاریخی نام حسب ذیل ہے۔

(۱) سبل الاصفیاء فی حکم الذبح للاولیاء (۱۳۱۲ھ)

(۳۶) تنازعہ خلافت غیر قریش

۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی سے حکومت کا اقتدار چھین کر انگلستان کی حکومت نے اکھنڈ بھارت (غیر منقسم ہندوستان) کا انتظام اپنے ہاتھوں میں لیا اور تب سے مسلمانان ہند کے زوال اور انگریزوں کے عروج کی ابتدا ہوئی۔ اس موقع کو غنیمت جان کر مشرکین ہند نے اپنا اقتدار قوی بنانے کی تدابیر شروع کر دیں۔ انگریزوں کے لیے مسلمان وجہ خوف تھے کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ مسلمانوں سے اقتدار چھینا گیا ہے۔ لہٰذا ہمارے سامنے علم بغاوت یہی قوم بلند کرے گی۔ قوم مسلم کی بہادری اور جوانمردی کی تاریخ سے بھی وہ اچھی طرح واقف تھے لہٰذا وہ بہت ہی محتاط بن کر ہر قدم اٹھاتے تھے۔ بظاہر مسلمانوں سے ہمدردی کا اظہار کرتے تھے لیکن در پردہ قوم مسلم کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے لیے آڑے وقتوں میں مسلمانوں کو آگے کر کے ان کو قربانی کا بکرا بناتے رہے۔ مخلص قوم مسلم انگریزوں کی اس پالیسی سے غافل تھی۔ ہندوستان کی دو بڑی قوموں کو یعنی کہ ہندو اور مسلم قوم میں تنازعہ کی خلیج کو وسیع کرنے کے لیے انگریزوں نے خفیہ طور پر ہندوؤں کو سہلایا اور بڑھاوا دیا، اسی نظریہ کے تحت ۱۸۸۵ء میں انگریزوں نے ہی انڈین نیشنل کانگریس قائم کی۔ ہندو لیڈر ''بال گنگا دھر تلک'' اور ان کے ہم نواؤں نے کانگریس کی آڑ میں ہندو تہذیب و تمدن کو مسلمانوں پر مسلط کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ان کا یہ ارادہ عیاں ہو جانے سے مسلمان متنبہ ہو گئے۔ پھر ۱۹۰۴ء میں انگریز

وائسرائے ''لارڈ کرزن'' نے ہندو مسلم اختلافات میں اضافہ کرنے کی نیت سے صوبۂ بنگال کو ایسٹ اور ویسٹ دو حصوں میں تقسیم کیا۔ اور اس کو وجہ بنا کر ہندو مشتعل ہو گئے۔ بالآخر ۱۹۱۱ء میں لارڈ ہارڈنگ نے بنگال کی تقسیم کو منسوخ کر کے ہندو قوم کی حوصلہ افزائی کی۔

کچھ عرصہ کے بعد ۱۹۱۴ء میں پہلی عالمی جنگ (First World War) یورپ میں شروع ہوئی، اس جنگ میں جرمنی، ترکی اور آسٹریلیا نے باہمی تعاون کا معاہدہ کیا اور وہ متفق ہو کر ایک فریق کی حیثیت سے تھے۔ ان کے مقابل جو فریق تھا اس میں انگستان، امریکہ، اٹلی، فرانس، اور روس نے سنڈیکیٹ قائم کی۔ اس عالمی جنگ میں انگلستان کا اصلی مقصد ترکی کی سلطنت عثمانیہ کو ختم کرنا تھا اور اسی لیے ترکی کے خلاف امریکہ، فرانس، اٹلی اور روس کا جو گروپ تھا اس میں شامل ہوا تھا۔ کیوں کہ ترکی کی حکومت بڑی قوی اور عظیم تھی۔ ایران، عراق، اردن، جزیرۃ العرب، ممالک خلیج وغیرہ ترکی کے زیر اقتدار تھے اور اس وجہ سے ترکی کسی بھی محاذ پر انگلستان کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ بلکہ اس کے مقابل میں ہمیشہ آمادۂ جنگ رہتا تھا۔ لہٰذا حکومت انگلستان کسی بھی قیمت پر ترکی کی سلطنت عثمانیہ کو ختم کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔

حکومت انگلستان در حقیقت بین الاقوامی سطح پر اسلام کو ضرب شدید پہنچانا چاہتی تھی۔ اسی نظریہ کے تحت ابن عبدالوہاب نجدی کو خرید کر ''وہابی مذہب'' کی بناء رکھی تھی، جس کی گفتگو یہاں نہیں کرنی ہے۔ عالمی جنگ میں ترکی کے محاذ پر انگلستان شدید حملہ کرنا چاہتا تھا لیکن اس کے پاس آدمیوں کی قلت تھی۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے اس نے ہندوستان کی اقوام کا استعمال کرنا چاہا۔ ہندو قوم تو ترکی کے خلاف لڑنے کے لیے خوشی خوشی رضامند ہو گئی لیکن سوال تھا ہندوستان کے مسلمانوں کو رضامند کرنے کا کیوں کہ بغیر مسلمانوں کی شمولیت کے ہندو کارآمد نہ تھے، لہٰذا حکومت برطانیہ نے اس وقت کے نام نہاد مسلم لیڈروں اور باطل فرقہ کے ملاؤں کو اعتماد میں لیا۔ وسیع پیمانے پر ان کو دولت دی اور ان کو اس کام پر لگایا کہ وہ ہندوستان

کے مسلمانوں کو حکومت برطانیہ کی حمایت میں ترکی کے خلاف لڑنے کے لیے تیار کریں۔ایمان فروش اورضمیر فروش لیڈروں کو حکومت برطانیہ نے یہ لالچ دیا تھا کہ اگر اس جنگ میں ترکی کو شکست ہوئی تو ترکی کی سلطنت عثمانیہ کا اقتدار ہم ہندوستان کے مسلمانوں کے حوالے کر دیں گے۔لہٰذا سلطنت عثمانیہ کے اقتدار کے حصول کی لالچ میں ان لیڈروں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔لیڈروں نے عوام مسلمین کو روشن مستقبل کے سنہرے خواب دکھائے، ملاؤں نے مذہب کا سہارا لے کر حکومت سے وفاداری کی راگنی بجائی اور حکومت برطانیہ کی حمایت میں فضا ہموار کر لی۔

نام نہاد مسلم لیڈر کرسی کی لالچ میں ایک عظیم اسلامی حکومت کو ختم کرنے کے لیے مستعد ہو گئے تھے۔لیڈروں نے اقتدار کے حصول کے ماقبل ہی خلیفۃ المسلمین کی حیثیت سے مولوی ابوالکلام کو نامزد کر لیا تھا اور رات دن اسی امید و آرزو میں تھے کہ کب ترکی کی حکومت کا زوال ہوتا کہ ہمارے اقتدار کا آفتاب طلوع ہو۔ ہندوستان سے گروہ در گروہ افراد حکومت برطانیہ کی حمایت میں ترکی سے لڑنے کے لیے روانہ ہوئے۔ان میں مسلمان بھی تھے اور ہندو بھی تھے۔مسلمانوں کو نام نہاد مسلم لیڈروں نے اکسایا تھا اور ہندو قوم کو مسٹر ایم، کے، گاندھی نے ترغیب دی تھی۔ پورا ملک ہندوستان حکومت برطانیہ کی نصرت وحمایت میں لگا ہوا تھا لیکن ہندوستان کے باشندوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ حکومت برطانیہ ان کے ساتھ خطرناک کھیل کھیل رہی ہے۔ ہندوستان کی بھولی عوام اپنے لیڈروں کے بہکاوے میں آ کر ناواقفیت میں اپنے ملک کا عظیم نقصان کر رہے تھے۔لیڈروں نے قوم پر ایسا رعب اور تسلط قائم کر رکھا تھا کہ ان کے خلاف ہونا۔تمام آفات کو دعوت دینا تھا۔سیاسی لیڈروں نے مذہب کا استعمال سیاسی مفاد کے لیے کرنے سے بھی اجتناب نہیں کیا۔ ماحول ایسا پراگندہ تھا کہ صدائے حق بلند کرنے کے لیے دل، گردے کی ضرورت تھی اور اگر کوئی ہمت کر کے صدائے حق بلند کرنے کی کوشش کرتا تو

اس کی آواز نقار خانے میں طوطی کی آواز کی مانند دبا دی جاتی تھی۔

امام احمد رضا محدث بریلوی پر اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے محبوب اعظم (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا وہ کرم تھا کہ آپ بیشمار صلاحیتوں کے حامل تھے۔امام احمد رضا سیاست سے الگ رہتے ہوئے بھی سیاست کی گتھیوں سے اچھی طرح واقف تھے۔ بین الاقوامی امور (International Affairs) میں بھی آپ دوررس نگاہ رکھتے تھے۔انھوں نے سمجھ لیا کہ نام نہاد مسلم لیڈر انگریزوں کے ایماواشارے پر پوری قوم کو ناواقفیت کی راہ پر چلا کر ملک اور مذہب دونوں کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔آپ کے جذبہ ایمانی نے آپ کو کفن بردوش مجاہد کی حیثیت سے میدان میں لا کھڑا کیا۔

آپ نے انگریزوں کی حمایت میں ترکوں سے لڑنے کے لیے جانے والوں کو روکا، قوم مسلم کو سمجھایا کہ یہ سب انگریزوں کی چال ہے اور موجودہ حالات سے متاثر نہ ہونے کی تلقین کی۔آپ نے صدائے حق بلند کرتے ہوئے لوگوں کو متنبہ کیا کہ:

- ترکی کی سلطنت عثمانیہ ہماری اسلامی حکومت ہے انگریزوں کی حمایت میں اس سے جنگ کرنا شرعاً جائز نہیں۔
- انگریز نصاریٰ ہیں اسلام کے قدیم دشمن ہیں اور وعدہ خلافی کرنا ان کے لیے معمولی بات ہے۔انہوں نے مسلمانوں سے خصوصی طور پر جو وعدہ کیا ہے کہ اس جنگ میں فتح حاصل ہونے پر ترکی کی سلطنت عثمانیہ کا اقتدار مسلمانان ہند کے حوالے کیا جائے گا اس وعدے سے وہ انحراف کریں گے اور وعدہ خلافی کر کے تم کو دھوکہ دیں گے۔
- عوام ہند کو مطلقاً یہ امید دلائی گئی تھی کہ اس جنگ میں اگر فتح حاصل ہوگئی تو غیر منقسم بھارت کو ''سوراج'' دے کر آزاد کر دیں گے۔لیکن یہ بھی صرف ایک فریب ہے۔

ایک اہم نکتہ جو بین الاقوامی امور میں مہارت پر مبنی اور اپنے مادر وطن کی وفاداری پر

دلالت کرتا ہے۔ وہ نکتہ امام احمد رضا محدث بریلوی نے بارہا فرمایا تھا کہ:

○ جس ''سوراج'' کی امید میں تم انگریزوں کی حمایت کر رہے ہو اس سوراج کو تم اپنے ہی ہاتھوں مؤخر کر رہے ہو۔ کیوں کہ اگر اس عالمی جنگ میں حکومت انگلستان کو فتح ہوئی تو وہ فتح کی وجہ سے طاقتور ہوگی اور اس کا اثر یہ ہوگا کہ ہندوستان کی آزادی کا خواب جلدی پورا نہیں ہوگا۔ لہٰذا اگر تم ہندوستان کی آزادی کے صحیح معنی میں حامی ہو تو اس جنگ عظیم میں حکومت برطانیہ کی حمایت تمھیں ہرگز نہیں کرنی چاہیئے بلکہ عدم تعاون اور مخالفت کر کے شکست دلانی چاہیئے تاکہ وہ کمزور ہو جائے اور ہم ان کی کمزور ہاتھوں سے اپنی آزادی آسانی سے چھین لیں۔

○ نام نہاد مسلم لیڈروں نے سلطنت عثمانیہ کے اقتدار کے حصول کے جو خواب دیکھے تھے اور پہلے سے بحیثیت خلیفۃ المسلمین مولوی ابوالکلام آزاد کو نامزد کر لیا تھا۔ اس کے رد میں آپ نے ایک تاریخی کتاب بھی تصنیف فرمائی اور اس میں آپ نے یہ بتایا کہ امیر المؤمنین یا خلیفۃ المسلمین کے لیے شرعاً سات شرطیں ہیں: (۱) اسلام (۲) عقل (۳) بلوغ (۴) حریت (۵) ذکورت (۶) قدرت (۷) قرشیت۔ اس وضاحت کے بعد امام احمد رضا نے مؤرخانہ اور محققانہ انداز میں اسلامی تاریخ پر سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے اور اجمالی جائزہ لیتے ہوئے حقائق وشواہد کی روشنی میں یہ ثابت کیا کہ ہر دور میں خلیفہ کے لیے قرشیت کو شرعاً شرط سمجھا گیا ہے۔ بعدہٗ خلیفہ کا درجہ سلطان سے بہت بڑا ہے یہ ثابت کیا اور خلیفہ وسلطان میں کیا فرق ہے تفصیل سے بتایا اور دونوں کے اختیارات مراتب، لوازم اور شرائط پر فاضلانہ بحث فرمائی۔

○ ۱۹۱۹ء میں جنگ عظیم ختم ہوئی امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے جو پیشین گوئیاں کی تھیں وہ تمام کی تمام حرف بحرف صحیح ثابت ہوئیں۔ انگریز اپنے وعدہ سے پھر گئے اور ہندوستان کی تاریخ میں ایک نئے باب کا آغاز ہوا۔

خدا توفیق دے تو امام احمد رضا کی خلافت کے عنوان پر لکھی گئی اس کتاب کا ضرور

مطالعہ کریں۔ اس کتاب کا نام ہے۔

(۱) دوام العیش فی الائمۃ من قریش (۱۳۳۹ھ)

(۳۷) فتنۂ خلافت کمیٹی

سلطنت عثمانیہ کے اقتدار کے حصول کی لالچ میں مسلمانان ہند نے اپنے گمراہ کرنے والے لیڈروں کے دام فریب میں آ کر حکومت برطانیہ کی حمایت کی۔ ۱۹۱۹ء میں پہلی عالمی جنگ کا اختتام ہوا۔ اس جنگ میں جرمنی اور اس کے ساتھی ملک آسٹریلیا اور ترکی کو شکست ہوئی۔ انگریز اپنے وعدہ سے پھر گئے، نہ مسلمانوں کو سلطنت عثمانیہ کا اقتدار حوالے کیا اور نہ ہی ہندوستان کو آزاد کیا۔ انگریزوں کی وعدہ خلافی نے ہندوستان کے عوام کو مشتعل کر دیا۔ لوگ جنگ عظیم کے دوران انگریزوں کے حامی اور ناصر تھے وہ اب مخالف بن گئے۔ سیاسی حضرات کے خواب ادھورے رہ گئے تھے۔ لہٰذا وہ یہ چاہتے تھے کہ انگریزوں کو وعدہ خلافی کی سخت سے سخت سزا دی جائے اس لئے انہوں نے پھر دوبارہ مسلمانوں کے جذبات کو ابھارا۔ لیکن اب کا داؤ الگ تھا، جس سلطنت عثمانیہ کی ہمدردی کا رونا شروع کیا۔ لوگوں کو باور کرایا کہ ترکی کی سلطنت اسلامی سلطنت ہے اور ہماری اس سلطنت پر انگریزوں نے ظلم کیا ہے اور ہمیں اس سلطنت عثمانیہ کی حفاظت کے لیے جان دینا فرض ہے۔ لوگوں کے سامنے انگریزوں کے ظلم و ستم کی داستان یہ سیاسی لیڈر سنا رہے تھے بہت سے نیک طبیعت ومخلص علماء سیاست کے داؤ پیچ سے ناواقفیت اور سادہ لوحی کی وجہ سے سیاسی لیڈروں کے ساتھ شریک ہو گئے پھر کیا تھا؟ لوگوں میں جذبات کا ایسا طوفان برپا ہوا کہ لوگوں نے مذہبی شعور اور سماجی دانش کا دامن بھی چھوڑ دیا اور ''خلافت کمیٹی'' کے پرچم تلے تحریک خلافت بڑے ہی شدومد کے ساتھ چلائی گئی۔

اس تحریک میں گاندھی نے بھی شرکت کی اور چند مہینوں کے بعد ایک نیا قدم اٹھایا

گیا،۱۹۲۰ء میں مسٹرایم ،کے،گاندھی کے ایماواشارے پرترک موالات کا آغاز کیا گیا اوراس میں اتنی شدت برتی گئی کہ ترک موالات کی تحریک کی مخالفت کرنے والے کو کافر اور غدار کا فتویٰ دیا جاتا تھا۔لیکن تحریک ترک موالات ۱۹۲۲ء میں ختم ہوگئی۔کیوں کہ ۱۹۲۲ء میں ترکی کے سلطان عبدالحمید خاں کو مصطفیٰ کمال پاشا نے معزول کردیا۔سلطان ترکی کے معزول ہوتے ہی مسٹرگاندھی نے کچھ اور بہانے بنا کر تحریک ترک موالات کو ختم کرنے کا اعلان کردیا۔

کچھ اور تحریکیں بھی تحریک ترک موالات کے ساتھ ساتھ عمل میں آئی ہوئی تھیں۔مثلاً (۱)تحریک ہجرت (۲)تحریک ترک گاؤکشی (۳)تحریک کھدر (۴)تحریک ترک حیوانات وغیرہ۔

امام احمد رضا محدث بریلوی نے ان تمام تحریکات اور سیاسی حالات و حادثات کا گہری اور دوررس نگاہ سے مطالعہ کیا تو یہی بات سامنے آتی تھی کہ تحریک کے نام پرلوگوں کے ایمان تباہ وبرباد کیے جارہے ہیں۔سیاست کے نشے میں اندھے ہوکر مسلمان اپنے اسلامی شعائر چھوڑ کر شعائر کفر اپنارہے ہیں۔مسلمانوں نے خلافت عثمانیہ پر کیے ظلم وستم کا انتقام لینے کی آگ میں ہندوؤں کی ہمنوائی اس حد تک منظور کرلی کہ اس آگ میں اپنے ایمان بھی جلا بیٹھے۔چنانچہ اس دور میں شعائر کفر مسلم لیڈروں نے اوران کے ہمنواؤں نے علی الاعلان اپنائے۔اپنی پیشانی پر قشقہ لگوایا،ارتھیوں کو کندھا دیا،مرگھٹ تک گئے،قرآن کو مندروں میں لے جا کراس کو وید اور گیتا کے ساتھ ترازو کے ایک پلہ میں رکھا گیا اوران کو مساوی قرار دیا، مسٹرگاندھی کو مبعوث من اللہ کہا،گائے کی قربانی ترک کرنے کے لیے اصرار کیا،جے کے نعرے لگائے،کافروں کو مساجد میں لے جا کر انہیں اپنا رہبر قرار دے کر منبر رسول پر بٹھایا، وغیرہ وغیرہ۔اس وقت مسلمان ہندوؤں سے اتحاد کے ایسے دلدادہ ہوگئے تھے کہ انہوں نے اپنے مذہب کے اصولی قواعد اور اسلامی روایات کو بھی نظر انداز کردیا اور جو کام شرعاً شرک اور

کفر تھے ان کاموں کو بھی بے دھڑک کیا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ایسے پراگندہ ماحول میں ملت اسلامیہ کی رہبری فرمائی اور مسلمانوں کے ایمان کے تحفظ اوران کے مذہبی اصول وحقوق کی اہمیت اوراس کا جوحق ہے،اس کی نشان دہی فرمائی اور یہ تنبیہ فرمائی کہ تم جن کو اپنا خیرخواہ سمجھ کر ان کو خوش کرنے کے لیے اپنے ایمان بھی برباد کررہے ہو،وہ موقع پاتے ہی تمہیں ہلاک کرنے کی کوئی بھی تدبیر باقی نہیں چھوڑیں گے۔اوریہی ہوا بھی کیوں کہ آریہ سماج نے تحریک شدھی سنگٹھن کے ذریعہ مسلمانوں کو مرتد بنا کران کو ہندو تہذیب وتمدن اپنانے کے لیے مجبور کرنے کی ایک زبردست تحریک چلائی تھی۔

امام احمد رضا محدث بریلوی نے بلاخوف لومۃ لائم اپنی تحریروں،تقریروں اور فتاویٰ میں اپنے خیالات کا شریعت کی روشنی میں اظہار فرمایا کہ ’’ساری اقوام مسلمانوں کی دشمن ہیں، خواہ وہ انگریز ہوں،خواہ یہودی،خواہ کفار ومشرکین،خواہ ستارہ پرست وآتش پرست۔‘‘

امام احمد رضا محدث بریلوی کا کہنا تھا کہ ان تمام تحریکوں نے مسلمانوں کو ہر اعتبار سے ضعیف اور کمزور کردیا ہے اور کفر مشرکین کو مضبوط اور طاقتور بنادیا ہے۔لہٰذا مسلمان اپنے مذہب کے دائرے کے باہر ہرگز نہ جائیں اور اپنا ہر کام چاہے وہ دینی ہو یا دنیوی ہو،تجارتی ہو،سماجی ہو،سیاسی ہو،کچھ بھی ہو،پہلے اس کو شریعت اسلامی کے قوانین سے پرکھو،اگر وہ کام شریعت کے مطابق ہوتو اپناؤ ورنہ اس سے باز رہو۔امام احمد رضا نے شریعت کے قوانین کی روشنی میں ایک معرکۃ الآراء اور تاریخی کتاب تصنیف فرمائی اور صاف صاف لکھ دیا کہ:

- مسلمانوں کے لیے ہندو مسلم اتحاد مضر اور غیر مفید ہے۔
- اس اتحاد سے نجات پانے کے لیے اپنے اندر خود اعتمادی پیدا کرو۔
- موالات ہر کافر سے حرام ہے۔

○ البتہ معاملات اور لین دین اصل کافر سے جائز ہے۔

امام احمد رضا کی اس عنوان پر جو کتاب ہے اس کا نام مندرجہ ذیل ہے:

(۱) المحجة المؤتمنة فی آیة الممتحنة (۱۳۳۹ھ)

(۳۸) فتنۂ تحریک ترک قربانی گاؤ

تحریک خلافت کمیٹی، تحریک ترک موالات کے ساتھ ساتھ گائے کی قربانی ترک کرنے کی تحریک نام نہاد مسلم لیڈروں نے چلائی۔ اس تحریک کا واحد مقصد ہندوؤں کو خوش کرنا تھا کیوں کہ ہندو مذہبی نقطہ نظر سے گائے کو معظم بلکہ ماں کے برابر مانتے ہیں اور گائے کو قربانی کرنے سے ہندوؤں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچتی تھی۔ اسی وجہ سے گائے کی قربانی کے ضمن میں ہندوؤں نے کئی مقامات پر غریب مسلمانوں پر تشدد اور ظلم کیے تھے اور گائے کی قربانی کرنے سے جبراً روکتے تھے۔ لیکن لیڈروں کو اپنی روٹیاں پکانے سے مطلب تھا۔ اگر گائے کی قربانی ترک کرنے سے ہندو عوام اور ہندو لیڈر خوش ہوجاتے ہیں اور اس وجہ سے ہماری سیاسی ترقی ہوجاتی ہے تو ہم مسلمانوں کو گائے کی قربانی ترک کرنے کے لیے سمجھائیں گے۔ لہٰذا ان نام نہاد مسلم لیڈروں نے عوام مسلمین میں یہ تحریک چلائی کہ ہم اپنے ہندو بھائیوں کا دل خوش کرنے کے لیے گائے کی قربانی ترک کردیں۔ اس بہکاوے میں آکر بہت سے مسلمانوں نے گائے کی قربانی ترک کردی۔ سیاسی لوگوں نے اس مسئلہ کو اتنا فروغ دیا کہ گائے کی قربانی کرنا معیوب سمجھا جانے لگا اور گائے کی قربانی کرنے والے کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا تھا۔ اسی ڈر کی وجہ سے بہت سے مسلمانوں نے گائے کی قربانی ترک کردی حالاں کہ وہ دل سے گائے کی قربانی کرنا چاہتے تھے لیکن ماحول کی سنگینی کی وجہ سے گائے کی قربانی کرتے ہوئے ڈرتے تھے۔

ایسے ماحول میں امام احمد رضا محدث بریلوی نے ملت اسلامیہ کی رہنمائی فرمائی اور بتایا کہ گائے کی قربانی کرنا مسلمانوں کا مذہبی شعار ہے اور وہ اپنے مذہبی شعائر کو دوسرے لوگوں کی خوشنودی کے لیے کبھی نہیں چھوڑ سکتے اور غیر منقسم ہندوستان میں مسلمانوں کو اپنے مذہبی شعائر بجالانے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ اس عنوان پر امام احمد رضا نے دلائل وشواہد سے لبریز ایک اہم تاریخی دستاویز کی شکل میں ایک بے مثال کتاب تصنیف فرمائی اور گائے کی قربانی کرنے سے مسلمانوں کو روکنے والے نام نہاد مسلم لیڈروں کے ہفوات کا اچھا خاصا تعاقب فرمایا۔ اس کتاب کا نام ہے:

(۱) انفس الفکر فی قربان البقر (۱۲۹۸ھ)

(۳۹) حرکت زمین کا اختلاف

تھوڑا بہت پڑھا لکھا شخص بھی زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے، وغیرہ کا جغرافیہ اور اس کی ہیئت سے کچھ نہ کچھ واقفیت ضرور رکھتا ہے۔ جدید تعلیم اور سائنسی ٹکنالوجی کے دور میں یہ بات عام کردی گئی ہے کہ زمین حرکت کرتی ہے، یعنی کہ گھومتی ہے۔ زمین کا یہ گھومنا آفتاب کے اردگرد ہے اور زمین کی دو قسم کی حرکتیں (۱) حرکت مستقیمہ (Revolving Motion) اور (۲) حرکت مستدیرہ (Rotatory Motion) بتائی جاتی ہیں۔ ان دونوں حرکتوں کو ہندی زبان میں (۱) بھرمن ([illegible]) (۲) پری بھرمن ([illegible]) کہا جاتا ہے۔ عام طور سے لوگوں کا یہ نظریہ ہے کہ زمین حرکت کرتی ہے لیکن اسلامی نقطۂ نظر سے یہ نظریہ غلط ہے۔ حق یہ ہے کہ زمین حرکت نہیں کرتی بلکہ ساکن ہے۔

زمین ساکن ہے اس کا ثبوت قرآن سے ہے لیکن کچھ لوگوں کو مستثنیٰ کرکے مسلمانوں کی بھاری اکثریت اس عقیدہ سے ناواقف ہے بلکہ اس کے برعکس حرکت زمین کی قائل ہے۔

۱۴ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ کو موتی بازار، لاہور (پاکستان) سے مولوی حاکم علی صاحب مجاہد کبیر نے امام احمد رضا محدث بریلوی کی خدمت میں ایک استفتاء بھیجا جس میں زمین حرکت کرتی ہے ایسے کچھ دلائل لکھے اور اختتام میں امام احمد رضا کو اپنے نظریات سے متفق ہو جانے کی گزارش کرتے ہوئے لکھا کہ:

''غریب نواز کرم فرما کر میرے ساتھ متفق ہو جاؤ تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ سائنس کو اور سائنس دانوں کو مسلمان کیا ہوا پائیں گے۔''

حوالہ:

''نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان'' مصنف: امام احمد رضا محدث بریلوی، علیہ الرحمہ، ناشر: حسنی پریس، بریلی، صفحہ ۴

جب یہ خط امام احمد رضا کی خدمت میں آیا تب آپ سخت بیمار و علیل تھے چار آدمی کرسی پر بیٹھا کر نماز باجماعت ادا کرانے مسجد میں لے جاتے تھے۔ ایسی علالت کی حالت میں آپ نے مولانا حاکم علی صاحب کو قرآن و حدیث سے مدلل اور مزین جواب کی شکل میں ایک مستقل کتاب میں جواب دیا۔ **علامہ نظام الدین حسن نیشاپوری کی تفسیر رغائب الفرقان، علامہ جلال الدین سیوطی کی درمنثور، صرح، تفسیر عنایۃ القاضی، معالم التنزیل، تفسیر ارشاد العقل السلیم، تفسیر ابن ابی حاتم، قاموس، صحیح بخاری، مسلم شریف، ترمذی، نھایہ، مجمع البحار، تفسیر ابن عباس، تفسیر کبیر، خازن** وغیرہ کتب معتبرہ کے حوالوں سے قرآن مجید کی کل دس آیتوں سے استدلال کر کے ثابت کیا کہ:

- اسلامی مسئلہ یہ ہے کہ زمین و آسمان دونوں ساکن ہیں، کواکب چل رہے ہیں۔
- اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کو روکے ہوئے ہے کہ کہیں اپنے مقر و مرکز سے ہٹ نہ جائیں اور جنبش نہ کریں۔

یہ تمام دلائل لکھنے کے بعد امام احمد رضا نے مولانا حاکم علی صاحب مجاہد کبیر کا جملہ کہ سائنس کو مسلمان کیا ہوا پائیں گے کا جواب دیتے ہوئے ارقام فرمایا کہ:

''محبّ فقیر سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نصوص میں تاویلات دوراز کار کر کے سائنس کے مطابق کر لیا جائے یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اسے خلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے۔ دلائل سائنس کو مردود و پامال کر دیا جائے۔ جا بجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو۔ سائنس کا ابطال و اسکات ہو، یوں قابو میں آئے گی۔''

حوالہ:

''نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان'' مصنف امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ، ناشر: حسنی پریس، بریلی، صفحہ ۲۵

- ۱۵۳۰ء تک پوری دنیا کے سائنسداں یہاں تک کہ نصاریٰ بھی زمین کے ساکن ہونے کے قائل تھے، لیکن ۱۴۷۳ء میں پولینڈ میں کوپرنیکس نامی سائنسداں پیدا ہوا۔ جس کی موت ۱۵۴۲ء میں ہوئی ہے۔ اس نے نیا نظریہ پیش کیا کہ زمین آفتاب کے گرد حرکت کرتی ہے۔
- ۱۵۷۱ء میں بمقام (Wiel) کیپلر نامی سائنسداں پیدا ہوا اور اس نے سیاروں کی حرکت (Planetary Motion) کا اصول بنایا۔ علاوہ ازیں اس نے کوپرنیکس کے حرکت زمین کے نظریات کی تائید کی۔ کیپلر ۱۶۳۰ء میں موت کی آغوش میں پہنچا۔
- ۱۵۶۴ء میں اٹلی (Italy) میں گیلیلیو (Galileo) نام کا سائنسداں پیدا ہوا، جس نے دوربین (Telescope) ایجاد کیا ہے۔ اس نے بھی کوپرنیکس کے حرکت زمین کے نظریہ کی تائید کی اور اس میں اضافہ کرتے ہوئے زمین کی حرکت مستقیمہ (Revolving

Motion) اور حرکت مستدیرہ (Rotatory Motion) کا نظریہ قائم کیا گیلیلیو کی موت ۱۶۴۲ء میں واقع ہوئی ہے۔

مذکورہ سائنسدانوں نے حرکت زمین کا جدید نظریہ دنیا کو باور کرا دیا اور دنیا نے ان کے ساتھ اتفاق کیا۔ تب سے پوری دنیا میں متفقہ طور پر حرکت زمین کے نظریہ کو تسلیم کیا جا رہا ہے۔

- ۱۶۴۲ء میں انگلینڈ میں آئزک نیوٹن نام کے سائنسداں نے کشش ثقل اور حرکت کا نظریہ پیش کیا۔ نیوٹن کی موت ۱۷۲۷ء میں واقع ہوئی۔

علاوہ ازیں دنیا کے دیگر مشہور سائنسدانوں نے بھی حرکت زمین کے نظریہ کی تائید کی۔ حرکت زمین کے رد میں آیات قرآنی واحادیث کی روشنی میں امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی کتاب ''نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان'' کا مختصر جائزہ اس عنوان کے ابتدا میں ہم کر چکے لیکن وہ کتاب صرف قرآن و حدیث کے دلائل پر مبنی ہے۔ غیر مسلم سائنسداں اس کو تسلیم نہیں کریں گے۔ لہٰذا امام احمد رضا نے اس عنوان پر ''فوز مبین در رد حرکت زمین'' نام کی ایک اور کتاب بھی تصنیف فرمائی ہے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی کو علوم جدیدہ میں مہارت تامہ حاصل تھی لیکن آپ نے ان تمام علوم کو اسلامی علوم کا تابع بنا کر ان علوم جدیدہ کا استعمال دین کی خدمت کے لیے کیا۔ جس کا صحیح اندازہ فوز مبین کے مطالعہ سے بخوبی ہو جائے گا۔ فوز مبین کتاب میں امام احمد رضا محدث بریلوی نے:

- کل ۱۰۵ (ایک سو پانچ) دلیلوں سے زمین کا حرکت کرنا باطل ثابت کیا ہے۔
- مذکورہ کتاب میں آپ نے (۱) علم طبعیات (Temprament Ptysics) (۲) علم کیمیا (Chemistry) (۳) علم جغرافیہ (Geography) (۴) علم ہیئت

(Astrophsics) (۵) علم توقیت (Ephemerics) (۶) علم نجوم (Astrology) (۷) علم ریاضی (Mathmatics) (۸) لوگارثم (Logarithm) (۹) علم مثلث کروی (Spherical Trignometry) (۱۰) علم مثلث مسطح (Linear Or Surface Trignome Try) (۱۱) علم زیجات (Asrtronomy) (۱۲) علم ہندسہ (Geometry) وغیرہ کا استعمال فرمایا ہے۔

- مذکورہ کتاب میں آپ نے (۱) فلسفۂ قدیمہ (Old Philosophy) (۲) رفتار (Speed) (۳) حرکت (Velocity) (۴) وزن (Weight) (۵) کمیت (Mass) (۶) حجم (Volume) (۷) ثقل (Density) (۸) ٹریگنومیٹری (Trignometry) (۹) دخان (۱۰) بخارات (۱۱) حرارت (۱۲) مدوجزر (Tides) (۱۳) محرک (Projective) (۱۴) جمود (۱۵) اسراع (۱۶) دباؤ (۱۷) اچھال تیراؤ (Floatation) (۱۸) مساوات (۱۹) اضافیت (۲۰) بعد کوکب (۲۱) ہیئت ارض (۲۲) رفتار سیارہ جیسے اہم موضوعات پر سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے۔ تعجب اور حیرت کی بات یہ ہے کہ امام احمد رضا محدث بریلوی نے کالج تو درکنار کسی اسکول کا دروازہ بھی نہیں دیکھا تھا۔ اس کے باوجود بھی آپ کے تبحر علمی کا یہ عالم ہے کہ ارضیات، فلکیات اور سائنس کے بڑے بڑے ماہرین آپ کے سامنے طفل مکتب کی بھی حیثیت نہیں رکھتے۔
- مذکورہ کتاب ''فوز مبین'' میں امام احمد رضا محدث بریلوی نے (۱) علم طبعی (۲) ڈاکٹر کرنیلوس کی کتاب علم الہیئات (۳) سوالنامہ ہیئت جدیدہ (۴) لکشمی شنکر کی کتاب جغرافیہ طبعی (۵) محمد عبدالرحمٰن کلیانی کی کتاب نظارہ عالم (۶) رفاعہ بن علی کی کتاب التعریبات الشافیہ لمرید الجغرافیہ (۷) راجہ رتن سنگھ زخمی کی کتاب حدائق النجوم (فارسی) (۸) شرح تذکرہ (۹) شرح طوسی (۱۰) شرح خضری (۱۱) میرک بخاری کی کتاب شرح حکمت العین

(۱۲) کا بتی قرادینی تلمیذ طوسی کی کتاب حکمت العین (۱۳) علامہ فاضل خیرآبادی کی کتاب ہدیہ سعیدیہ (۱۴) علامہ برجندی کی کتاب تحریر طوسی (۱۵) بطلیموس کی کتاب مجسطی (۱۶) شرح برجندی (۱۷) علامہ عبدالعلی کی عربی کتاب شرح مجسطی (۱۸) ملا محمود جونپوری کی شمس بازغہ (۱۹) مفتاح الرصد (۲۰) ابوعلی محمود بن محمد بن عمر کی کتاب شرح چغمینی (۲۱) ناصرالدین کی عربی کتاب الدرالمکنون فی غرائب الفنون (۲۲) محمد بن احمد الیاس الحنفی کی عربی کتاب الدرالمکنون فی سبعۃ الفنون جیسی نایاب اور معرکۃ الآراء کتب سے مواد فراہم کر کے زمین ساکن ہونے کا اپنا دعویٰ ثابت کر دکھایا ہے۔

- حرکت زمین کے قائلین سائنسداں (۱) نیوٹن (۲) کوپرنیکس (۳) ابن سینا (۴) کپلر (۵) ہرشل (۶) طوسی (۷) ملا محمد جون پوری (۸) بطلیموس اور (۹) ابوریحان البیرونی کے نظریات کا تعاقب بھی ان ہی کی کتابوں اور انھیں کے قائم کردہ نظریات سے کیا ہے۔

- مذکورہ بالا ماہرین سائنس میں ایک نام ''آئن اسٹائن'' کا بھی ہے اس کا پورا نام البرٹ آئن اسٹائن ہے۔ جو ۱۴؍مارچ ۱۸۷۹ء کو جرمنی میں پیدا ہوا تھا اور ۱۹۵۶ء میں امریکہ میں اس کی موت ہوئی تھی آئن اسٹائن امام احمد رضا کا ہمعصر تھا۔ اس نے حرکت زمین کے تعلق سے امام احمد رضا محدث بریلوی کے ایک نظریہ کا تجربہ کیا تو امام احمد رضا کا نظریہ حق اور اس کا اپنا نظریہ باطل ثابت ہوتا محسوس ہوا، لیکن اس نے اس کی توجیہہ کر کے بات آگے بڑھنے سے روک دی، امام احمد رضا محدث بریلوی وہ واحد شخصیت ہیں جنھوں نے آئین اسٹائن کے نظریہ پہ سب سے پہلے گرفت کی۔ اور آپ کے نقش قدم پر چل کر آج ایک سو سے زیادہ ناقدین سطح زمین پر پیدا ہو گئے ہیں۔ انشاء اللہ مستقبل قریب میں دنیا کو مجبور ہو کر امام احمد رضا کے نظریۂ سکون زمین سے اتفاق کرنا ہی پڑے گا۔

ایک اہم واقعہ

بانکی پور (پٹنہ، بہار) سے شائع ہونے والے انگریزی اخبار ''ایکسپریس'' کے ۱۸؍اکتوبر ۱۹۱۹ء کے شمارہ میں امریکی ہیئت داں (Metrologist) پروفیسر البرٹ ایف، پورٹا نے ''ایک پیشین گوئی کی کہ ۱۷؍دسمبر ۱۹۱۹ء کے دن آفتاب کے سامنے بیک وقت کئی سیاروں کے جمع ہونے سے جذب اور کشش کے سبب آفتاب میں اتنا بڑا داغ پڑے گا کہ بغیر آلات آنکھ سے دیکھا جائے گا۔ ایسا داغ آج تک ظاہر نہیں ہوا، لہٰذا ۱۷؍دسمبر ۱۹۱۹ء کے دن طوفان، بجلیاں، سخت بارش اور بڑے زلزلے ہوں گے۔ زمین ہفتوں میں اعتدال پر آئے گی۔'' اس پیشین گوئی سے پوری دنیا میں اور بالخصوص امریکہ میں ایک ہلچل مچ گئی امام احمد رضا محدث بریلوی کے خلیفہ ملک العلماء حضرت مولانا ظفرالدین صاحب بہاری علیہ الرحمہ نے سہسرام (بہار) سے امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے اس کے بارے میں استفتاء کیا۔

امام احمد رضا نے پروفیسر البرٹ پوٹا کی ۱۷؍دسمبر ۱۹۱۹ء والی پیشین گوئی کے رد میں ۱۷؍دلائل پیش کئے۔ اپنے ان ۱۷؍دلائل میں امام احمد رضا نے عیسائی راہب شیز، علامہ قطب الدین شیرازی، ابن ماجہ اندلسی، ہرشل اول، ہرشل دوم، نسمٹ، کوسکی راجر لانک وغیرہ کے مشاہدات وتجربات کا ذکر کیا۔ پھر ماضی وحال کے تجربات ومشاہدات کا ذکر کیا پھر اپنے نتائج کی روشنی میں پروفیسر البرٹ کی پیش گوئی کا رد بلیغ فرمایا۔ پروفیسر البرٹ نے آفتاب کے سامنے بیک وقت کئی سیاروں کے جمع ہونے کا جو دعویٰ کیا تھا اس کا ابطال کر کے امام احمد رضا نے (۱) نیپچون (۲) مشتری (۳) زحل (۴) مریخ (۵) زہرہ (۶) عطارد (۷) شمس اور (۸) یورینس وغیرہ کا ۱۷؍دسمبر ۱۹۱۹ء کے دن حقیقی مقام، برج، درجہ اور دقیقہ کی فہرست مرتب

کر کے بتا دیا۔ اور ایک رسالہ قلم بند فرمایا جس کا نام ''معین مبین'' ہے امام احمد رضا محدث بریلوی کی پیش گوئی حق ثابت ہوئی اور امام احمد رضا نے جو کہا تھا کہ انشاء اللہ اس دن تیز ہوا بھی نہیں چلے گی، وہی ہوا دنیا کے ماہرین ہیئت اس دن صبح سے شام تک دوربینیں لے کر دیکھتے رہے مگر کچھ نہ ہوا۔ پروفیسر البرٹ پورٹا کی پیشگوئی باطل ثابت ہوئی اور مغربی دنیا کے بڑے بڑے ماہرین فن نے بھی امام احمد رضا کے علم کا لوہا تسلیم کیا۔

ردحرکت زمین کے تعلق سے امام احمد رضا محدث بریلوی کی کتابیں حسب ذیل ہیں:

(۱) فوزمبین درردحرکت زمین (۱۳۳۸ھ)

(۲) معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین (۱۳۳۸ھ)

(۳) نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان (۱۳۳۹ھ)

(۴۰) نماز عید کے بعد دعا مانگنے کا اختلاف

عید کے دن عید گاہ پر یا محلّہ کی مسجد میں بعد نماز عید دعا مانگنے کا طریقہ ملت اسلامیہ میں صدیوں سے رائج ہے۔ لیکن ملت اسلامیہ میں جو افعال مندوبہ و مستحسنہ عام طور سے رائج ہیں ان سے روکنے کے لیے یہی ایک طریقہ ڈھونڈھ نکالا کہ اس کی اصل نہیں لہٰذا بدعت اور ممنوع ہے۔ لہٰذا یہ کام مت کرو۔ ۱۳۰۷ھ میں امام احمد رضا محدث بریلوی سے یہ استفتاء پوچھا گیا کہ:

''کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مولوی عبدالحئی صاحب لکھنوی نے اپنے فتاویٰ کے ثانی میں یہ امر تحریر فرمایا ہے کہ بعد دوگانہ عیدین یا بعد خطبۂ عیدین دعا مانگنا حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ وتابعین رضوان اللہ

تعالیٰ علیہم اجمعین سے کسی طرح ثابت نہیں۔ اب وہابیہ نے اس پر بڑا غل شور کیا ہے۔ دعائے مذکور کو ناجائز کہتے اور مسلمانوں کو اس سے منع کرتے اور تحریر مذکور سے سند لاتے ہیں کہ مولوی عبدالحئی صاحب فتویٰ دے گئے ہیں۔ ان کی ممانعتوں نے یہاں تک اثر ڈالا کہ لوگوں نے بعد فرائض پنج گانہ بھی دعا چھوڑ دی۔ اس بارے میں حق کیا ہے؟''

حوالہ:

''سرور العید السعید فی حل الدعاء بعد صلاۃ العید'' مصنف: امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ، ناشر: طلبہ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، صفحہ ۵

دیکھئے! لوگوں کو روکا بھی تو 'دعا' سے روکا۔ نماز عید کے بعد دعا کرنے سے روکا اور بات یہاں تک پہنچی کہ لوگوں نے فرض نمازوں کے بعد بھی دعا مانگنی چھوڑ دی کیوں کہ وہابیوں نے دعائے مذکور کو ناجائز کہا۔

■ عید کی نماز کے بعد دعا کے تعلق سے مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے لکھا ہے کہ:

''مسئلہ: بعد نماز عیدین کے (یا بعد خطبہ کے) دعا مانگنا گو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین اور تبع تابعین سے منقول نہیں مگر چوں کہ عموماً ہر نماز کے بعد دعا مانگنا مسنون ہے اس لئے بعد نماز عیدین بھی دعا مانگنا مسنون ہوگا۔''

حوالہ:

''بہشتی زیور'' از: مولوی اشرف علی تھانوی، ناشر: ربانی بک ڈپو، دہلی، حصہ ۱۱، صفحہ ۴۸۷

قارئین حضرات غور فرمائیے ! حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ تابعین سے ثابت نہ ہونے کی وجہ سے نماز عید کے بعد دعا مانگنا مولوی عبدالحئی صاحب لکھنوی کے فتویٰ سے ناجائز ہے لیکن تھانوی صاحب کا یہ کہنا ہے کہ وہ دعا مسنون ہے۔ حالاں کہ خود تھانوی صاحب نے لکھا ہے کہ قرون ثلٰثہ میں دعا کا ثبوت نہ ہونے کے باوجود مسنون ہے۔ تھانوی صاحب کی علمی صلاحیت کا جائزہ لو اور تھانوی صاحب کی شان تفقہ کی داد دو کہ ''مسنون ہوگا'' کہہ کر استدلال کر رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہر وہ کام کہ جو قرون ثلٰثہ میں نہ کیا جاتا ہو اور بعد میں اس کی ابتدا ہوئی ہو وہ بھی بقول تھانوی صاحب مسنون ہوگا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے عید کی نماز کے بعد دعا مانگنے کے مسئلہ پر جب قلم چلایا تو نوک قلم سے علم کے دریا بہنے لگے۔ ۵۰/ پچاس احادیث اور پانچ آیات قرآنی سے دعائے مذکور کا جواز ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ دعا کی ممانعت کرنے والے مولوی عبدالحئی کی اخذ کردہ دلیلوں سے جو ان کے فتاویٰ میں درج ہیں ایسی ۱۵/عبارتیں نقل کر کے آپ نے ان کے استدلال سے مسئلہ واضح کر کے ایک مستقل کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ اس کتاب کا نام ہے۔

(۱) سرور العید السعید فی حل الدعاء بعد صلاۃ العید (۱۳۰۷ھ)

(۴۱) ذبیحہ سے حرام اشیاء کھانے کا اختلاف

ہر وہ حلال جانور کہ جو تکبیر کہہ کر ذبح کیا گیا ہو اس حلال جانور کے جسم کی کچھ چیزیں کھانا منع ہے۔ اسلام ایک ایسا کامل مذہب ہے کہ جس میں باریک سے باریک باتوں پر بھی التفات کیا جاتا ہے۔ مثلاً کسی جانور کو حلال میں شمار کیا پھر بھی اس جانور کی کچھ چیزیں ایسی ہیں جو انسانی جسم کے لیے فائدہ بخش نہیں یا نقصان دہ ہیں تو ایسی چیزوں کے کھانے سے اجتناب

کرنے کے لیے شریعت نے ان چیزوں کا کھانا ممنوع قرار دیا ہے۔ حلال جانور کی کون کون سی چیز کھانا منع ہے۔ اس کی معلومات ہر عام آدمی کو نہیں ہوتی بلکہ خاص لوگ بھی مکمل معلومات نہیں رکھتے۔ کچھ چیزیں ہی عوام میں مشہور ہیں کہ یہ چیزیں کھانا منع ہیں بقیہ چیزوں کی ممانعت سے اکثریت ناواقف ہے۔

وہابی دیوبندی مکتب فکر کے علماء کے متبعین کو اپنے علماء کے تفقہ فی الدین کا بہت غرور ہے لیکن دیوبندی مکتب فکر کے علماء کو جب فتاویٰ کے ترازوں میں تول کر پرکھا جاتا ہے تو ان کی علمی کمزوریاں سامنے آتی ہیں۔ وہابی دیوبندی جماعت کے امام ربانی مولوی رشید احمد کو تبلیغی جماعت کے بانی مولوی الیاس کاندھلوی نے ''مجدد دین'' میں شمار کیا ہے لیکن دیوبندی مکتب فکر کے مجدد کو حلال جانور کی کون سی چیز کھانا منع ہے اس کی پوری معلومات نہ تھی بلکہ جو چیزیں کھانا شرعاً ممنوع ہیں ان کے جواز کا فتویٰ دے دیا ہے۔

■ مولوی رشید احمد گنگوہی نے فتویٰ دیا ہے کہ:

''سوال: (۲۵) جانور حلال مثل بکری و گاؤ و طیور وغیرہ میں کون کون چیز حلال ہے، کون کون حرام؟

جواب: سات چیزیں حلال جانور کی کھانی منع ہیں، ذکر، فرج، مادہ و مثانہ، غدود، حرام مغز جو پشت کے مہرہ میں ہوتا ہے، خصیہ، پتہ یعنی مرارہ جو کلیجہ میں تلخ پانی کا ظرف ہے اور خون سائل قطعی حرام ہے۔ باقی سب اشیاء کو حلال رکھا ہے مگر بعض روایات میں گردہ کی کراہت لکھتے ہیں اور کراہت تنزیہ پر حمل کرتے ہیں۔ فقط۔''

حوالہ:

''تذکرۃ الرشید'' مولف: مولوی عاشق الٰہی میرٹھی، ناشر: مکتبہ خلیلیہ، سہارن پور (یوپی) جلد ۱، صفحہ ۱۷۴

■ مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک دوسرا فتویٰ ملاحظہ ہو:

''سوال: اوجھڑی یعنی آنت اور اس کو جگری بھی کہتے ہیں کہ پیٹ میں ہوتی ہے اور اس میں پیشاب و گوبر رہتا ہے، اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اوجھڑی کھانی درست ہے۔ فقط''

''سوال: گائے کی اوجھڑی اور بکری کی کھیری کھانی درست ہے یا نہیں؟

جواب: درست ہے۔ فقط۔''

حوالہ:

''فتاویٰ رشیدیہ'' از: مولوی رشید احمد گنگوہی، ناشر: مکتبہ تھانوی، دیوبند (یوپی) صفحہ: ۵۵۲

گنگوہی صاحب کی معلومات صرف سات اشیاء تک ہی محدود ہیں حالاں کہ ذبیحہ سے کل بائیس اشیاء کھانا ممنوع ہیں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ''اَلْعَطَایَا اَلنَّبویۃ فی الفَتَاوٰی الرَضْوِیَۃ'' جلد ہشتم، مطبوعہ سنی دارالاشاعت، مبارکپور (اعظم گڑھ) صفحہ ۳۲۴ تا صفحہ ۳۲۷ میں ذبیحہ سے کل بائیس اشیاء کھانی ممنوع بتائی ہیں۔ وہ حسب ذیل ہیں:

❑ سات چیزیں تو حدیثوں میں شمار فرمائی گئیں (۱) مرارہ یعنی پتہ (۲) مثانہ یعنی پھکنا (۳) حیا یعنی فرج مادہ (۴) ذکر (۵) انثیین (۶) غدہ یعنی غدود (۷) دم مسفوح

❑ علامہ قاضی بدیع خوارزمی صاحب عینۃ الفقہاء وعلامہ شمس الدین محمد قہستانی شارح نقایہ وعلامہ سیدی احمد مصری محشی درمختار وغیرہم علماء نے دو چیزیں اور زیادہ فرمائیں (۸) نخاع الصلب یعنی حرام مغز اس کی کراہت نصاب الاحتساب میں بھی ہے (۹) گردن کے دو پٹھے جو

شانوں تک ممتد ہوتے ہیں۔

❑ اور فاضلین اخیرین وغیرہما نے تین اور بڑھائیں (۱۰) خون جگر (۱۱) خون طحال یعنی تلی کا خون (۱۲) خون گوشت یعنی دم مسفوح (بہتا خون) نکل جانے کے بعد جو خون گوشت میں رہ جاتا ہے۔

❑ (۱۳) خون قلب یعنی کہ دل میں جو خون بعد کو نکلے (۱۴) مرہ یعنی وہ زرد پانی کہ پتہ میں ہوتا ہے، جسے صفرا کہتے ہیں۔

❑ (۱۵) مخاط اور فارسی میں اسے آب بینی کہتے ہیں یعنی کہ ناک کی رطوبت جس کو رینٹھ کہتے ہیں۔

❑ (۱۶) وہ خون جو رحم میں نطفہ سے بنتا ہے، منجمد ہو کر علقہ نام رکھا جاتا ہے، وہ بھی قطعاً حرام ہے۔

❑ (۱۷) دبر یعنی پاخانے کا مقام (۱۸) کرش یعنی ''اوجھڑی'' (۱۹) اَمعا یعنی آنتیں بھی اس حکم کراہت میں داخل ہیں۔

❑ (۲۰) گوشت کا وہ ٹکڑا جو رحم میں نطفہ سے بنتا ہے، جسے مضغہ کہتے ہیں۔

❑ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بچہ تام الخلقہ حرام ہے یعنی کہ بکری کے پیٹ میں سے ذبح کرنے کے بعد مردہ بچہ نکلے وہ بچہ حرام ہے۔

❑ نطفہ بھی حرام ہے۔ خواہ نر کی منی مادہ کے رحم میں پائی جائے یا خود اسی جانور کی منی ہو۔

امام احمد رضا محدث بریلوی کی مذکورہ بالا تحقیق کو ملاحظہ فرمائیں اور گنگوہی صاحب کی ایک عام مولوی کی طرح معمولی معلومات دیکھیں اور تقابل کریں تو پتہ چلے گا کہ امام احمد رضا ایک بلند رتبہ فقیہ اور متنوع علوم وفنون میں حیرت انگیز مہارت رکھنے والے مفتی ہیں۔ آپ

کی فقہی بصیرت کو اپنے اور پرائے سبھی نے تسلیم کرتے ہوئے اتفاق کیا ہے کہ اس آخری دور میں علم کی جو تحقیق و تدقیق اور گہرائی و گیرائی امام احمد رضا کے ہاں نظر آتی ہے اس کی نظیر دور دور تک نظر نہیں آتی۔ بلکہ یہ کہنا بھی غلو سے خالی ہے کہ آپ ائمہ مجتہدین کا پرتو اور عکس ہیں۔ ایک فقیہ کبھی بھی فقیہ کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا جب تک اسے قرآن، حدیث، مختلف مذاہب و مسالک کے قوانین، تاریخ، مختلف فنون اور اپنے زمانے کے مسائل و احوال کا پورے طور پر ادراک نہ ہو۔

قرآن مجید اور سنت رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنیادیں قائم کر دی ہیں اور ان کی روشنی میں مجتہدانہ و مستنبطانہ، غور و فکر اور بصیرت کے ذریعہ مسائل کا قابل عمل حل پیش کرنا معمولی ذمہ داری نہیں اور اس ذمہ داری کو امام احمد رضا محدث بریلوی نے اچھی طرح ادا کرتے ہوئے ملت اسلامیہ کی صحیح رہنمائی اور علوم دینیہ کی صحیح خدمت انجام دی ہے اور الجھے ہوئے مسائل سلجھائے۔ علمائے دیوبند نے امام احمد رضا کے برعکس کام کیا یعنی کہ سلجھے ہوئے مسائل کو الجھایا۔ اس عنوان میں فتاویٰ رشیدیہ ص:۵۵۲ پر آنت یعنی جگری کے لیے گنگوہی صاحب نے فتویٰ دیا کہ اس کا کھانا درست ہے لیکن اسی فتاویٰ رشدیہ کے ص:۵۵۱ پر لکھا ہے کہ ''جگری کو بندہ نہیں جانتا کہ کیا شئے ہے۔'' اب آپ گنگوہی صاحب کے علم اور تفقہ کا اندازہ لگائیں کہ جب جگری کیا چیز ہے وہ گنگوہی صاحب کو معلوم ہی نہیں تو پھر دوسرے فتویٰ میں جگری کھانا درست ہے کا فتویٰ کیوں کر دیا؟ ایسی ہی غلطی گنگوہی صاحب بکرے کے کپورے (خصیہ) میں کر گئے، بکرے کے کپورے کھانا جائز ہے ایسا فتویٰ دے دیا جو ''فتاویٰ رشیدیہ'' کے پرانے ایڈیشن میں موجود ہے لیکن بعد کے ایڈیشنوں سے وہ فتویٰ حذف کر دیا۔ کپورے نے اس زمانے میں گنگوہی صاحب کو بہت بدنام کیا تھا اور ان کی حالت بھی کپورے جیسی ہوگئی تھی۔

خیر! ذبیحہ سے بائیس اشیاء کھانے کی ممانعت کی تفصیل میں امام احمد رضا محدث بریلوی نے دلائل سے بھرپور ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے جس کا نام حسب ذیل ہے۔

(۱) المنح الملیحة فیما نهیٰ عن اجزاء الذبیحة (۱۳۰۷ھ)

(۴۲) فتنۂ فلسفۂ قدیمہ

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ''حرکت زمین'' کا بطلان ثابت کرتے ہوئے ۱۰۵/ دلائل پر مشتمل بے مثال کتاب ''فوز مبین'' تصنیف فرمائی۔ آپ نے اس کتاب میں فلسفہ قدیمہ اور فلسفہ جدیدہ پر بھی ضربیں لگائی ہیں۔ فلسفہ قدیمہ کے ازہاق و ابطال میں آپ نے تیس مقام ان کے رد میں لکھے اور فرمایا کہ:

❑ ''بعون اللہ تعالیٰ تمام فلسفہ قدیمہ کی نسبت روشن ہوگیا کہ فلسفہ جدیدہ کی طرح بازیچۂ اطفال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔''

امام احمد رضا محدث بریلوی نے فلسفہ قدیمہ اور جدیدہ دونوں کا ایک ساتھ رد بلیغ فرمایا تھا اور یہ تذئیل بہت طویل ہوگئی تھی اور اس وجہ سے ''فوز مبین'' کتاب کی فصل چہارم کا مضمون زیادہ مؤخر ہو جاتا تھا۔ اس ضمن میں امام احمد رضا بریلوی کے شہزادۂ اصغر یعنی کہ آقائے نعمت تاجدار اہل سنت، سیدی و مرشدی، ماوائی و ملجائی، حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے اپنے والد محترم کو یہ رائے دی کہ دونوں کا رد الگ الگ ہونا چاہئے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ:

''ولداعز، ابوالبرکات، محی الدین جیلانی آل الرحمٰن معروف بہ مولوی مصطفیٰ رضا خان سلمہٗ الملک المنان وابتاہ والیٰ معالی کمالات الدین والدنیا رقاہ کی

رائے ہوئی کہ ان مقامات کو ردفلسفہ قدیمہ میں مستقل کتاب کیا جائے کہ اگر چہ دم الاخوین یکجا نہ ہو۔ ایک کتاب ردفلسفہ جدیدہ میں رہے دوسری ردفلسفہ قدیمہ میں۔ مقاصد فوز مبین میں اجنبی سے فصل طویل نہ ہو۔ یہ رائے فقیر کو پسند آئی۔"

حوالہ:

"الکلمۃ الملہمۃ فی الحکمۃ المحکمۃ لوھاء فلسفۃ المشئمۃ" مصنف: امام احمد رضا محدث بریلوی، ناشر: کتب کانہ سمنائی، میرٹھ (یوپی) صفحہ ۶

- مذکورہ کتاب "الکلمۃ الملہمہ" میں امام احمد رضا محدث بریلوی نے فلسفۂ قدیمہ کے ابطال میں فلسفۂ قدیمہ کے ہی اصول وضوابط کا استعمال فرما کر "میاں کی جوتی میاں کے سر" والی کہاوت کو ضرب المثل بنایا ہے۔
- مذکورہ کتاب میں امام احمد رضا نے فلسفہ قدیمہ کے ۳۱/اکتیس اہم مسائل پر بحث فرمائی ہے۔ اکتیسواں مسئلہ یہ ہے کہ انیسویں صدی تک یہ خیال کیا جاتا تھا کہ "ایٹم (Atom) ایسا چھوٹا ذرہ ہوتا ہے کہ وہ تقسیم نہیں ہوسکتا (غیر منقسم) جس کو عربی زبان میں "جزء لا یتجزی" اور انگریزی زبان میں (Indivisible) کہتے ہیں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی نے عملی طور پر ثابت کردیا کہ قرآن مجید کی آیت "تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" کے ارشاد کے مطابق قرآن شریف میں ہر چیز کا بیان موجود ہے اور ہر معمہ کا حل قرآن سے حاصل ہوسکتا ہے۔ غیر منقسم جزو (Indivisible Atom) کا جو اصول قدیم فلسفہ میں ۱۹۰۰ء تک رائج تھا اس کو امام احمد رضا نے قرآن مجید سے باطل ثابت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"فَاَقُوْلُ: قَالَ الْمَوْلٰى سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى: "وَ مَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ"

تمزیق پارہ پارہ کرنا۔ ہم نے ان کی کوئی تمزیق باقی نہ رکھی سب بالفعل کردیں۔ ظاہر ہے کہ یہاں تمزیق موجود مراد نہیں ہوسکتی ہے کہ تحصیل حاصل ناممکن۔ لاجرم تمزیق ممکن مراد یعنی جہاں تک تجزیہ کا امکان تھا سب بالفعل کردیا۔ تو ضرور یہ تجزیہ ان اجزاء پر منتہی ہوا جن کے آگے تجزیہ ممکن نہیں، ورنہ "کل ممزق" نہ ہوتا کہ ابھی بعض تمزیقیں باقی تھیں۔"

حوالہ:

"الکلمۃ الملہمہ" از: امام احمد رضا محدث بریلوی، ناشر: کتب خانہ سمنانی، میرٹھ (یوپی) صفحہ ۱۰۹

قرآن شریف، پارہ ۲۲/سورہ سبا، کی آیت نمبر ۱۹ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "ومزقنهم کل ممزق" اس آیت کو مشعل راہ بنا کر آیت کی صوفیانہ اور فلسفیانہ جتنی بھی تفاسیر تھیں اس کے تعاون سے آپ نے ایٹم پر مقالہ لکھا اور اس کی اکتیسویں منزل میں چار موقف لکھے اور ہر موقف میں آپ نے فلسفۂ قدیمہ کے اصول، اس کے تعلق سے شبہات اور پھر اس کا ردفلسفیانہ انداز میں ایسا زبردست فرمایا اور اس کے بعد اپنے دعوے کے ثبوت میں شواہد ودلائل پیش کرکے حیرت میں ڈال دیا ہے۔

- ایٹم کا منقسم ہونا ممکن ہی نہیں بلکہ یقینی ہے یہ ثابت کرتے ہوئے آپ نے لکھا کہ:

"فکّی و وہمی کا فرق انسانی علم قاصر وقدرت ناقصہ کے اعتبار سے ہے۔ شے جب غایت صغر کو پہنچ جائے گی، انسان کسی آلے سے بھی اس کا تجزیہ نہیں کرسکتا بلکہ وہ اسے محسوس ہی نہ ہوگی۔ تجزیہ تو دوسرا درجہ ہے لیکن مولیٰ عزوجل کا علم محیط اور قدرت غیر متناہی جب تک حصوں میں شئے دون شئے کا تمایز باقی ہے۔ قطعاً

''مولیٰ عزوجل ان کے جدا کرنے پر قادر ہے تو وہ جو تمزیق فرمائے اس میں کل ممزق وہیں منتہی ہوگا، جہاں واقع میں شئے دون شئے باقی نہ رہے اور وہ نہیں مگر جزولایتجزیٰ۔''

حوالہ:

''الکلمۃ الملہمہ'' از: امام احمد رضا محدث بریلوی، ناشر: کتب خانہ سمنانی، میرٹھ، صفحہ:۱۰۹

❑ فلسفہ قدیمہ کے رد میں حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''تہافت الفلاسفہ'' لکھ کر دنیائے فلسفہ کے قلعے منہدم کر دیئے لیکن ۵۰۵ھ میں حضرت امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ والرضوان کے انتقال کے سو سال کے بعد ''ابن رشد'' نے ایک کتاب بنام ''تہادفۃ التہافہ'' لکھی اور فلسفہ قدیمہ کو پھر زندہ کیا۔

❑ حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''تہافت الفلاسفہ'' میں صرف بیس مسائل پر بحث کی ہے جب کہ امام احمد رضا نے اپنی کتاب ''الکلمۃ الملہمہ'' میں اکتیس مسائل پر بحث کی ہے۔

❑ ایٹم منقسم ہوسکتا ہے اس نظریہ کو غالطاً سب سے پہلے امام احمد رضا نے ہی قائم کیا ہے۔ اسی لئے تو اپنا نظریہ ثابت کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

''ہم اگر چہ اس رائے میں منفرد ہیں مگر الحمدللہ آیت کریمہ و دلائل قدیمہ ہمارے ساتھ ہیں۔''

حوالہ:

''الکلمۃ الملہمہ'' از: امام احمد رضا محدث بریلوی، ناشر: کتب خانہ سمنانی، میرٹھ، صفحہ ۱۳۸

❑ ایٹم کے تعلق سے امام احمد رضا محدث بریلوی کے نظریہ سے حسب ذیل فلسفیوں اور سائنس دانوں نے اتفاق کیا ہے۔

❑ ۱۸۹۸ء میں جے جے تھامسن (J.J.Thomson)

❑ ۱۹۱۱ء میں روتھرفورڈ (Rotherford)

❑ ۱۹۱۳ء میں نیل بوہر (Nilboarh)

❑ امام احمد رضا کی رد فلسفۂ قدیمہ میں لکھی کتاب کا نام ہے:

(۱) الکلمة الملهمة فی الحکمة المحکمة لوهاء فلسفة المشئمة (۱۳۳۸ھ)

(۴۳) فتنۂ فلسفۂ جدیدہ

یکم رجب ۱۳۰۴ھ کو نواب مولانا سلطان احمد خاں بریلوی نے امام احمد رضا محدث بریلوی کی خدمت میں ایک استفتاء بھیجا اور منطق جدید کے تعلق سے کچھ سوالات دریافت کئے۔ اس استفتاء کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک معقولی عالم مولوی محمد حسن سنبھلی نے ایک کتاب بنام ''المنطق الجدید لناطق ألنا له الحدید'' لکھی تھی، اس کتاب میں اس نے غیر اسلامی اور خالص فلسفیانہ نظریات کی تائید کی اور ماضی کے فلاسفہ سے دو قدم آگے بڑھ کر لب کشائی کی جرأت اور اپنے منہ میاں مٹھو بن بیٹھے اپنی کتاب کی تعریف میں لکھا:

''یہ کتاب فرشتہ اثر بلکہ فرشتہ گر ہے۔ اور صیقل ذہن کے لیے عجب اکسیر اعظم و نافع کبیر ہے۔''

اس کی کتاب سے مولانا سلطان احمد خاں صاحب نے آٹھ قول نقل کر کے امام احمد رضا کی خدمت میں بھیجے اور اس کے متعلق شرعی حکم دریافت کیا۔ ۷؍رجب ۱۳۰۴ھ کو امام احمد رضا نے صرف چھ دن میں اس کے جواب میں ''مقامع الحدید'' کی شکل میں فلسفۂ جدیدہ

کے رد میں کتاب مکمل فرمالی اور اس کتاب کی تصنیف کے دوران ایک اور کتاب تصنیف فرما کر فلسفۂ جدیدہ کے کفریات حجت قاطعہ کے ساتھ ثابت کئے۔

دونوں کتابوں کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید (۱۳۰٤ھ)

(۲) البارقة اللمعا علی سامد نطق بالکفر طوعا (۱۳۰٤ھ)

(۴۴) ماں کے پیٹ کے حال کا اختلاف

قرآن مجید ایسا جامع اور مانع کلام ہے کہ اس کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لیے وسیع علم درکار ہے۔ قرآن مجید کا یہ معجزہ ہے کہ اس کے ہر حرف کی مفصل تفسیر کی جا سکتی ہے لیکن کچھ لوگ ''ہلدی کا ٹکڑا ہاتھ میں رکھنے سے پنساری'' کی طرح دو چار کتابچے پڑھ لینے سے اپنے آپ کو کیا سے کیا سمجھ لیتے ہیں اور تکبر وغرور کے نشے میں قرآن کی آیتوں کی تفسیر لکھنے بیٹھ جاتے ہیں۔ انجام یہ ہوتا ہے کہ خود تو گمراہ ہوتے ہیں ساتھ میں لاکھوں کی تعداد میں بھولے بھالے مسلمانوں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر قرآن کی آیت ''وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَام'' جو مادہ کے پیٹ کے حال کے تعلق سے نازل ہوئی ہے اس کا صحیح مطلب ومفہوم سمجھے بغیر کچھ لوگوں نے انبیاء واولیاء کے علوم مافی الارحام کی مطلق نفی کر دی مثلاً:

■ امام الوہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ:

''اسی طرح جو کچھ مادہ کے پیٹ میں ہے اس کو بھی کوئی نہیں جان سکتا کہ ایک ہے یا دو، نر ہے یا مادہ، کامل ہے یا ناقص، خوبصورت ہے یا بدصورت۔ حالاں کہ حکیم ان سب چیزوں کے اسباب لکھتے ہیں لیکن کسی کا حال خاص طور پر نہیں جانتے۔''

حوالہ:

''تقویۃ الایمان'' از: مولوی اسماعیل دہلوی، ناشر: دارالسلفیہ، بمبئی، صفحہ ۴۲، ۴۳

■ انبیاء واولیاء کے لیے جو بات ناممکن اور شرک کہتے تھے وہی بات اپنے اکابر کے لیے ممکن اور کرامت مانتے تھے۔ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا ایک حوالہ پیش ہے۔

''حکایت (۱۴۷): خان صاحب نے فرمایا کہ مولانا نانوتوی فرماتے تھے کہ شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی کے ایک مرید تھے، جن کا نام عبداللہ خاں تھا اور قوم کے راجپوت تھے اور یہ حضرت کے خاص مریدوں میں تھے۔ ان کی حالت یہ تھی کہ اگر کسی کے گھر میں حمل ہوتا اور وہ تعویذ لینے آتا، تو آپ فرمادیا کرتے تھے کہ تیرے گھر میں لڑکی ہوگی یا لڑکا۔ اور جو آپ بتلا دیتے تھے، وہی ہوتا تھا۔''

حوالہ:

''حکایات اولیاء'' مولوی اشرف علی تھانوی، ناشر: کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند (یوپی) حکایت ۱۴۷، صفحہ ۱۸۴

■ مذکورہ کتاب ہی کا ایک اور اقتباس پیش خدمت ہے:

''حکایت (۲۵۴): مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے فرمایا راؤ عبدالرحمٰن خاں صاحب پنجلاسہ (پنجاب) میں حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے اور بڑے زبردست صاحب کشف وحالات تھے، کشف کی یہ حالت تھی کہ کوئی لڑکا لڑکی کے لیے تعویذ مانگتا، بے تکلف فرماتے، جا تیرے لڑکا ہوگا یا لڑکی ہوگی۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت یہ کیسے آپ بتا دیتے ہیں؟ فرمایا کہ کیا کروں بے محابا مولود کی صورت سامنے آجاتی ہے۔''

حوالہ:

''حکایات اولیاء'' از: مولوی اشرف علی تھانوی، ناشر: کتب خانہ نعیمیہ، دیو بند (یوپی) حکایت: ۲۵۴، صفحہ ۲۷۱

قارئین انصاف فرمائیں کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے اللہ کے سوا کسی کے لیے مادہ کے پیٹ کے حال کی نفی کی ہے اور اس کو تقویۃ الایمان کی دوسری فصل میں ''اشراک فی العلم کے رد میں'' عنوان کے تحت لکھا۔ انبیاء واولیاء کے علم کا انکار کرنے والے علمائے دیو بند اپنے گروہ کے لوگوں کے لیے اس علم کو تسلیم کرتے ہیں، جیسا کہ مذکورہ دونوں اقتباسات میں (۱) مولوی شاہ عبدالرحیم ولایتی کے مرید عبداللہ خاں راجپوت اور (۲) شاہ عبدالرحیم کے خلیفہ راؤ عبدالرحمٰن پنجاب کی یہ حالت تھی کہ مادہ کے پیٹ میں کیا ہے؟ وہ بتادیتے تھے بلکہ راؤ عبدالرحمٰن خاں کے سامنے تو مولود یعنی کہ پیٹ میں جو بچہ ہے اس کی صورت آجاتی تھی۔ کتنا بڑا تضاد علمائے دیو بند کے فکر ونظر میں ہے۔

■ ایک عیسائی پادری نے تو یہاں تک اعتراض کیا کہ معاذ اللہ انبیاء واولیاء مادہ کے پیٹ کا حال نہیں جان سکتے لیکن ہم نے ایک آلہ ایجاد کیا ہے جس سے ہم معلوم کر لیتے ہیں۔ امام احمد رضا محدث بریلوی نے وہابیوں اور عیسائیوں کے مذکورہ نظریہ کے رد میں ایک تاریخی کتاب تصنیف فرمائی ہے جس کا نام حسب ذیل ہے:

(۱) الصمصام علی مشكك فی آية علوم الارحام (۱۳۱۵ھ)

(۴۵) فتنۂ رسم تعزیہ داری

ماہ محرم الحرام کا چاند نظر آتے ہی نئے اسلامی سال کی ابتدا میں واقعات محرم کے تعلق سے کئی افعال ورسومات کی ادائیگی میں لوگ مصروف ہوجاتے ہیں۔ اسلام کے شہید اعظم سیدنا

امام حسین اور ان کے رفقاء رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اسلام کو زندہ رکھنے کے لیے کربلا کے میدان میں بھوکے پیاسے شہید ہوگئے۔ ان کی بارگاہ عالی میں خراج عقیدت اور ایصال ثواب کی نیت سے بہت سے نیک و مستحسن امور رائج ہیں۔ مثلاً: ابتدائی عشرہ میں علمائے کرام کی تقریروں کی مجالس کا انعقاد، پانی کی سبیل لگانا، دودھ اور شربت پلانا، غریبوں کو کھانا کھلانا، ختم قرآن شریف، ذکرواذکار، فرض نماز کی ادائیگی کے ساتھ نوافل پڑھنا، خیرات وصدقات فقراء کو دینا وغیرہ نیک کام کئے جاتے ہیں۔ لیکن ان جائز امور کے ساتھ ساتھ جاہلوں نے کچھ ناجائز اور حرام رسومات کا بھی آغاز کردیا اور طرہ یہ کہ ان ناجائز کاموں کو ثواب کی نیت سے ادا کیا جاتا ہے۔

محرم کے تعلق سے جو ناجائز افعال کیے جاتے ہیں ان میں تعزیہ وتعزیہ داری سرفہرست ہے۔ کچھ لوگ اپنی سال بھر کی کھچڑی نکال لینے کے لیے تعزیہ بناتے ہیں اور تعزیہ پر نذرونیاز، منتیں، چڑھاوے وغیرہ کے ذریعہ اپنا دنیوی مفاد حاصل کرتے ہیں اور اس غرض سے مذہب میں ایک ناجائز رسم کی اہمیت اتنی جمادی ہے کہ اس کو کرنا ضروری اور اس کے خلاف بولنا یا کرنا گناہ عظیم اور عذاب کا مستحق ہونا سمجھا جاتا ہے۔ پھر تعزیہ بنانے والے بھی کئی ہوتے ہیں اور ان میں آپس میں بھی مقابلہ ہوتا ہے کہ کس کا تعزیہ زیادہ خوبصورت اور منقش ہے۔ لہٰذا وہ اس مقابلہ میں فوقیت واولیت حاصل کرنے کے لیے نئی نئی ڈیزائن کے تعزیہ بناتے ہیں اور زیادہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لوگ ان تعزیوں کو شہیدوں کے جنازے یا کربلائے معلیٰ میں واقع سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار اقدس تصور کرکے نقد، پھول، عطر، اگربتی، سونے چاندی کے گہنے وغیرہ پیش کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

تعزیہ داری کی ناجائز رسومات کو بہانہ بنا کر وہابی دیو بندی فرقہ کے علماء نے محرم کی

جائز رسومات کے لیے بھی حرام کا فتویٰ دے دیا۔ تعزیہ داری کے ساتھ ساتھ دیگر ناجائز امور مثلاً ڈھول باجے، تاشے، نوحہ خوانی، سینہ زنی وغیرہ کو لوگ کارِ ثواب سمجھ کر کرتے ہیں اور جوان کے ان افعال شنیعہ کو ناجائز کہے اس سے لڑنے، جھگڑنے، کوسنے، گالیاں دینے، شہیدوں کا دشمن وغیرہ کا خطاب دینے کے لیے ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔ یہ تمام افعال کرنے والے سنی ہی ہوتے ہیں اور چند سنیوں کے ارتکاب کو دلیل بنا کر وہابی دیوبندی مکتب فکر کے علماء تمام اہل سنت و جماعت کو معاذ اللہ بدعتی، تعزیہ دار وغیرہ کہتے ہیں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے دین اور شریعت کے معاملہ میں کبھی یہ نہیں دیکھا کہ سامنے کون ہے؟ اپنا ہے یا پرایا؟ بلکہ جس نے بھی شریعت کے خلاف کوئی ارتکاب کیا، کوئی رسم بدعت ایجاد کی یا خلاف شریعت کوئی اعتقاد رائج کرنے کی کوشش کی، تو امام احمد رضا نے اس کا تعاقب کیا ہے اور بلا خوف لومۃ لائم آپ نے حکم شرع واضح فرمادیا۔

■ تعزیہ داری کے تعلق سے امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ:

’’اول تو نفس تعزیہ میں روضۂ مبارک کی نقل ملحوظ نہ رہی، ہر جگہ نئی تراش نئی گڑھت، جسے اس نقل سے کچھ علاقہ نہ نسبت، پھر کسی میں پریاں، کسی میں براق، کسی میں اور بیہودہ طمطراق، پھر کوچہ بکوچہ ودشت بدشت اشاعت غم کے لیے ان کا گشت اور ان کے گرد سینہ زنی اور ماتم سازی کی شور افگنی، کوئی ان تصویروں کو جھک جھک کر سلام کر رہا ہے، کوئی مشغول طواف، کوئی سجدہ میں گرا ہے کوئی ان مایۂ بدعات کو معاذ اللہ جلوہ گاہ حضرت امام علی جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سمجھ کر اس ابرک پنی سے مرادیں مانگتا، منتیں مانتا ہے، حاجت روا جانتا ہے۔ پھر باقی تماشے، باجے، تاشے، مردوں عورتوں کا راتوں کو میل اور طرح طرح کے بیہودہ کھیل ان سب پر طرہ ہیں۔ غرض عشرہ محرم الحرام کہ اگلی

شریعتوں سے اس شریعت پاک تک نہایت بابرکت ومحل عبادت ٹھہرا ہوا تھا، ان بیہودہ رسوم نے جاہلانہ اور فاسقانہ میلوں کا زمانہ کر دیا۔‘‘

حوالہ:

’’اعالی الافادہ فی تعزیۃ الہند و بیان الشہادہ‘‘ مصنف: امام احمد رضا محدث بریلوی، ناشر: مطبع اہل سنت وجماعت، بریلی، صفحہ ۳

■ تعزیہ داری کی قبیح رسم کے لیے شرعی حکم سناتے ہوئے امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ:

’’اب کہ تعزیہ داری اس طریقہ نامرضیہ کا نام ہے قطعاً بدعت وناجائز وحرام ہے۔‘‘

حوالہ:

ایضاً، صفحہ ۴

امام احمد رضا محدث بریلوی نے تعزیہ، تعزیہ داری، کذب بیانی پر مشتمل شہادت نامے، مرثیہ خوانی وغیرہ کے تعلق سے صاف لفظوں میں شریعت کا حکم مرقوم فرما کر ’’وَالنَّہِیُ عَنِ الْمُنکَر‘‘ کا فریضہ ادا فرمایا ہے لیکن افسوس کہ تعزیہ داری کی علی الاعلان مخالفت کر کے اس کو بدعت، ناجائز اور حرام کہنے والے امام احمد رضا کو وہابی دیوبندی مکتب فکر کے لوگ تعزیہ داری کی بدعت کا موجد، ناشر اور معین کہہ کر قوم کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر گمراہ کرنے کا جرم کر رہے ہیں۔

تعزیہ داری اور محرم کی رسومات قبیحہ کے رد میں امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے ایک مستقل کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ اس تاریخی کتاب کا نام حسب ذیل ہے:

(۱) اَعَالِی الاِفَادَۃِ فِی تَعزِیَۃِ الھِندِ وَ بَیَانِ الشَّھَادَۃِ (۱۳۲۱ھ)

(۴۶) قوالی کی محفل اور سماع

بزرگانِ دین کے اعراس میں کئی مقامات پر محفل سماع اور قوالی کی محفلیں منعقد کی جاتی ہیں۔ اس محفل میں فاسق و فاجر قوال مرد اور عورت بھی شریک ہوتے ہیں اور کبھی کبھی تو خلاف شریعت اور کفر کی حد تک پہنچے ہوئے کلام پڑھتے ہیں اور ساتھ میں مزامیر مثلاً: ڈھول، سارنگی وغیرہ بھی ہوتے ہیں سننے والا مجمع بھی نا اہل ہوتا ہے۔ محفل سماع منعقد کرنے والے، سننے والے، گانے والے ایسے باطل وہم میں ہوتے ہیں کہ ہم نیکی کا کام کر کے صاحب مزار کو خوش کر رہے ہیں اور عرس کی برکتیں اور فیوض حاصل کر رہے ہیں، لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔

سماع مروجہ اور قوالی کے فعل شنیعہ کا ارتکاب کرنے والے اپنے فعل کے جواز میں غلط روایات و حکایات کا ذکر کرتے ہیں اور معاذ اللہ سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے عظیم بزرگوں پر تہمت لگاتے ہیں کہ انہوں نے بھی قوالی سنی ہے اور ہم ان کے اتباع میں قوالی سنتے ہیں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی سے اس کے تعلق سے استفتاء کیا گیا تو آپ نے اس کی سخت تردید فرمائی اور مروجہ محفل سماع یا قوالی کو حرام اور ناجائز قرار دیتے ہوئے یہ بھی ثابت فرمایا کہ حضرات عالیہ چشتیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا دامن ایسے ارتکاب قبیحہ سے پاک اور بے داغ ہے۔ البتہ ان حضرات کی جھوٹی محبت کا ڈھونگ رچانے والے کچھ جہلاء نے اس فعل قبیح کو ان حضرات عالیہ مقدسہ کی طرف منسوب کر دیا۔ لیکن وہ حضرات قوالی کی رسم غیر مشروع سے کتنے منزہ تھے وہ ثابت کرنے کے لیے آپ نے کئی فتاویٰ اور مستقل دو کتابوں میں اس کا ذکر کیا ہے اور خوبی کی بات تو یہ ہے کہ قوالی کے عدم جواز کے ثبوت میں امام احمد رضا محدث بریلوی نے سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے اکابر اولیاء و بزرگوں کی کتابوں سے دلائل اخذ فرمائے ہیں، مثلاً:

❑ حضور پرنور، شیخ العالم فرید الحق والدین گنج شکر کے مرید اور حضور سیدنا محبوب الٰہی نظام الحق والدین، سلطان الاولیاء کے خلیفہ حضرت سیدی مولانا محمد بن مبارک بن علوی کرمانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی کتاب مستطاب ''سیر الاولیاء۔''

❑ حضور سلطان المشائخ محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ملفوظات طیبات کا مجموعہ ''فوائد الفواد شریف۔''

❑ حضور سلطان المشائخ محبوب الٰہی کے خلیفہ حضرت مولانا فخر الدین زرادی کی کتاب ''کشف القناع۔''

حضرات عالیہ چشتیہ کا دامن قوالی و سماع بامزامیر سے کتنا پاک تھا یہ بتاتے ہوئے امام احمد رضا محدث بریلوی اپنی کتاب ''مسائل سماع'' صفحہ: ۷ پر فرماتے ہیں کہ:

❑ اکابر واعاظم اجلہ سلسلہ چشتیہ تصریح فرماتے ہیں کہ حضرات اکابر چشت (قدست اسرارہم) کی طرف سماع مزامیر کی نسبت کرنا محض دروغ بے فروغ اور افتراء ہے۔

❑ حضور پرنور سلطان المشائخ محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ''مزامیر حرام است''، یعنی کہ مزامیر حرام ہیں۔ (بحوالہ: ''فوائد الفوائد شریف'')

اب آیئے مروجہ قوالی کے تعلق سے امام احمد رضا محدث بریلوی کے نظریات کا جائزہ لیں:

''ایسی قوالی حرام ہے حاضرین سب گنہ گار ہیں اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے اور قوالوں کا بھی گناہ اس عرس کرنے والے کے ماتھے، قوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے یا اس کے اور قوالوں کے ذمہ حاضرین کا وبال پڑنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو، نہیں بلکہ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا پورا گناہ اور قوالوں پر اپنا گناہ

الگ اور سب حاضرین کے برابر جدا اور ایسے ہی عرس کرنے والے پر اپنا گناہ الگ اور قوالوں کے برابر جدا اور سب حاضرین کے برابر علی حدہ، وجہ یہ کہ حاضرین کو عرس کرنے والے نے بلایا۔ ان لوگوں کے لیے اس گناہ کا سامان پھیلایا اور قوالوں نے انھیں سنایا۔ اگر وہ سامان نہ کرتا یہ ڈھول سارنگی نہ سناتے تو حاضرین اس گناہ میں کیوں پڑتے۔ اس لیے ان سب کا گناہ ان دونوں پر ہوا۔"

حوالہ:

"احکام شریعت" از: امام احمد رضا محدث بریلوی، ناشر: جماعت رضائے مصطفیٰ، بریلی، جلد۱، مسئلہ۱۸، صفحہ۳۴

□ بزرگان دین کے مقدس آستانوں پر قوالی رقص سماع مع مزامیر و دیگر افعال شنیعہ کرنے والوں کو امام احمد رضا متنبہ کرتے ہیں کہ ان کے اعراس میں یہ جو ناجائز افعال کیے جاتے ہیں ان سے ان حضرات کو تکلیف ہوتی ہے۔

"عرض: حضور! بزرگان دین کے اعراس میں جو افعال ناجائز ہوتے ہیں ان سے ان حضرات کو تکلیف ہوتی ہے؟

ارشاد: بلاشبہ، اور یہی وجہ ہے کہ ان حضرات نے بھی توجہ کم فرمادی، ورنہ جس قدر فیوض پہلے ہوتے تھے وہ اب کہاں؟"

حوالہ:

"الملفوظ" مرتبہ: حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا، ناشر: مکتبہ رضا، بریلی، جلد۳، صفحہ:۴۶

مروجہ قوالی کے تعلق سے امام احمد رضا محدث بریلوی نے احادیث علمائے متقدمین کی کتب معتبرہ اور خصوصاً حضرات بزرگان سلسلہ چشتیہ کی کتابوں کے حوالوں سے جو لکھا ہے اور جو دلائل قائم کئے ہیں۔ وہ اتنی کثیر تعداد میں ہیں کہ تمام علمائے دیوبند نے مجموعی طور پر جتنا قوالی کے متعلق لکھا ہے اس سے کئی گنا زیادہ امام احمد رضا نے تن تنہا لکھا ہے۔ لیکن وائے عصبیت پسندی!!! کہ قوالی کی بدعت کو فروغ دینے والے کی حیثیت سے امام احمد رضا کو بدنام کرنے میں علمائے دیوبند نے کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔

مروجہ قوالی کی عدم جواز میں امام احمد رضا محدث بریلوی کے نظریات کا تفصیلی جائزہ لینے کے لیے حسب ذیل کتب کی طرف رجوع فرمائیں۔

(١) مسائل سماع (١٣٢٠ھ)

(٢) اجل التبحير فی حكم السماع والمزامير (١٣٢٠ھ)

(٣) الملفوظ (بعض ملفوظات) (١٣٣٨ھ)

(٤) احكام شريعت (بعض فتاویٰ) (١٣٢٠ھ)

(٥) السنية الانيقه فی فتاویٰ افريقه (بعض فتاویٰ) (١٣٣٦ھ)

(۴۷) عورتوں کا مزارات پہ جانا

اولیاے کرام کے مزارات پر عورتوں کی حاضری کے مسئلہ میں دو فریق ہوگئے ہیں۔ ایک فریق جواز کا قائل ہے، جب کہ دوسرا فریق عدم جواز کا قائل ہے۔ جو فریق جواز کا قائل ہے اس میں اکثریت مزارات کے مجاور اور ان کے ہمنواؤں کی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مستورات کی آمد سے آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اولیاے کرام کے مزارات کی حاضری کے لیے عورتوں کو جانا منع ہے لیکن سیر و تفریح کی شوقین مستورات کسی نہ کسی بہانے اولیاے کرام کے اعراس کے موقع اور دیگر تقریبات کے موقع پر پہنچ جاتی ہیں۔

اولیاء اللہ کے مزارات پر عورتوں کی حاضری کے متعلق امام احمد رضا محدث بریلوی سے جب استفتاء کیا گیا، تو آپ نے سخت الفاظ میں ممانعت فرمائی اور یہاں تک ارشاد فرمایا ہے کہ:

> ''غنیۃ میں ہے، یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پر جانا جائز ہے یا نہیں بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے اور کس قدر صاحب قبر کی جانب سے، جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے اور جب تک واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں۔ سوائے روضۂ انور کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں۔''

حوالہ:

''الملفوظ'' مرتبہ: مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا، ناشر: مکتبۂ رضا، بریلی، جلد۲، صفحہ۱۱۷

امام احمد رضا نے اپنے کئی فتاویٰ، ملفوظات اور مستقل رسائل میں عورتوں کو اولیاے کرام کے مزارات کی حاضری کے لیے جانے سے ممانعت فرمائی ہے اور صاف صاف

ارشاد فرمایا کہ:

- ''عورتوں کو مزارات اولیاء و مقابر عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔''

جن حضرات کو زیادہ تفصیل درکار ہو وہ امام احمد رضا کی حسب ذیل تصانیف کی طرف رجوع فرمائیں:

(۱) جمل النور فی نهی النساء عن زيارت القبور (۱۳۳۹ھ)
(۲) احکام شریعت (بعض فتاویٰ) (۱۳۲۰ھ)
(۳) الملفوظ (بعض فتاویٰ) (۱۳۳۸ھ)
(۴) مروج النجا لخروج النساء (۱۳۱۶ھ)

(۴۸) طریقت کو شریعت سے الگ کہنے کا فتنہ

ہر مسلمان کے لیے شریعت کے احکام کی پابندی لازمی ہے، پھر چاہے وہ عام آدمی ہو، جاہل ہو، تاجر ہو، ملازم ہو، افسر ہو، طالب علم ہو، عالم ہو، فقیر ہو یا صوفی ہو سب کے لیے شریعت مطہرہ کے احکام نافذ ہیں۔ لیکن کچھ نفس پرور اور جھوٹے صوفیوں نے یہ مہم چلائی کہ ہم طریقت والے ہیں اور ہم طریقت والوں کے لیے شریعت کی پابندی لازمی نہیں۔ شیطان کے بہکاوے میں آ کر ان جہلاء نے خلاف شریعت افعال کا بلا کسی جھجک کے ارتکاب شروع کیا اور شریعت کے اٹل قوانین بھی بالائے طاق رکھ دیئے۔ حتیٰ کہ صوم و صلاۃ کی پابندی بھی ترک کر دی اور جب ان کے افعال غیر مشروع پر گرفت کی گئی تو اپنے دفاع کے لیے طریقت کا نام نہاد جامہ پہن لیا اور شریعت کے قوانین کی پابندی سے خود کو بری الذمہ اور مرفوع القلم ثابت کرنے کی کوشش کی اور غلط روایات و حکایات کا اپنے ذہن سے اختراع کیا اور ماضی کے صوفیائے کرام کو بھی بدنام کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی، اپنے خلاف شریعت ارتکاب کو

ماضی کے جلیل القدر رفیع المرتبت و پابند شریعت صوفیائے کرام کا اتباع بتایا اور ملت اسلامیہ کو گمراہ کرنے کی کوشش کا ایک نیا طریقہ بنام طریقت، حقیقت و معرفت شروع کیا صوفیائے کرام کے نام کا غلط استعمال کیا اور ہوائے نفس کا قیدی بن کر شریعت سے اپنے آپ کو آزاد کر لیا۔ شریعت کے قوانین کی وقعت اور اہمیت اپنے دلوں سے یہاں تک نکال دی کہ شریعت کی پابندی کرنے والوں کو بنظر حقارت دیکھنے لگے اور غرور و تکبر کے نشے میں اپنے آپ کو واصل الی الحق گمان کرنے لگے متبعین شریعت سے اپنے آپ کو بلند رتبہ اور مقبول بارگاہ خداوندی تصور کرنے لگے۔ خود تو بہکے لیکن اپنے ساتھ اپنے متوسلین اور معتقدین کو بھی بہکایا اور ایک عظیم ہیجان برپا کر دیا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے جب سوال پوچھا گیا، تو آپ نے شریعت و طریقت کی حقیقت و معرفت ایک مجددانہ شان سے بیان فرمائی اور طریقت کے اتباع کے پردہ میں شریعت کے اتباع سے منحرف ہونے والے جھوٹے مدعیان کے ہفوات کا ایسا زبردست تعاقب فرمایا کہ ان کے خود ساختہ اصول ہباءً منثورا کی طرح اڑ گئے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی نے اس عنوان پر مستقل کتاب تصنیف فرمائی اور اس کتاب میں آپ نے اجلہ صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، کبار اولیاء عظام و صوفیائے کرام کے اقوال و افعال نقل فرمائے۔ ان حضرات کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس (۲) حضرت امام حسن بصری
(۳) امیر المومنین حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ (۴) حضرت امام شافعی
(۵) حضور سیدنا غوث اعظم (۶) حضرت جنید بغدادی
(۷) حضرت سری سقطی (۸) حضرت ابو القاسم قشیری
(۹) حجۃ الاسلام محمد غزالی (۱۰) حضرت ابو یزید بسطامی

(۱۱) حضرت ابو سعید خراز (۱۲) حضرت حارث محاسبی
(۱۳) حضرت ابو عثمان حیری (۱۴) حضرت سعید ابن اسماعیل حیری
(۱۵) حضرت ابو الحسین احمد بن الحواری (۱۶) حضرت ابو حفص عمر حداد
(۱۷) حضرت ابو الحسین احمد نوری جو حضرت سری سقطی کے اصحاب میں سے ہیں
(۱۸) حضرت ابو العباس احمد بن محمد الآدمی (۱۹) حضرت ممشاد دینوری
(۲۰) حضرت ابو سلیمان دارانی (۲۱) حضرت ابو علی رودباری
(۲۲) حضرت ابو عبداللہ محمد بن حنیف ضبی (۲۳) حضرت ابو بکر محمد بن ابراہیم بخاری کلاباذی
(۲۴) حضرت شہاب الحق والدین سہروردی (۲۵) حضرت جعفر بن محمد خواص
(۲۶) حضرت داؤد کبیر (۲۷) حضرت محی الدین ابن عربی
(۲۸) حضرت ابراہیم دسوقی (۲۹) حضرت عبدالوہاب شعرانی
(۳۰) حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی (۳۱) حضرت عبداللہ ہردی انصاری
(۳۲) حضرت نور الدین جامی (۳۳) حضرت نظام الدین اولیاء
(۳۴) حضرت میر عبدالواحد بلگرامی (۳۵) حضرت شاہ کلیم اللہ چشتی جہان آبادی
(۳۶) حضرت جمال الدین احمد جوزقانی (۳۷) حضرت عبدالغنی نابلسی وغیرہ رضی اللہ عنہم اجمعین الی یوم الدین وفی الآخرہ۔

شریعت اور طریقت کے تعلق سے امام احمد رضا محدث بریلوی نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

- ''طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے شریعت کے اتباع کا صدقہ ہے، ورنہ بے اتباع شرع بڑے بڑے کشف راہبوں جوگیوں سنیاسیوں کو ہوتے ہیں۔ پھر وہ کہاں تک لے جاتے ہیں، اسی نار جحیم وعذاب الیم تک پہنچاتے ہیں۔''
- ''بالجملہ شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس، ایک ایک پل، ایک ایک

لمحہ پر مرتے دم تک ہے اور طریقت میں قدم رکھنے والوں کو اور زیادہ کہ راہ جس قدر باریک اسی قدر ہادی کی زیادہ حاجت۔''

- ''شریعت تمام احکام جسم و جان و روح وقلب و جملہ علوم الٰہیہ و معارف نا متناہیہ کو جامع ہے۔ جن میں سے ایک ایک ٹکڑے کا نام طریقت و معرفت ہے والہٰذا باجماع قطعی جملہ اولیاے کرام تمام حقائق کو شریعت مطہرہ پر عرض کرنا فرض ہے، اگر شریعت کے مطابق ہوں حق ومقبول ہیں، ورنہ مردود ومخذول تو یقیناً قطعاً شریعت ہی اصل کار ہے۔ شریعت ہی مناط و مدار ہے۔ شریعت ہی محک ومعیار ہے۔''
- ''شریعت منبع ہے اور طریقت اس سے نکلا ہوا ایک دریا ہے۔''
- ''طریقت یہی شریعت ہے، اسی راہ روشن کا ٹکڑا ہے۔''
- ''شریعت درخت ہے اور معرفت اس کا پھل ہے۔''

امام احمد رضا محدث بریلوی نے اپنے مذکورہ نظریات کو ثابت کرنے کے لیے جو دلائل پیش کیے ہیں وہ قرآن وحدیث کے علاوہ کبار اولیائے اسلام کی کتب معتبرہ سے اخذ کیے ہیں، مثلاً:

- (۱) طبقات کبریٰ (۲) بہجۃ الاسرار (۳) احیاء العلوم (۴) الیواقت والجواہر فی عقائد الاکابر (۵) رسالہ قشیریہ (۶) حدیقہ ندیہ (۷) عوارف المعارف (۸) فتوحات مکیہ (۹) میزان الشریعہ الکبریٰ (۱۰) کتاب الابریز (۱۱) نفحات الانس (۱۲) لطائف اشرفیہ (۱۳) سیر الاولیاء (۱۴) سبع سنابل۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ''مقال العرفاء'' نامی تاریخی کتاب تصنیف فرما کر مذکورہ مسئلہ کو روز روشن کی طرح عیاں کر کے بیان فرما دیا اور تمام اشکال و شبہات کو دفع فرما دیا۔ علاوہ ازیں تصوف کے تعلق سے پھیلائی ہوئی بہت سی غلط فہمیاں،

صوفیائے کرام کے اشعار کے غلط مفہوم اخذ کرنا وغیرہ امور میں آپ نے تمام شبہات کا ازالہ فرما کر لوگوں کو صراط مستقیم کی نشان دہی کی ہے۔ جس کا صحیح اندازہ حسب ذیل کتابوں کے مطالعہ سے ہو جائے گا۔

(۱) مقال العرفاء باعزاز شرع و علماء (۱۳۲۷ھ)

(۲) کشف حقائق و اسرار و دقائق (۱۳۰۸ھ)

(۳) التلطف بجواب مسائل التصوف (۱۳۱۲ھ)

(۴۹) سادات کرام کو زکوٰۃ دینے کا تنازعہ

سادات کرام یعنی کہ بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا منع ہے عامۃ المسلمین اور حضرات سادات کرام میں تفاوت ظاہر کرنے اور حضرات سادات کرام کی شان عالی ثابت کرنے کے لیے یہ امتیاز رکھا گیا ہے کہ سید چاہے کتنا ہی غریب وضرورت مند ہو اس کے لیے زکوٰۃ لینا شرعاً جائز نہیں۔ سادات کرام کے لیے شرعاً زکوٰۃ کھانے کی ممانعت کی گئی ہے اس کا ایک فلسفہ یہ بھی ہے کہ زکوٰۃ مال کا میل ہے اور یہ میل سادات کرام کی پاک نسل کے لیے زیبا نہیں۔ لہٰذا یہ مسئلہ ہر عام آدمی کو بھی معلوم ہے کہ سید کو زکوٰۃ دینا منع ہے۔

سادات کرام کی خدمت میں قوم مسلم نہ کبھی زکوٰۃ کی کوئی رقم دیتی تھی نہ دیتی ہے۔ بلکہ زکوٰۃ کے علاوہ صدقۂ نافلہ، خیرات وغیرہ کی رقم ہی سادات کرام کی خدمت میں اپنی حسب استطاعت پیش کرتے ہیں۔ لیکن امام احمد رضا محدث بریلوی کے دور میں ایک فتنہ یہ چلا کہ آج کے دور میں جب لوگ زکوٰۃ بھی پوری نہیں نکالتے اور بخل کرتے ہیں ایسے لوگ زکوٰۃ کے علاوہ بھی کچھ رقم راہ خدا میں خرچ کریں گے ایسی امید کرنا بے کار ہے۔ سید کے لیے زکوٰۃ لینا جائز نہیں اور زکوٰۃ کے علاوہ کی رقم کی امید کم ہے۔ ایسی صورت میں سادات کرام کو مالی نقصان

ہے اور دن بدن ان حضرات کی مالی حالت خستہ درخستہ ہوتی جارہی ہے لہٰذا کوئی ایسی صورت نکالنی چاہیے کہ سادات کرام کے لیے زکوٰۃ کی حلت ہو۔ چنانچہ انہوں نے امام ابو یوسف کے ایک قول کی غلط تاویل کر کے اس سے نامناسب استدلال کیا اور سادات کرام کے لیے زکوٰۃ کھانے کی حلت ثابت کردی۔

امام احمد رضا محدث بریلوی نے اس مسئلہ میں مخالفین کا تعاقب فرمایا اور قرآن، حدیث، اقوال و افعال صحابہ کرام و اولیاے عظام و بزرگان دین سے ثابت کردیا کہ ان حضرات قدسیہ کے لیے زکوٰۃ ہرگز مناسب نہیں۔ اس عنوان پر آپ نے علم کے دریا بہاتے ہوئے ایک مستقل کتاب تصنیف فرمائی ہے جس کا نام حسب ذیل ہے:

(۱) الزهر الباسم فی حرمة الزکوٰة علیٰ بنی هاشم (۱۳۰۷ھ)

(۵۰) فتنۂ حلت اشیاے نشہ آور

گانجہ، افیون، چرس، بھنگ، اشیاءِ نشہ آور کا استعمال زیادہ تر تو نام نہاد فقیر لوگ کرتے ہیں، اکثر دیکھا گیا ہے کہ بزرگان دین کے مقدس آستانوں پر یہ فقیر ڈیرا لگا کر پڑے رہتے ہیں اور ان کے گروہ متواتر طور پر یہ افعال قبیحہ کرتے رہتے ہیں۔ فقیروں کے بھی اپنے الگ اصول و ضوابط ہوتے ہیں پیری، مریدی کی رسم بھی کرتے ہیں لیکن اس کو مرشد اور بالکا یا چیلہ کی رسم کہتے ہیں۔ مرشد نے گانجہ کی چلم جلائی ایک دو کش کھینچ لیے اور چلم آگے بڑھادی، مرشد کے چیلے تبرکاً ایک ایک کش لگاتے ہیں۔ چلم ایک کے پاس سے دوسرے کے پاس گھومتی رہتی ہے، جیسے ختم ہوئی پھر سے بھر لی اور یہ سلسلہ چلا۔ رات رات بھر یہ دور چلتا ہے ایسے ہی لوگوں نے بزرگان دین کے آستانوں کو بدنام کیا ہے اور وہابیوں کو اعتراض کی انگلی اٹھانے کا موقع دیا ہے۔

ان فقیروں کا ایک وہم یہ ہے کہ ہم جو گانجہ، چرس اور افیون کی چلم پیتے ہیں یہ

ہمارے لئے جائز ہے کیوں کہ یہ فقیری نشہ ہے۔ یہ فقیر کچھ لوگوں کو اپنے چیلے بھی بنالیتے ہیں اور ان کو بھی اس بری لت کا عادی بنادیتے ہیں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی سے اس تعلق سے پوچھا گیا تو آپ نے جو شرعی حکم تھا وہ صاف صاف مرقوم فرمادیا اور یہاں تک تحریر فرمایا ہے کہ:

❑ ''خالص پانی بھی دور شراب کی طرح پینا حرام ہے۔''

آپ نے اس عنوان پر اپنے فتاویٰ میں بہت کچھ لکھنے کے علاوہ دو مستقل کتابیں تصنیف فرمائی ہیں اور کسی کی بھی رعایت کیے بغیر گانجہ، افیون وغیرہ کا شرعی حکم اور اس کے پینے والے اور عادی کے لیے کیا کیا وعیدیں اور احکام نافذ ہوتے ہیں وہ تمام احکام تفصیل کے ساتھ مرقوم فرمادیے ہیں۔ کتاب کا مطالعہ معلومات میں اضافہ کے لیے لازمی اور ضروری ہے۔

(۱) الفقه التسجیلی فی عجین النارجیلی (۱۳۱۸ھ)

(۲) منزع المرام فی التداوی بالحرام (۱۳۰۳ھ)

(۵۱) غائبانہ نماز جنازہ کا اختلاف

مذہب مہذب حنفی میں غائب کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ائمہ حنفیہ کا اس کے عدم جواز پر اجماع ہے جنازہ کا نمازی کے سامنے ہونا شرط نماز جنازہ ہے۔ لیکن کچھ لوگوں نے یہ نیا طریقہ شروع کیا کہ کسی کا انتقال کسی گاؤں یا شہر میں ہوا ہے اور دوسرے گاؤں یا شہر میں یا دیگر چند مقامات پر بھی اس کی نماز جنازہ پڑھائی جانے لگی۔ جب امام احمد رضا سے استفتاء کیا گیا تو آپ نے غائب کی نماز جنازہ کے عدم جواز میں مستقل کتاب تصنیف فرمادی۔ علاوہ ازیں اپنے فتاویٰ میں بھی اس کا کثیر تعداد میں رد فرمایا ہے اور یہاں تک لکھا کہ:

❑ ''فتح القدیر، حلیہ، غنیۃ، شبلیہ، بحرالرائق میں ہے کہ صحت نماز جنازہ کی شرط یہ ہے کہ

میت مسلمان ہو، طاہر ہو، جنازہ نمازی کے آگے زمین پر رکھا ہو۔اسی شرط کے سبب کسی غائب کی نماز جنازہ جائز نہیں۔''

اس عنوان پر آپ کی کتاب کا نام ذیل میں مرقوم ہے:

(۱) الهادی الحاجب عن جنازة الغائب (۱۳۲۷ھ)

(۵۲) فتنۂ نکاح مع المرتدین

ایک فتنہ یہ کھڑا کیا گیا کہ جو کلمہ پڑھتا ہے وہ مسلمان ہے پھر چاہے اس کے جو کچھ بھی عقائد ہوں ہم کو یہ نہیں دیکھنا کہ کیا عقیدہ رکھتا ہے ہم کو تو صرف اتنا ہی دیکھنا ہے کہ وہ کلمہ پڑھتا ہے۔اس خیال کو پھیلانے میں دیوبندی مکتب فکر کے افراد نے اہم کردار ادا کیا۔ کیوں کہ وہ لوگوں کو یہ ذہنیت دینا چاہتے تھے کہ چاہے آدمی خدائے تعالیٰ کے لیے امکان کذب مانے، نبی کی شان میں گستاخی کرے، فقہ کا انکار کرے، صحابہ کرام کی تکفیر کرے، اولیاے عظام کی تذلیل کرے، لیکن اگر وہ کلمہ پڑھتا ہے تو وہ مسلمان ہے۔اس کی کلمہ گوئی کو ہی مدنظر رکھ کر اس کے ساتھ ہر اسلامی معاملہ روا رکھا جائے اور اس کے ساتھ نکاح بھی کیا جائے۔امام احمد رضا محدث بریلوی نے اس کی تردید فرمائی اور یہ بتایا کہ صرف کلمہ پڑھنے سے اس کے عقائد باطلہ کا جرم معاف نہیں ہوگا بلکہ ایسا شخص مرتد کے حکم میں ہے اور مرتد سے شادی کرنا محض زنائے خالص ہے۔اس عنوان پر آپ نے دلائل قاہرہ پر مشتمل ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے جس کا نام حسب ذیل ہے۔

(۱) ازالة العار بحجر الكرائم عن كلاب النار (۱۳۱۶ھ)

(۵۳) نقش نعل مبارک کا اختلاف

نعل پاک، مہر نبوت اور مزار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نقشہ بنانا، اسے بطور

تبرک اپنے پاس رکھنا، حصول برکت ونعمت کا باعث جاننا وغیرہ افعال محبت سلف صالحین میں مستحسن ومندوب تھے۔بیشمار اولیاء، صوفیاء، صالحین، ائمہ دین وغیرہ نے اسے محمود سمجھ کر کیا اور اپنے معتقدین ومتوسلین کو کرنے کی تلقین وترغیب دی لیکن علمائے دیوبند نے ان افعال کو ''اس کی اصل نہیں'' کہہ کر بدعت میں شمار کیا اور ترک کردینے کی مہم چلائی۔

امام احمد رضا محدث بریلوی نے مخالفین کے ہفوات کا تعاقب فرمایا اور نعل پاک، مزار اقدس کے نقشے وطغرے بنانے کے مستحب ہونے کے ثبوت میں دلائل سے لبریز ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے اس کا نام حسب ذیل ہے۔

(۱) شفاء الواله فی صور الحبیب ومزاره و نعاله (۱۳۱۵ھ)

(۵۴) تصور شیخ وصلاۃ غوثیہ سے اختلاف

شغل برزخ یعنی کہ تصور شیخ، صلاۃ غوثیہ وغیرہ امور سلف صالحین وصوفیاء باصفا میں صدیوں سے رائج ہیں۔اپنے شیخ سے حصول فیض وبرکت کے لیے یہ عمل مجرب جانا گیا، ونیز صلاۃ غوثیہ تو کبار اولیاے کرام اور خود حضور سیدنا غوث اعظم دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال سے ثابت ہے۔لیکن جیسا کے پچھلے صفحات میں ذکر ہوا کہ ہر وہ کام کہ جس کے ناجائز وممنوع ہونے کی شریعت میں کوئی دلیل موجود نہ ہو اور وہ کام اولیاے کرام کی عظمت ومحبت کے جذبہ کے تحت کیا جاتا ہو، ایسے ہر کام سے ملت اسلامیہ کو روکنے کے لیے دیوبندی مکتب فکر کے علماء ہر وقت کوشاں رہتے ہیں۔

■ مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک فتویٰ پیش خدمت ہے:

''سوال: صلاۃ غوثیہ اکثر مشائخ میں مروج ہے اس کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بندہ اس کو پسند نہیں کرتا اور نہ جائز جانے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔''

حوالہ:
''فتاویٰ رشیدیہ'' از: مولوی رشید احمد گنگوہی، ناشر: مکتبہ تھانوی، دیوبند، صفحہ ۱۶۳

■ تصور شیخ کے تعلق سے مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک فتویٰ ملاحظہ ہو:

''سوال: تصور شیخ کو جو صوفیہ چشت کا معمول ہے اور اقوال حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور حضرت مجدد صاحب اس کے مؤید ہیں، اور مولوی اسماعیل صاحب دہلوی اس کو حرام اور کفر وشرک بتاتے ہیں۔ آپ کے نزدیک نفس تصور شیخ جائز ہے یا حرام اور کفر وشرک۔

''جواب: نفس تصور جائز ہے اگر کوئی امر ممنوع اس کے ساتھ نہ ہو، جیسا تمام اشیاء کا آدمی خیال وتصور کرتا ہے جب اس کے ساتھ تعظیم اس شکل کا کرنا اور متصرف باطن مرید میں جاننا مفہوم ہو تو موجب شرک کا ہوگیا۔''

حوالہ:
''فتاویٰ رشیدیہ'' از: مولوی رشید احمد گنگوہی، ناشر: مکتبہ تھانوی، دیوبند، صفحہ: ۲۱۷

قارئین مذکورہ فتوے کو بغور ملاحظہ فرمائیں گنگوہی صاحب تصور شیخ کو ناجائز مانتے ہیں لیکن اگر اس کے ساتھ تعظیم ہے تو وہ فعل شرک ہوگیا۔ یعنی کہ خود اعتراف کرلیا کہ نفس فعل سے کوئی اعتراض نہیں البتہ بزرگوں کی تعظیم سے اعتراض ہے۔ علاوہ ازیں اس فتوے سے اس بات کی بھی تائید ہوگئی کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے تصور شیخ کو حرام، کفر اور شرک بتایا ہے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے علمائے دیوبند کے مذکورہ نظریات پر شدید گرفت کی اور ان کا رد بلیغ کرنے کے ساتھ مذکورہ افعال کو جائز، مندوب اور مستحب ثابت فرمایا اور مشائخ عظام کی معتبر کتب سے ایسے دلائل پیش فرمائے ہیں کہ پوری

دنیائے دیوبندیت کے علماء سے بھی وہ دلائل ٹالے نہیں ٹلتے۔ اس عنوان پر آپ کی حسب ذیل تصانیف میری ناقص معلومات میں ہیں:

(۱) کشکول فقیر قادری (۱۳۰۵ھ)
(۲) الزمزمة العمرية فی الذب عن الخمرية (۱۳۰۶ھ)
(۳) الياقوتة الواسطة فی قلب عقد الرابطة (۱۳۰۹ھ)
(۴) انهار الانوار من يم صلاة الاسرار (۱۳۰۵ھ)
(۵) ازهار الانوار من صبا صلاة الاسرار (۱۳۰۵ھ)
(۶) فتویٰ كرامات غوثيه (۱۳۱۰ھ)

(۵۵) فتنۂ وہابیت، امام الوہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی اور مسئلہ تکفیر

ہندوستان کے مسلمانوں کا اتحاد نیست و نابود کر کے مسلمانوں کا شیرازہ درہم برہم کرڈالنے کے لیے انگریزوں نے مسلمانوں کو مذہب کے نام پر لڑانے کے لیے ''وہابی مذہب'' کو ہندوستان میں پھیلانے کے لیے مولوی اسماعیل دہلوی کو خریدا اور وہابی مذہب پھیلانے کی تمام ذمہ داری اسماعیل دہلوی کو دی۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے سکھوں سے جہاد کرنے کے بہانے وہابی مذہب کو بزور شمشیر پھیلانے کے لیے ۱۲۴۰ھ سے ۱۲۴۶ھ تک ملک پنجاب میں قہر برپا کردیا اور ہزاروں کی تعداد میں بے قصور سنی مسلمانوں کو شہید کیا۔ بالآخر مولوی اسماعیل دہلوی کی زیادتی اور ظلم وستم سے تنگ آکر ملک پنجاب کے درانی پٹھانوں نے ۲۴؍ ذی الحجہ ۱۲۴۶ھ کے دن اسے بمقام بالاکوٹ مار ڈالا۔

مولوی اسماعیل دہلوی نے ہندوستان میں وہابیت پھیلانے کے لیے ’’تقویۃ الایمان‘‘ نامی کتاب لکھی۔اس کتاب میں انبیائے کرام اور اولیائے عظام کی شان میں جی بھر کر گستاخیاں کیں۔ مولوی اسماعیل دہلوی کی موت کے بعد (۱)مولوی قاسم نانوتوی (۲)مولوی اشرف علی تھانوی (۳)مولوی رشید احمد گنگوہی (۴)مولوی یعقوب نانوتوی (۵)مولوی خلیل احمد انبیٹھوی (۶)مولوی الیاس کاندھلوی وغیرہ نے وہابیت پھیلانے کے مشن کو آگے بڑھایا۔

۱۴۰۰ھ کا ابتدائی دور وہابیت کے عروج کا ابتدائی دور تھا۔لیکن یہ وہ دور تھا کہ مکتب دیوبند کے علماء کھل کر توہین انبیاء واولیاء کرنے سے ڈرتے تھے۔ بہت ہی احتیاط کے ساتھ قدم اٹھا رہے تھے لوگوں کو آہستہ آہستہ وہابیت کا قاتل زہر اپنی میٹھی زبان کی چاشنی میں گھل گھول کر پلا رہے تھے۔ اپنی بے دینی اور بزرگان دین کی دشمنی عیاں نہ ہوجائے اس کا بہت ہی اہتمام کے ساتھ خیال رکھتے تھے۔ان کی اس ڈبل پالیسی کی کوئی بات کبھی پکڑ لی جاتی تھی تو اس کی تاویل کر کے بات کو ٹال دیتے تھے۔ ہوتے کچھ تھے اور اپنے کو ظاہر کچھ کرتے تھے۔

ابن عبدالوہاب نجدی کی ’’کتاب التوحید‘‘ اور مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب ’’تقویۃ الایمان‘‘ میں وہابیت کے جو اصول مرقوم تھے وہ اتنے خطرناک تھے کہ سادہ لوح آدمی بھی اس کو پڑھ کر مشتعل ہوجائے۔ علمائے دیوبند سے جب ان دونوں کتابوں اور ان کے مصنفین کے تعلق سے پوچھا جاتا تو وہ ماحول کی سنگینی اور سیاق وسباق کے پیش نظر جواب دیتے۔ کبھی لاعلمی کا اظہار کرتے، کبھی تضاد بیانی سے کام لیتے، کبھی تاویل کرتے۔

■ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متعلق مولوی رشید احمد گنگوہی کے دو متضاد قول پیش خدمت ہیں:

’’سوال: ’’وہابی کون لوگ ہیں اور عبدالوہاب نجدی کا کیا عقیدہ تھا اور کونسا

مذہب تھا اور وہ کیسا شخص تھا اور اہل نجد کے عقائد میں اور سنی حنفیوں کے عقائد میں کیا فرق ہے۔

جواب: محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں اور ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا۔ البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی مگر وہ اور ان کے متقدی اچھے ہیں، مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آگیا ہے اور عقائد سب کے متحد ہیں۔ اعمال میں فرق حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کا ہے۔‘‘

حوالہ:

’’فتاویٰ رشیدیہ‘‘از: مولوی رشید احمد گنگوہی، ناشر: مکتبہ تھانوی، دیوبند، صفحہ ۲۸۰

■ مذکورہ بالا فتویٰ کے بالکل برعکس مولوی رشید احمد گنگوہی کا نظریہ دیکھیں:

’’محمد بن عبدالوہاب کے عقائد کا مجھ کو مفصل حال معلوم نہیں۔‘‘

حوالہ:

’’فتاویٰ رشیدیہ‘‘از: مولوی رشید احمد گنگوہی، ناشر: مکتبہ تھانوی، دیوبند، صفحہ ۸۵

ناظرین غور فرمائیں کہ پہلے فتویٰ میں گنگوہی صاحب نے محمد ابن عبدالوہاب نجدی کے متعلق لکھا کہ ان کے عقائد عمدہ تھے جب کہ دوسرے فتویٰ میں ایسا بتایا کہ اس کے عقائد کا حال مجھ کو معلوم نہیں۔ ایک ہی کتاب میں ایک ہی شخص دو متضاد قول بیان کر کے اپنی عادت تضاد بیانی کا بین ثبوت دے رہا ہے۔ دو اقوال الگ الگ ماحول میں دیئے ہوں گے اور حالات کے پیش نظر اپنی جان چھڑانے کی کوشش کی گئی ہوگی۔

اسی طرح عقائد کے بارے میں بھی جب پھنستے تو ایسی ایسی تاویل کرتے کہ اصل بات کو کنارے کر کے موضوع سخن کا پہلو ہی بدل دیتے۔ اسی طرح جب ان سے مطلقاً پوچھا جاتا کہ ایک شخص نبی اور ولی کے تعلق سے ایسا عقیدہ رکھتا ہے اس کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟ تو

فوراً کہتے کہ اس میں نبی اور ولی کی توہین ہے کفر ہے لیکن جب یہ کہا جاتا کہ یہ عقیدہ آپ کے فلاں پیشوا نے اپنی فلاں کتاب میں لکھا ہے، تو فوراً انداز سخن بدل جاتا اور اس عبارت کی تاویل کر کے اس کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی۔ مثلاً:

■ تقویۃ الایمان کی عبارت ''ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا، وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے'' کے تعلق سے مولوی رشید احمد گنگوہی سے سوال ہوا تو انہوں نے عقل و فہم سے کوسوں دور تاویل کر کے مولوی اسماعیل دہلوی کا دفاع کیا۔ جس کی تفصیل ''فتاویٰ رشیدیہ'' ناشر: مکتبہ تھانوی دیوبند کے صفحہ: ۸۴ پر درج ہے۔

■ تقویۃ الایمان کی عبارت میں معاذ اللہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے لکھا ہے کہ ''میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں'' اس جملہ کے تعلق سے جب مولوی رشید احمد گنگوہی سے پوچھا گیا تو اس کی بھی گنگوہی صاحب نے بے جوڑ اور بے تکی تاویل کی۔ جس کی تفصیل ''فتاویٰ رشیدیہ'' ناشر: مکتبہ تھانوی دیوبند کے صفحہ: ۱۱۲ پر درج ہے۔

■ اسی طرح مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے اپنی کتاب ''المہند'' اور دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین مولوی حسین احمد مدنی نے اپنی کتاب ''الشہاب الثاقب'' میں کذب بیانی سے کام لیتے ہوئے حقیقت کو چھپانے کی کوشش کی۔ علاوہ ازیں:

■ مولوی اشرف علی تھانوی کی کتاب ''حفظ الایمان'' کی وہ عبارت کہ جس میں ''ایسا علم غیب تو'' کہہ کر سرکار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کو بچوں، پاگلوں اور جانوروں سے تشبیہ دی ہے۔ اس کی تاویل میں مولوی حسین احمد مدنی نے ''ایسا'' لفظ پر لمبی چوڑی بحث کر کے تھانوی صاحب کا دفاع کرنے کی کوشش کی ہے۔

مختصر یہ کہ علمائے دیوبند نے اپنی بدعقیدگی کو عوام کی نظروں سے اوجھل رکھنے کے لیے تمام ہتھکنڈے آزمائے اور عوام کو اندھیرے میں رکھنے کی کوشش کی۔ امام احمد رضا محدث

بریلوی علمائے دیوبند کی چال بازی سے اچھی طرح واقف تھے۔ آپ نے جب ان کی کتابوں کی عبارتوں پر شرعی گرفت فرمائی تو وہ گرفت اتنی مضبوط تھی کہ آج تک علمائے دیوبند چھٹکارا نہیں پا سکے۔

■ مولوی اسماعیل دہلوی کی رسوائے زمانہ کتاب ''تقویۃ الایمان'' کے رد میں آپ نے ''الکوکبۃ الشہابیۃ'' اور ''سل السیوف الہندیۃ'' کل دو کتابیں تصنیف فرمائیں اور مولوی اسماعیل دہلوی کے کل ستر کفریات ثابت کیے۔

■ مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب ''تقویۃ الایمان'' کی مٹی میں ملنے والی عبارت کے دفاع میں مولوی رشید احمد گنگوہی نے جو تاویل کی تھی اس کا تعاقب فرما کر آپ نے اس کے رد میں ''کشف ضلال دیوبند'' تصنیف فرمائی۔

فتویٰ دینے میں امام احمد رضا کی شان احتیاط اور کف لسان

مولوی اسماعیل دہلوی کی موت کے ۲۶ رسال کے بعد یعنی کہ ۱۲۷۲ھ میں امام احمد رضا محدث بریلوی کی ولادت ہوئی۔ علمائے دیوبند کی جانب سے توہین و تنقیص رسالت کا سلسلہ جاری تھا۔ ۱۲۹۰ھ میں مولوی قاسم نانوتوی نے ''تحذیر الناس'' کتاب لکھ کر تحریک توہین رسول کو فروغ دیا۔ پھر گنگوہی صاحب نے امکان کذب کا فتویٰ دیا۔ ''براہین قاطعہ'' کتاب میں مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے اور کتاب ''حفظ الایمان'' میں مولوی اشرف علی تھانوی نے بارگاہ رسالت میں سخت گستاخی کی۔ لیکن امام احمد رضا نے احتیاط سے کام لیا۔ حالاں کہ علمائے دیوبند کا طرز افتاء تو آپ گزشتہ صفحات میں ملاحظہ فرما چکے کہ قلم کی ایک ٹھوکر سے لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں کی تعداد میں کلمہ گو مسلمانوں کو کافر اور مشرک کے فتوے دے

دیئے۔ لیکن امام احمد رضا محدث بریلوی نے کمال احتیاط سے کام لیا اور ۱۲۹۰ھ سے ۱۳۲۰ھ تک یعنی تیس سال تک آپ نے ان کی گمراہ کرنے والی کتابوں کی تردید کی اور ان کتابوں کے مصنفین کو ان کی کتابوں کے اغلاط کی نشان دہی کی۔ ان کو تیس سال تک اتمام حجت کرتے ہوئے سمجھایا کہ خدا کے واسطے بارگاہ رسالت کی توہین وتنقیص سے باز آؤ اور اپنی کفری عبارتوں سے رجوع کرکے توبہ کرلو۔ یہاں تک کہ ان کو رجسٹرڈ خطوط کے ذریعہ ان کی کتابوں کی تردید میں اپنی تصنیف فرمودہ کتابیں بھیجیں۔ پورے تیس سال تک اتمام حجت فرمائی لیکن علمائے دیوبند اپنی ضد پر اڑے رہے ٹس سے مس تک نہیں ہوئے۔ بلکہ اپنی کفری عبارتوں والی کتابوں کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی، جب امام احمد رضا محدث بریلوی اتمام حجت کا فریضہ ادا کرچکے، رجوع کے لیے مسلسل تقاضے کرتے رہے۔ لیکن وہاں سے کوئی جواب یا قبول حق کی کوئی حرکت نہ ہوئی، تب مجبور ہوکر ۱۳۲۰ھ میں ان گستاخان بارگاہ رسالت پر حکم شرعی نافذ کرتے ہوئے ''المعتمد المستند'' تصنیف فرمائی۔

کفر کا فتویٰ صادر کرنے میں امام احمد رضا کتنے محتاط تھے اس کا اندازہ حسب ذیل اقتباسات سے لگایا جاسکتا ہے۔

■ مولوی رشید احمد گنگوہی نے امکان کذب باری تعالیٰ کا جو فتویٰ دیا تھا اس کے رد میں امام احمد رضا محدث بریلوی نے ۱۳۰۸ھ میں ''سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح'' شائع فرمائی اور فقہائے کرام کے اقوال کی روشنی میں گنگوہی صاحب کے پچھتر (۷۵) کفریات ثابت کرنے کے بعد بھی یہی فرماتے ہیں کہ:

''میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا۔ ان مدعیوں یعنی مدعیان جدید کو تو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں، اگرچہ ان کی بدعت وضلالت میں شک نہیں۔''

حوالہ:

''تمہید ایمان بہ آیات قرآن'' مصنف: امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان، ناشر: قادری بک ڈپو، نومحلہ بریلی، صفحہ ۱۳۴

مذکورہ کتاب کے تعلق سے امام احمد رضا نے ''حسام الحرمین'' میں لکھا ہے کہ ''یہ کتاب میں نے ان کو رجسٹرڈ ڈاک سے بھیجی۔ جو ان کو مل گئی تھی اور ان کے یہاں سے کتاب کی وصولی کی رسید بھی آگئی ہے اس کو بھی گیارہ سال کا عرصہ گزر چکا ہے، مخالفین تین سال تک تو یہ جھوٹ اڑاتے رہے کہ جواب لکھا جائے گا، لکھا جاچکا ہے، چھپے گا، چھپنے کے لیے بھیج دیا ہے۔''

لیکن اتنے طویل عرصہ کی مہلت میں بھی گنگوہی صاحب کو جواب لکھنے کی توفیق نہ ہوئی بلکہ امکان کذب والے فتویٰ کو پوسٹر کی شکل میں شائع کیا۔ لیکن امام احمد رضا محدث بریلوی نے اس اشتہار پر اعتماد نہ کیا۔ بالآخر گنگوہی صاحب کا لکھا ہوا اصل فتویٰ گنگوہی صاحب کے دستخط اور مہر کے ساتھ آیا اور آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور تحقیق کرنے کے بعد ہی آپ نے اس پر حکم شرعی بیان کیا۔

(۲) امام احمد رضا محدث بریلوی فرماتے ہیں کہ:

''مسلمانو! یہ روشن ظاہر واضح قاہر عبارات تمہارے پیش نظر ہیں۔ جنہیں چھپے ہوئے دس دس اور بعض کو سترہ اور تصنیف کو ۱۹ر سال ہوئے۔ اور ان دشنامیوں کی تکفیر تو اب چھ سال یعنی ۱۳۲۰ھ سے ہوئی ہے جب سے المعتمد المستند چھپی۔ ان عبارات کو بغور نظر فرماؤ اور اللہ ورسول کے خوف کو سامنے رکھ کر انصاف کرو۔ یہ عبارتیں فقط ان مفتریوں کا افترا ہی رد نہیں کرتیں بلکہ صراحۃً صاف صاف شہادت دے رہی ہیں کہ ایسی عظیم احتیاط والے نے ہرگز ان

دشنامیوں کو کافر نہ کہا، جب تک یقینی قطعی واضح روشن جلی طور سے ان کا صریح کفر آفتاب سے زیادہ ظاہر نہ ہولیا۔ جس میں اصلاً اصلاً ہرگز ہرگز کوئی گنجائش تاویل نہ نکل سکی کہ آخر یہ بندہ خدا وہی تو ہے۔ جو ان کے اکابر پر ستر ستر وجہ سے لزوم کفر کا ثبوت دے کر یہی تو کہتا ہے کہ ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل لاالٰہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے۔ جب تک وجۂ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہوجائے اور حکم اسلام کے لیے اصلاً کوئی ضعیف محل بھی باقی نہ رہے۔''

حوالہ:

''تمہید ایمان بہ آیات قرآن'' مصنف: امام احمد رضا، ناشر: مکتبہ اشاعت اسلام، کراچی، صفحہ ۶۰

مذکورہ عبارت میں امام احمد رضا محدث بریلوی نے کتنی صاف وضاحت فرمادی ہے کہ ہم تکفیر میں احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔ کئی سال تک اتمام حجت فرمائی اور جب ان کی عبارتوں میں تاویل کی بھی کوئی گنجائش نہ رہی اور ان کا کفر آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہوگیا تب کہیں شرعی حکم نافذ کیا۔ لیکن افسوس! کہ اتنی عظیم احتیاط والے کو ایک منظم سازش کے تحت بدنام کیا جارہا ہے کہ وہ بات بات میں کفر کا فتویٰ دے دیتا تھا۔

قارئین فیصلہ کریں کہ بات بات میں کفر کا فتویٰ کون دیتا تھا امام احمد رضا یا علمائے دیوبند؟ حالاں کہ پچھلے صفحات میں آپ مطالعہ کرچکے ہیں کہ علمائے دیوبند نے کیسی کیسی باتوں پر کفر اور شرک کے فتوے دیئے ہیں۔

■ □ یارسول اللہ کہنے والا مشرک □ سہرا باندھنے والا □ اللہ و رسول نے چاہا تو یہ کام ہوجائے گا کہنے والا □ عبدالنبی، نبی بخش، غلام محی الدین وغیرہ نام رکھنے والا □ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والا □ درود تاج پڑھنے والا □ کسی کی صورت کا

تصور کرنے والا □ نذر و نیاز کرنے والا □ منت ماننے والا □ اولیاء کے آستانے کے کنوئیں کا پانی متبرک سمجھ کر پینے والا □ روشنی کرنے والا □ ولی کے آستانے پر پانی پلانے والا □ انبیاء، اولیاء کی شفاعت کی امید رکھنے والا وغیرہ وغیرہ۔

■ علمائے دیوبند نے ملت اسلامیہ کے بے شمار لوگوں پر کافر اور مشرک کا فتوی لگاتے وقت نہ کسی تاویل کی گنجائش پر غور کیا، نہ قائل و فاعل کی نیت کا اعتبار کیا، نہ لزوم کفر، التزام کفر کا فرق محسوس کیا۔ بس ایک ہی بار میں دھڑاک سے فتویٰ دے دیا۔

اب امام احمد رضا کی شان احتیاط دیکھیں

■ مولوی اسماعیل دہلوی کی ستر کفریات ثابت کرنے کے بعد امام احمد ضا محدث بریلوی فرماتے ہیں کہ:

''ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار (کافر کہنے) سے کف لسان (یعنی زبان روکنا) ماخوذ و مختار و مرضی و مناسب۔ واللہ تعالیٰ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔''

حوالہ:

''الکوکبۃ الشھابیہ فی کفریات ابی الوہابیہ''، مصنف: امام احمد رضا محدث بریلوی، ناشر: نوری کتب خانہ، لاہور، صفحہ ۶۰

■ مولوی اسماعیل دہلوی اور اس کے متبعین کے کفریات بوجوہ قاہرہ لزوم کفر کا ثبوت دے کر بھی امام احمد رضا بریلوی یہی فرماتے ہیں کہ:

''لزوم و التزام میں فرق ہے۔ اقوال کا کلمۂ کفر ہونا اور بات اور قائل کو کافر مان لینا اور بات۔ ہم احتیاط برتیں گے، سکوت کریں گے، جب تک ضعیف سا ضعیف احتمال ملے گا، حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے۔''

حوالہ:

''سل السیوف الہندیہ علی کفریات بابا النجدیہ'' مصنف: امام احمد رضا محدث بریلوی، ناشر: رضوی کتب خانہ، بریلی، صفحہ: ۲۵

■ امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا وہ جملہ کہ ''جب تک ضعیف سے ضعیف احتمال ملے گا، حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے'' قابل توجہ ہے اسی ضمن میں ایک ضعیف سے ضعیف احتمال کی وجہ سے امام احمد رضا نے مولوی اسماعیل دہلوی کی تکفیر نہیں کی اور وہ احتمال یہ ہے کہ:

''مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنے انتقال کے وقت بہت سے آدمیوں کے روبرو بعض مسائل تقویۃ الایمان سے توبہ کرلی تھی''

اسماعیل دہلوی کی توبہ کو اتنا مشہور کیا گیا تھا کہ توبہ کی شہرت کو ضعیف احتمال میں شمار کرکے امام احمد رضا نے کفر کا فتویٰ دینے سے کف لسان فرماتے ہوئے سکوت اختیار فرمایا۔

■ مولوی اسماعیل دہلوی کی توبہ کی شہرت کے تعلق سے ایک اقتباس پیش خدمت ہے:

''سوال: اور ایک بات یہ مشہور ہے کہ مولوی اسماعیل صاحب شہید نے اپنے انتقال کے وقت بہت سے آدمیوں کے روبرو بعض مسائل تقویۃ الایمان سے توبہ کی ہے آپ نے بھی کہیں یہ بات سنی ہے یا محض افتراء ہے۔

جواب: اور توبہ کرنا ان کا بعض مسائل سے محض افتراء اہل بدعت کا ہے۔''

حوالہ:

''فتاویٰ رشیدیہ'' از: مولوی رشید احمد گنگوہی، ناشر: مکتبہ تھانوی، دیوبند، صفحہ ۸۴

مذکورہ عبارت میں سائل نے سوال میں ''ایک بات یہ مشہور ہے'' جملہ لکھ کر باور کرادیا ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی کی توبہ مشہور ہوئی تھی۔ توبہ کی شہرت ہونے کی وجہ سے تو سائل تک بات آئی تھی صرف بات ہی نہیں آئی تھی بلکہ ''ایک مشہور بات'' کی حیثیت سے بات

آئی تھی اور اسی لیے تو اس نے اس بات کے سچ جھوٹ ہونے کی تحقیق کرنے کی غرض سے سوال پوچھا تھا لیکن واہ رے گنگوہی صاحب! مولوی اسماعیل کی توبہ بھی کھٹکی بلکہ اس میں بھی رسوائی کا خوف محسوس کیا کہ ہمارے اکابر کو رجوع کرنا پڑا؟ خیر اس بحث میں نہیں پڑنا البتہ توبہ کی شہرت ہوئی تھی اور اسی شہرت نے امام احمد رضا محدث بریلوی جیسے محتاط کو تکفیر کا حکم جاری کرنے سے روکا۔

قارئین کی عدالت میں استدعاء ہے کہ للہ آپ بنظر غور دیکھیں اور غیر جانبدار نظریہ سے فیصلہ کریں کہ امام احمد رضا کے یہاں جو احتیاط ہے اس کا کروڑواں حصہ بھی علمائے دیوبند کے یہاں ہے؟

■ علمائے دیوبند کے وہ اکابر کہ جن کی کتابوں میں کفری عبارات ہیں اور ان پر غور وفکر اور تمام لوازمات کا التزام کرنے کے بعد امام احمد رضا محدث بریلوی نے شرعی حکم نافذ کرنے کے بعد بھی یہاں تک فرمایا کہ:

''ہزار ہزار بار حاش للہ! میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا، جب کیا ان سے ملاپ تھا، اب رنجش ہوگئی، جب ان سے جائیداد کی کوئی شرکت نہ تھی، اب پیدا ہوگئی حاش للہ! مسلمانوں کا علاقہ محبت و عداوت صرف محبت و عداوت خدا و رسول ہے، جب تک ان دشنام دہوں سے دشنام صادر نہ ہوئی یا اللہ و رسول کی جناب میں ان کی دشنام نہ دیکھی سنی تھی، اس وقت تک کلمہ گوئی کا پاس لازم تھا، غایت احتیاط سے کام لیا، حتیٰ کہ فقہائے کرام کے حکم سے طرح طرح ان پر کفر لازم تھا، مگر احتیاطاً ان کا ساتھ نہ دیا اور متکلمین عظام کا مسلک اختیار کیا۔ جب صاف صریح انکار ضروریات دین و دشنام دہی رب العالمین آنکھ سے دیکھی، تو اب بے تکفیر چارہ نہ تھا کہ اکابر ائمہ دین کی تصریحات سن چکے کہ ''مَن

شَكَّ فِيْ عَذَابِهٖ وَ كُفْرِهٖ فَقَدْ كَفَرَ'' جوایسے کے عذاب وکافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے۔

اپنا اور اپنے دینی بھائیوں عوام اہل اسلام کا ایمان بچانا ضروری تھا، لا جرم، حکم کفر دیا اور شائع کیا۔ وذالك جزاء الظّٰلمين''

حوالہ:

''تمہید ایمان بہ آیات قرآن'' مصنف: امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان، ناشر: رضا اکیڈمی، بمبئی، صفحہ:۴۴

صرف یہی نہیں امام احمد رضا محدث بریلوی نے تحریری طور پر احتیاط فرمائی بلکہ عملی طور پر بھی آپ نے علمائے دیوبند کو خطوط لکھے۔ ان کو روبرو بلایا سمجھایا۔ لیکن علماء دیوبند نے کوئی التفات نہیں کیا۔ ۱۳۲۳ھ میں علمائے حرمین شریفین نے علمائے دیوبند کے کفر کا فتویٰ دیا لیکن امام احمد ضا نے تو اس فتوے کے بعد بھی اپنی اتمام حجت کی کوشش کو مسلسل جاری رکھا تھا اور یہی کوشش کرتے رہے کہ اگر تھوڑی دیر کے لیے بھی علمائے دیوبند اپنی کفری عبارات پر غور و فکر اور نظر ثانی کرنے کے لیے رضا مند ہو جائیں اور روبرو ایک نشست ہو جائے تو میں ان علمائے دیوبند کو سمجھاؤں گا تاکہ ملت اسلامیہ سے ایک عظیم فتنہ ختم ہو جائے علمائے حرمین شریفین کے فتوے کے چھ (۶) سال کے بعد یعنی کہ ۱۳۲۹ھ میں امام احمد رضا محدث بریلوی نے مولوی اشرف علی تھانوی کو ایک خط لکھا تھا۔ وہ خط لفظ بلفظ ''دافع الفساد عن مراد آباد'' نام کی کتاب میں چھاپا تھا اس خط کی بعینہ نقل قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

''بنام مولوی اشرف علی صاحب تھانوی۔

بسم الله الرحمن الرحيم، نحمده و نصلی علی رسوله الكريم، سلام علی من اتبع الهدی

''فقیر بارگاہ عزیز قدیر جل جلالہ تو مدتوں سے آپ کو دعوت دے رہا ہے اب حسب معاہدہ قرارداد مراد آباد پھر محرک ہے کہ آپ کو سوالات و مواخذات حسام الحرمین جواب دہی کو آمادہ ہوں۔ میں اور آپ جو کچھ کہیں لکھ کر کہیں اور سنا دیں اور وہی دستخطی پرچہ اسی وقت فریقین مقابل کو دیتے جائیں کہ فریقین میں سے کسی کو کہہ کر بدکنے کی گنجائش نہ رہے۔ معاہدہ میں ۲۷؍صفر مناظرہ کے لیے مقرر ہوئی ہے۔ آج پندرہ کو اس کی خبر مجھ کو ملی۔ گیارہ روز کی مہلت کافی ہے وہاں بات ہی کتنی ہے، اسی قدر کہ یہ کلمات شان اقدس حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں توہین ہیں یا نہیں؟

بعون اللہ تعالیٰ دو منٹ میں اہل ایمان پر ظاہر ہو سکتا ہے۔ لہٰذا فقیر اس عظیم ذو العرش کی قدرت و رحمت پر توکل کر کے یہی ۲۷؍صفر روز جاں افزوں دوشنبہ اس کے لیے مقرر کرتا ہے، آپ فوراً قبول کی تحریر اپنی مہری دستخطی روانہ کریں اور ۲۷؍صفر کی صبح مراد آباد میں ہوں۔

یہ آخری دعوت ہے۔ اس پر بھی آپ سامنے نہ آئے تو الحمدللہ میں فرض ہدایت ادا کر چکا، آئندہ کسی کے غوغہ پر التفات نہ ہوگا۔ منوا دینا میرا کام نہیں اللہ عزوجل کی قدرت میں ہے۔

مہر فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۱۵؍صفر روز چہار شنبہ ۱۳۲۹ھ

حوالہ:

''دافع الفساد عن مراد آباد'' مرتبہ: مولانا نعیم الدین، ناشر: مطبع اہل سنت و جماعت مراد آباد، صفحہ:۲۳

لیکن افسوس! کہ ۲۷؍صفر ۱۳۲۹ھ بروز دوشنبہ حسب معاہدہ امام احمد رضا محدث بریلوی تو مراد آباد پہنچ گئے لیکن تھانوی صاحب کا پتہ نہیں تھا۔ کاش! اگر تھانوی صاحب صرف

دومنٹ کے لیے آجاتے تو ہندوستان کے مسلمانوں کے درمیان سے ایک عظیم فتنہ ختم ہوسکتا تھا۔لیکن تھانوی صاحب نے راہ فرار اختیار کر کے تصفیۃ العقائد کا سنہرا موقع گنوادیا۔

یہاں تک مطالعہ کرنے سے قارئین کے ذہن سے بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوگیا ہوگا۔امام احمد رضا کیا تھے اوران کو کیا کر کے پیش کیا گیا۔کفر کے فتوے میں جو اتنی عظیم احتیاط کرے اسی کو بات بات میں کفر کا فتوے دینے والا کہہ کر بدنام کیا جارہا ہے۔امام احمد رضا کے خلاف چلائی جانے والی مہم کا واحد مقصد یہی ہے کہ امام احمد رضا کے عظیم عملی کارنامہ پر منفی پروپیگنڈوں کے ذریعہ دبیز تہ چڑھادی جائے اوران کی شخصیت صرف ایک تنگ نظر اور روایتی مفتی،شاعر اور میلادخواں کے معمولی مقام پر لا کھڑی کردی جائے۔تاکہ عوام ان کی شخصیت سے بدظن ہوجائیں اوران کی تصانیف کو ہاتھ میں لینے سے بھی اجتناب کریں۔

بلاشک امام احمد رضا محدث بریلوی نے اپنے تجدیدی کارنامہ سے ملت اسلامیہ کی عظیم علمی،اعتقادی اور تصنیفی خدمات انجام دی ہیں۔لیکن ان کی زندگی کا عظیم کارنامہ تحریک عشق رسول کی تجدید ہے۔وہ یقیناً اور صحیح معنوں میں عاشق رسول تھے اورانہوں نے پوری زندگی اسی پاکیزہ مشن کی نشرواشاعت میں اس دھن میں گزاری کہ وہ کون سا ایسا طریقہ ہے۔جس کے ذریعے دعوت عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلایا جاسکے۔جذبۂ عشق رسول کو از سرنو اجاگر و بیدار کرنے کی اس تحریک کی بنیاد اس عاشق صادق نے اس قدر مضبوط ڈالی ہے کہ جسے حوادثات وانقلابات زمانہ ہلا نہیں سکتے۔لیکن امام احمد رضا محدث بریلوی کے احوال وواقعات زندگی اورخصوصاً آپ کی تصانیف پر تحقیقی نظر کے بعد ہم ان کے خلاف اوران کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرنے والی مخالف تحریکوں،تقریروں اورتحریروں سے دوچار ہوتے ہیں تو اسی سوچ میں پڑ جاتے ہیں کہ برصغیر کا عظیم عالم دین اور ملت اسلامیہ کا سچا مفکر جس نے ملت اسلامیہ کو سینکڑوں مبسوط اورمحققانہ تصانیف کا ذخیرہ

عطا فرمایا ہے۔اس کے ساتھ کتنی بڑی ناانصافی اور ظلم کیا جارہا ہے۔اس کے علمی کارنامے کو داد تحسین دینا تو درکنار اسے ایک غصہ ور،فتویٰ باز مولوی کے روپ میں پیش کرنے کی ایک رسم بنا لی گئی ہے اوروہ رسم ایسی چلی کہ بس چلی آرہی ہے۔ملت اسلامیہ کے تعلیم یافتہ اور سمجھ دار طبقے کو چاہیئے کہ عرصہ دراز کے پروپیگنڈے کے گردوغبار کی دبیز تہوں کے نیچے دبادی گئی امام احمد رضا محدث بریلوی کی دُرِ بے بہا شخصیت کو خود ان کی تصانیف سے پرکھیں اور غیر جانبدار منصفانہ رائے قائم کریں اورحق کیا ہے؟ باطل کیا ہے؟اس کی سمجھ اپنے حلقہ احباب کو بھی دیں۔

امام احمد رضا نے فرقہ وہابیہ کے اصولی وفروعی نظریات کا جس خوش اسلوبی سے تعاقب کیا ہے اوران کے عقائد باطلہ پر جو گرفت فرمائی ہے وہ گرفت اس قدر صحیح برمحل اور واقعہ کے مطابق ہے کہ اس کا کوئی جواب دیا ہی نہیں جاسکتا۔فرد واحد کی یہ صلاحیتیں تمام مخالفین کے مجموعہ پر بھاری ہیں،مخالفین کے کئی منظّم ادارے کسی اعتبار سے اس اکیلی شخصیت کا مقابلہ نہیں کر پاتے۔

فرقہ وہابیہ کے نظریات کے رد میں امام احمد رضا کی چند تصانیف کا تذکرہ۔

■ مولوی اسماعیل دہلوی کے تعلق سے:

(۱) سل السیوف الهندیة علی كفريات بابا النجدية (۱۳۱۲ھ)
(۲) الكوكبة الشهابية فی كفريات ابی الوهابية (۱۳۱۲ھ)
(۳) كشف ضلال ديوبند (۱۳۳۷ھ)
(۴) صمصام سنيت بگلوی نجديت (۱۳۱۶ھ)

■ عقائد وہابیہ کے رد میں

(۱) النفحة الفائحة من مشك سورة الفاتحة (۱۳۱۵ھ)
(۲) الاستمداد علی اجيال الارتداد (۱۳۳۷ھ)
(۳) آكد التحقيق بباب التعليق (۱۳۲۲ھ)

(٤) المجمل المسدد ان ساب المصطفی مرتد (١٣٠١ھ)

(٥) المقالة المسفرة عن احکام البدعة المکفرة (١٣٠١ھ)

(٦) البارقة الشارقة علی المارقة المشارقة (١٣٢٦ھ)

(٧) اکمال الطامة علی شرك سوی بالامور العامة (١٣١٢ھ)

■ جماعت ثانیہ کے متعلق ردگنگوہی میں

(١) الراد الاشد البهی فی هجر الجماعة علی الکنکوهی (١٣١٣ھ)

■ عقائد وہابیہ کے رد میں مزید تصانیف

(١) باب العقائد والکلام (١٣٣٥ھ)

(٢) فیح النسرین بجواب الاسئلة العشرین (١٣١١ھ)

■ بعد نماز جنازہ دعا کے عدم جواز میں فرقہ وہابیہ کا رد

(١) بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلاة الجنائز (١٣١١ھ)

(٥٦) متفرق بدعات کا رد

امام احمد رضا محدث بریلوی نے شریعت کے خلاف جو بھی امور دیکھے فوراً آپ نے اپنے قلم کو جنبش دی اور ملت کی صحیح پاسبانی کی۔ اس دور میں اپنے آپ کو سنی کہلانے والے اور کچھ صوفیاء نے خانقاہی نظام میں مروجہ بدعات کا ارتکاب کیا لیکن امام احمد رضا نے اپنے اور پرائے کا فرق اور لحاظ لیے بغیر شریعت وسنت کی نگرانی اور چوکیداری کے فرائض پورے طنطنے سے ادا کئے۔ اور کسی بھی قسم کی رورعایت سے باز رہے۔ یہ بدعت کا معاملہ بھی عجیب ہے مکتب فکر دیوبند کے اکابر علماء نے جائز اور مستحسن امور کو بدعت کا لباس پہنا دیا، لیکن خود ان افعال

میں غوطہ زن رہے۔ جس کام کو عوام اہل سنت کے لیے بدعت قرار دیا وہ کام خود کیا اور اپنے ارتکاب کی صحت کے لیے تاویلیں پیش کیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو کام واقعی بدعت سیۂ ہیں بلکہ بدعت کی جڑ ہیں، ان کاموں کو مکتب دیوبند کے علماء نے امام احمد رضا محدث بریلوی سے منسوب کر دیا ہے۔ اور امام احمد رضا کی عبقری شخصیت کو بدعات کا مؤید اور مجوز قرار دے کر بدنام کرنے میں اپنی تمام قوت صرف کر رہے ہیں، لیکن اگر انصاف کی نگاہ سے امام احمد رضا کی تصانیف کا غیر جانبدارانہ مطالعہ کیا جائے تو ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ بدعت کی جو بھی کڑی سے کڑی تعریف مقرر کی جائے امام احمد رضا محدث بریلوی کا دامن اس سے ہر طرح پاک اور صاف ہے۔ آپ نے بدعات کے استیصال میں اپنی پوری قوت صرف کر کے بدعات کے خلاف کتابیں لکھیں، شائع کیں، اعلانیہ بدعات سے بیزاری کا اظہار کیا، تب بھی بدعتی ٹھہریں اور مخالفین اپنے اسلاف کی ہر بدعت کو موافق سنت کہہ کر کرتے جائیں اور اس کے باوجود بھی پکے موحد ہونے کا دعویٰ کریں۔

اس ساری تمہید سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ امام احمد رضا نے اپنی غیر معمولی صلاحیت، عبقریت، بے شمار علوم وفنون میں حیرت انگیز مہارت اور ملت اسلامیہ کی گراں قدر خدمت انجام دے کر اپنے آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لافانی و دائمی عظمتوں کی تقدیس اور مسلمانان عالم کو ان کی محبت وعشق میں منسلک کرنے کی جو عظیم تحریک چلائی اور ناموس رسالت کے لیے مر مٹنے کا جو جذبہ اور ولولہ مسلمانوں کے دلوں میں پیدا کر کے متاع حیات بخشی اور ان کی عبقری شخصیت عالمی پیمانے پر ابھری، تو مخالفین نے ان کے خلاف طرح طرح کی بہتان طرازیاں اور افتراء پروری سے کام لیا اور جن بدعات کا امام احمد رضا نے ''بلا خوف لومة لائم'' شدت سے رد کیا، انھیں بدعات کو امام احمد رضا کی طرف منسوب کر کے ناانصافی کا بے مثال کارنامہ انجام دیا اور برصغیر کے عوام کی بڑی تعداد کو آپ کا مخالف بنا دیا۔

حالات کا غیر جانبدارانہ تجزیہ کرنے سے جو حقیقت روز روشن کی طرح سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ علمائے دیوبند کی توہین آمیز عبارات پر امام احمد رضا محدث بریلوی نے جو گرفت کی تھی وہ اس قدر صحیح، برمحل اور واقعہ کے مطابق تھی کہ علمائے دیوبند سے اس کا کوئی جواب دیا ہی نہیں جاسکتا تھا کیوں کہ ان عبارات کا صرف یہی ایک علاج تھا کہ ان عبارات سے رجوع اور توبہ کی جائے۔ لیکن علمائے دیوبند نے ان توہین آمیز اور گستاخانہ عبارات پر اصرار اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا اور ان کی الٹی سیدھی اور بے محل تاویلات کا جو پاکھنڈ رچایا وہ اتنا گھٹیا قسم کا تھا کہ اس سے اردو زبان کے روزمرہ کے الفاظ اور محاورے بھی آج تک شرمندہ ہیں امام احمد رضا محدث بریلوی کی کسی بھی گرفت کا علمائے دیوبند نے آج تک کوئی معقول اور مدلل جواب نہیں دیا اور جواب بھی کیا دے سکتے ہیں۔ ان کی حجت آج بھی قائم ہے۔ لہٰذا علمائے دیوبند نے معقول اور سیدھی راہ اختیار کرنے کے بجائے الزامی جواب کے طور پر امام احمد رضا محدث بریلوی پر شرک اور بدعت کے ہتھیاروں سے حملہ آور ہونے ہی میں عافیت سمجھی اور مسلمان عوام کا ذہن دوسری طرف پھیرنے کے لیے شدت کے ساتھ یہ پروپیگنڈہ شروع کردیا کہ وہ تو خرافات و بدعات کے مؤید، مجوز اور حامی ہیں۔ دیوبندی مکتب فکر کے ایک معمولی طالب علم سے لے کر اساتذہ تک بلکہ تبلیغی جماعت کے جاہل مبلغین تک امام احمد رضا محدث بریلوی کو بدعتی اور ان کے افکار و نظریات کو بدعت بدعت کہتے نہیں تھکتے۔ اگر امام احمد رضا کے ان افکار و نظریات اور ان کی شخصیت کو بدعتی اور بدعت کا موید و مبلغ کہا جائے گا تو پھر حقیقی اور سچے مسلمان کی تعریف کیا ہوگی؟ جس سے امام احمد رضا تو خارج ہو جائیں۔

حقیقی اور کامل مسلمان کی تعریف یہ ہے کہ اس کا کوئی قول و فعل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرماں برداری کے باہر نہ ہو اور اس کی زندگی کا ہر لمحہ شریعت کی پابندی میں گزرے۔ تو بلاشبہ ہم پوری ذمہ داری اور دیانت داری کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ امام احمد رضا

محدث بریلوی کا شمار ملت اسلامیہ کے ان چند ممتاز اور کامل مسلمانوں میں ہوتا ہے جن پر اس دھرتی کو فخر حاصل ہے۔ رہی یہ بات کہ فسق و فجور، شرک و بدعت اور شریعت کے خلاف ہر کام کی زبانی مخالفت اور قلمی جہاد کرنا علمائے حق کا فریضہ ہے تو ہم بغیر کسی رعایت کے عرض کرتے ہیں کہ علمائے اہل سنت اور بالخصوص امام احمد رضا محدث بریلوی نے اس میں ذرہ برابر بھی کوتاہی نہیں کی شرک و بدعت کے خلاف جس طنطنے سے انہوں نے قلم اٹھایا ہے وہ اور کہیں نظر نہیں آتا چاہے ان امور میں عوام مبتلا ہوں یا خواص، اس بارے میں آپ کا قلم ایسا خنجر ہے جو اپنے بیگانے کی تمیز روا نہیں رکھتا۔ (۱) تعزیہ داری (۲) قوالی (۳) مزارات پر عورتوں کی حاضری (۴) نشہ آور اشیاء کا استعمال (۵) شریعت و طریقت میں فرق اور تضاد ماننے وغیرہ کے خلاف امام احمد رضا کے نظریات آپ نے پچھلے صفحات میں ملاحظہ فرمائے۔ ان کے علاوہ بہت سی ایسی بدعتیں جو مسلمانوں میں رائج تھیں ان کا بھی آپ نے اعلانیہ رد کیا اور ان کے خلاف فتاویٰ اور رسائل تصنیف فرمائے جن میں سے کچھ بدعت حسب ذیل ہیں:

□ محرم کی ناجائز رسومات جو عوام میں رائج ہیں □ مرد کا چوٹی رکھنا جیسا کہ بعض فقیر رکھتے ہیں □ بٹیر بازی □ مرغ بازی □ بال مثل عورت لمبے رکھنا اور دلیل حضرت گیسو دراز سے پکڑنا □ قبر کا طواف کرنا یا بوسہ لینا □ قبر کا بلند تعمیر کرنا □ ماہ صفر کے آخری چہار شنبہ (بدھ) کی رسومات □ پیر کے سامنے عورتوں کا بے پردہ آنا □ کنکیا اڑانا □ تاش و شطرنج کھیلنا □ امام ضامن کا پیسہ باندھنا □ شادی کی مروجہ رسومات □ بچوں کے سر پر اولیاء کے نام کی چوٹی رکھنا یا کان میں بالیاں پہنانا □ مختلف درختوں اور طاقوں میں شہدا تصور کر کے ان کی فاتحہ کرنا، لوبان جلانا، مرادیں مانگنا □ قبر پر اجرت دے کر تلاوت کروانا □ میت کے گھر شادی کی طرح جمع ہونا دعوت طعام میت □ فرضی مزارات بنانا اور ان پر عرس کرنا □ پیران پیر کے نام سے بعض جگہ چلہ بنا کر یا ان کے مزار کی اینٹ پر عرس کرنا □ جمعہ کے خطبہ میں اردو اشعار پڑھنا

وغیرہ مذکورہ بدعات کے خلاف امام احمد رضا نے جو کچھ لکھا ہے وہ یہاں پر تفصیل سے بتانا ممکن نہیں فقیر نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب ''بدعت اور بریلی'' تصنیف کی ہے۔اس میں ان تمام بدعات پر تبصرہ کیا ہے۔

وقت کا تقاضا اور اہم ضرورت ہے کہ امام احمد رضا کی بدعات کے رد میں لکھی ہوئی کتابوں اور فتاویٰ کو زیادہ سے زیادہ شہرت دی جائے تا کہ اس کو پڑھ کر لوگ ان بدعات کے ارتکاب سے بچنے کے ساتھ ساتھ غلط فہمیوں کے اس اندھیرے سے بھی باہر آجائیں جو امام احمد رضا کے خلاف مخالفین نے پھیلا رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو حق و صداقت سمجھنے کی اور قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلی آلہ واصحابہ افضل الصلوۃ والسلام۔

بارگاہ رضا کا ادنیٰ سوالی

عبدالستار حبیب ہمدانی، پوربندر(گجرات)

۲۳؍رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ

۲؍فروری ۱۹۹۷ء، بروز یکشنبہ

ماخذومراجع

۱ تقویۃ الایمان — مولوی اسماعیل دہلوی
۲ حفظ الایمان — مولوی اشرف علی تھانوی
۳ براہین قاطعہ — مولوی خلیل احمد انبیٹھوی
۴ تحذیر الناس — مولوی قاسم نانوتوی
۵ فتاویٰ رشیدیہ — مولوی رشید احمد گنگوہی
۶ دافع البلاء — مرزا غلام احمد قادیانی
۷ ایک غلطی کا ازالہ — مرزا غلام احمد قادیانی
۸ یک روزہ — مولوی اسماعیل دہلوی
۹ تذکرۃ الرشید — مولوی عاشق الٰہی میرٹھی
۱۰ حکایات اولیاء (ارواح ثلثہ) — مولوی اشرف علی تھانوی
۱۱ آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی — مولوی عبدالرازاق ملیح آبادی
۱۲ فیصلہ کن مناظرہ — مولوی منظور نعمانی
۱۳ تذکرۃ الخلیل — مولوی عاشق الٰہی میرٹھی
۱۴ بہشتی زیور — مولوی اشرف علی تھانوی
۱۵ قاسم العلوم (فارسی) — مولوی قاسم نانوتوی
۱۶ سوانح قاسمی — مولوی مناظر احسن گیلانی
۱۷ الافاضات الیومیہ — مولوی اشرف علی تھانوی

۱۸	الشہاب الثاقب	مولوی حسین احمد مدنی
۱۹	کلمۃ الحق	مولوی عبد الحق سکنہ کوٹی
۲۰	حسن العزیز جلد سوم	مولوی محمد یوسف بجنوری
۲۱	مزید المجید	مولوی عبد المجید بچھرانوی
۲۲	کمالات اشرفیہ	مولوی محمد عیسیٰ الہ آبادی خلیفہ تھانوی
۲۳	تاریخ تناولیاں	سید مراد علی گڑھی
۲۴	مکتوبات سید احمد شہید	سخاوت مرزا
	(اردو ترجمہ)	
۲۵	سیرت سید احمد شہید	سید ابوالحسن علی ندوی
۲۶	الکلام الحسن	مولوی محمد حسن امرتسری
۲۷	حسن العزیز جلد اول	خواجہ عزیز الحسن خلیفۂ تھانوی
۲۸	حسن العزیز جلد چہارم	مولوی محمد مصطفیٰ و مولوی محمد یوسف بجنوری
۲۹	آداب افتاء و استفتاء	مولوی محمد زید مظاہری ندوی
۳۰	فتاویٰ دار العلوم دیوبند	مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی
۳۱	دافع الفساد عن مراد آباد	

متفرق عنوان پر امام احمد رضا محدث بریلوی کی تصانیف جو اس کتاب میں مذکور ہیں

علم غیب مصطفیٰ و اولیاء کا ثبوت اور منکرین کا رد:

(١)	انباء المصطفی بحال سرو اخفیٰ	(١٣١٨ھ)
(٢)	اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر ما کان ومایکون	(١٣١٨ھ)
(٣)	انباء الحی ان کلامه موصون تبیان لکل شئ	(١٣١٨ھ)
(٤)	ما لی الجیب بعلوم الغیب	(١٣١٨ھ)
(٥)	الدولة المکیة بالمادة الغیبیة	(١٣٢٣ھ)
(٦)	ظفر الدین الجید ملقب به بطش غیب	(١٣٢٣ھ)
(٧)	الفیوضات الملکیة لمحب الدولة المکیة	(١٣٢٥ھ)
(٨)	خالص الاعتقاد	(١٣٢٨ھ)
(٩)	ازاحة العیب بسیف الغیب	(١٣٣٠ھ)
(١٠)	ابراء المجنون علی انتقائه علم المکنون	(١٣٢٣ھ)
(١١)	ماحیة العیب بایمان الغیب	(١٣٢٤ھ)
(١٢)	میل الهدیٰ لبرء عین القضا	(١٣٢٥ھ)
(١٣)	اراجع جوانه الغیب عن ازاحة الغیب	(١٣٢٦ھ)
(١٤)	الجلاء الکامل کعین فضاة الباطل	(١٣٢٦ھ)

ختم نبوت کا ثبوت

(١)	جزی الله عدوه بابائه ختم البنوة	(١٣١٧ھ)
(٢)	المبین ختم النبیین	(١٣٢٦ھ)
(٣)	جوابہائے ترکی بہ ترکی	(١٢٩٢ھ)

(٤) الهیبة الجباریة علی جهالة الاخباریة (١٣٠٩ھ)

قادیانیت کا رد:

(١) السوء والعقاب علی المسیح الکذاب (١٣٢٠ھ)

(٢) الصارم الربانی علی اسراف القادیانی (١٣١٣ھ)

(٣) قهر الدیان علی مرتد بقادیان (١٣٢٣ھ)

امکان کذب کا رد:

(١) سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح (١٣٠٨ھ)

(٢) اخباریه کی خبر گیری (١٣٠٧ھ)

(٣) دامان باغ سبحان السبوح (١٣٢٦ھ)

(٤) خدا کو کس نے پهچانا (١٣٠٩ھ)

(٥) القمع المبین لآ مال المکذبین (١٣٢٩ھ)

(٦) سبحان القدوس عن تقدیس نجس منکوس (١٣٠٩ھ)

(٧) السعی المشکور فی ابداء الحق المهجور (١٢٩٠ھ)

نبی سے مساوات کے نظریہ کا رد:

(١) تجلی الیقین بان نبینا سیدالمرسلین (١٣٠٥ھ)

(٢) مبین الهدیٰ فی نفی امکان مثل المصطفیٰ (١٣٢٤ھ)

(٣) تلألؤ الافلاك بجلال حدیث لولاك (١٣٠٥ھ)

اختیارات انبیاء کے انکار کا رد:

(١) سلطنت مصطفی فی ملکوت کل الوریٰ (١٢٩٧ھ)

(٢) الامن والعلی لنا عتی المصطفی بدافع البلاء (١٣١١ھ)

(٣) اجلال جبرئیل بجعله خادماً للمحبوب الجلیل (١٢٩٨ھ)

(٤) العروس الاسماء الحسنی فیما لنبینا من الاسماء الحسنی (١٣٠٦ھ)

(٥) منیة اللبیب ان التشریع بیدالحبیب (١٣١١ھ)

(٦) فقه الشهنشاه و ان القلوب بیدالمحبوب بعطاء الله (١٣٢٦ھ)

(٧) البحث الفاحص عن طرق حادیث الخصائص (١٣٠٥ھ)

انبیاء واولیاء کو پکارنے اوران سے مدد مانگنے کا ثبوت:

(١) انوار الانتباه فی حل ندائے یا رسول الله (١٣٠٤ھ)

(٢) برکات الامداد لاهل الاستمداد (١٣١١ھ)

(٣) الاهلال بفیض الاولیاء بعد الوصال (١٣٠٣ھ)

میلا دو قیام کا ثبوت ومنکرین کا رد:

(١) اقامة القیامة علیٰ طاعن القیام لنبی تهامة (١٢٩٩ھ)

(٢) الجزاء المهیا لغلمة کنهیا (١٣٢٠ھ)

(٣) النعیم المقیم فی فرحة مولدالنبی الکریم (١٢٩٩ھ)

(٤) اشاقة الکلام فی حواشی اذاقه انام (١٣١١ھ)

(٥) المیلاد النبویه فی الفاظ الرضویه (١٣١٥ھ)

(٦) الموهبة الجدیده فی وجود الحبیب بمواضع عدیده (١٣٢٠ھ)

(٧) النذیر الهائل لکل جلف جاهل (١٣٠٣ھ)

عبدالنبی، نبی بخش وغیرہ نام رکھنے کا جواز:

(١) بذل الصفا بعبد المصطفیٰ (١٣٠٠ھ)

(٢) النور و الضیاء فی احکام بعض الأسماء (١٣٢٠ھ)

(٣) باب غلام مصطفی (١٣٠٥ھ)

(٤) العروس الاسماء الحسنیٰ فی ما لنبینا من الاسماء الحسنیٰ (١٣٠٦ھ)

(٥) الحلية الاسماء لحكم بعض الأسماء (١٣٢٠ھ)

سماعِ موتیٰ کا جواز وثبوت:

(١) حيات الموات فی بيان سماع الاموات (١٣٠٥ھ)
(٢) الوفاق المتين بين سماع الدفين وجواب اليمين (١٣١٦ھ)
(٣) مرتجيحی الاجابات لدعاء الاموات (١٢٩٦ھ)
(٤) الاهلال بفيض الاولياء بعد الوصال (١٣٠٣ھ)

جسم اقدس کا سایہ نہ ہونے کا ثبوت:

(١) نفی الفئ عمن بنوره انار كل شئ (١٢٩٦ھ)
(٢) هدى الحيران فی نفی الظل عن سيدالاكوان (١٢٩٩ھ)
(٣) قمر التمام فی نفی الظل عن سيدالانام (١٢٩٦ھ)

غیر مقلدیت (اہلحدیث) کا رد:

(١) الفضل الموهبی فی معنى اذا صح الحديث فهو مذهبی (١٣١٣ھ)
(٢) النهی الاكيد عن الصلوٰة وراء عدى التقليد (١٣٠٥ھ)
(٣) النير الشهابی على تدليس الوهابی (١٣٠٩ھ)
(٤) اطائب الصيب على ارض الطيب (١٣١٩ھ)
(٥) حاجز البحرين الواقی عن جمع الصلاتين (١٣١٣ھ)
(٦) سلب الثلب عن القائلين بطهارة الكلب (١٣١٢ھ)
(٧) صمصام حديد بركولی بے قيد عدو تقليد (١٣٠٥ھ)
(٨) اجلى النجوم رجم برایڈیٹر النجم (١٣٣٧ھ)
(٩) چابك ليث براهل حديث (١٣٢٦ھ)
(١٠) السهم الشهابی علیٰ خداع الوهابی (١٣٢٥ھ)

(١١) رادع العسف عن الامام ابی يوسف (١٣١٨ھ)
(١٢) اظهار الحق الجلی (١٣٢٠ھ)
(١٣) ازالة العار بحجر الكرائم عن كلاب النار (١٣١٦ھ)
(١٤) النهی الحاجز عن تكرار صلاة الجنائز (١٣٢٥ھ)
(١٥) اصلاح النظير (١٣٢١ھ)
(١٦) البرق المخيب علیٰ بقاع طيب (١٣٢٠ھ)
(١٧) معارك الجروح على التوهب المقبوح (١٣٢٠ھ)
(١٨) الاسئلة الفاضله على الطواف الباطله (١٣١٣ھ)
(١٩) پرده در امر تسری (١٣٢٦ھ)
(٢٠) الروض البهيج فی آداب التخريج (١٢٩٩ھ)
(٢١) صفائح اللجين فی كون التصافح بكفی اليدين (١٣٠٦ھ)
(٢٢) انتصار الهدیٰ من شعوب الهویٰ (١٣١٢ھ)
(٢٣) اكمل البحث علیٰ اهل الحدث (١٣٢١ھ)

کرنسی نوٹ کے احکام:

(١) كفل الفقيه الفاهم فی احكام قرطاس الداهم (١٣٢٤ھ)
(٢) الذيل المنوط لرسالة النوط (١٣٢٩ھ)
(٣) كاسر السفيه الواهم فی ابدال قرطاس الدراهم (١٣٢٩ھ)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان کا ثبوت:

(١) شمول الاسلام فی اصول رسول الكرام (١٣١٥ھ)

تبرکات کی تعظیم:

(١) بدرالانوار فی آداب الآثار (١٣٢٦ھ)

(۲) ابر المقال فی استحسان قبلة الاجلال (۱۳۰۸ھ)

آریہ مذہب کا رد:

(۱) کیفر کفر آریه (۱۳۲۶ھ)

(۲) قوارع القهار علی المجسمة الفجار (۱۳۱۸ھ)

(۳) پرده در امر تسری (۱۳۲۶ھ)

ارواح مؤمنین کا اپنے گھر آنے کا ثبوت:

(۱) اتیان الارواح لدیارهم بعد الرواح (۱۳۲۲ھ)

(۲) بوارق تلوح من حقیقة الروح (۱۳۱۱ھ)

حضرت امیر معاویہ کے مناقب جلیلہ:

(۱) البشری العاجله من تحف آجله (۱۳۰۰ھ)

(۲) ذب الاهواء الواهیه فی باب امیر معاویه (۱۳۱۲ھ)

(۳) عرش الاعزاز والاکرام لاول ملوك الاسلام (۱۳۱۲ھ)

(۴) الاحادیث الرویه لمدح الامیر معاویه (۱۳۱۳ھ)

نام اقدس سن کر انگوٹھا چومنے کا ثبوت:

(۱) منیر العین فی حکم تقبیل الابهامین (۱۳۱۳ھ)

(۲) نشاط السکین علی حلق البقر السمین (۱۳۰۳ھ)

(۳) نهج السلامه فی تحلیل تقبیل الابهامین فی الاقامه (۱۳۳۳ھ)

جمعہ کی اذان ثانی خارج مسجد میں ہونے کا ثبوت:

(۱) اوفی اللمعه فی اذان الجمعه (۱۳۲۰ھ)

(۲) شمائم العنبر فی اداب النداء امام المنبر (۱۳۲۱ھ)

(۳) اذان من الله لقیام سنة نبی الله (۱۳۲۲ھ)

(۴) شمامة العنبر فی محل النداء بازاء الممبر (۱۳۲۷ھ)

(۵) سلامة لا هل السنة من سیل العناد والفتنة (۱۳۳۲ھ)

منی آرڈر کے جواز کا ثبوت:

(۱) المنی والدرر لمن عمد منی آرڈر (۱۳۱۱ھ)

رویت ہلال کے اختلافات کا حل:

(۱) ازکی الاهلال بابطال مااحدث الناس فی امر الهلال (۱۳۰۵ھ)

(۲) البدور الاجله فی امور الاهله (۱۳۰۴ھ)

(۳) طرق اثبات هلال (۱۳۲۰ھ)

(۴) نور الادله للبدور الاجله (۱۳۰۴ھ)

(۵) معدل الزلال فی اثبات الهلال (۱۳۰۳ھ)

(۶) برائت نامه انجمن اسلامیه بانس بریلی (۱۳۰۶ھ)

(۷) رفع العله عن نور الادله (۱۳۰۴ھ)

شفاعت کا بین ثبوت:

(۱) اسماء الاربعین فی شفاعت سیدالمحبوبین (۱۳۰۵ھ)

کوا کھانے کی حرمت:

(۱) رامي زاغیان ملقب دفع زیغ زاغ (۱۳۲۰ھ)

حرمت سجدہ تعظیمی:

(۱) الزبدة الزکیه فی تحریم سجود التحیه (۱۳۳۷ھ)

(۲) مفاد الحبر فی الصلوٰة بمقبرة او جنب قبر (۱۳۲۶ھ)

ہندوستان دار الاسلام ہے:

(۱) اعلام الاعلام بان هندوستان دارالاسلام (۱۳۰۶ھ)

فرقۂ روافض کارد:

(١) رد الرفضه (١٣٢٠ھ)
(٢) الادلة الطاعنه فی اذان الملاعنه (١٣٠٦ھ)
(٣) شرح المطالب فی مبحث ابی طالب (١٣١٦ھ)
(٤) جمع القرآن و بم عزوه لعثمان (١٣٢٢ھ)
(٥) غاية التحقيق فی امامة العلی والصديق (١٣٣١ھ)
(٦) اعتقاد الاجناب فی الجميل والمصطفی والآل والاصحاب (١٢٩٨ھ)
(٧) يعبر الطالب فی شيون ابی طالب (١٢٩٤ھ)
(٨) مطلع القمرين فی ابانة سبقة الغمرين (١٢٩٧ھ)
(٩) الكلام الهبی فی تشبه الصديق بالنبی (١٢٩٧ھ)
(١٠) الزلال الانقیٰ من بحر سبقة الاتقی (١٣٠٠ھ)
(١١) لمعة الشمعه لهدی شيعة الشنعه (١٣١٢ھ)
(١٢) وجود المشوق بجلوة اسماء الصديق والفاروق (١٢٩٧ھ)

بعد دفن قبر پر اذان دینے کا جواز:

(١) ايذان الاجر فی اذان القبر (١٣٠٧ھ)
(٢) نسيم الصبا فی ان الاذان يحول الوباء (١٣٠٢ھ)

عید کے دن معانقہ ومصافحہ کا ثبوت:

(١) وشائح الجيد فی تحليل معانقة العيد (١٣١٢ھ)

ایصال ثواب کے لیے فاتحہ کا دن معین کرنا:

(١) الحجة الفائحه بطيب التعين والفاتحه (١٣٠٧ھ)
(٢) البارقة الشارقة علی المارقة المشارقة (١٣٢٦ھ)

(٣) نشاط السكين علی حلق البقر الثمين (١٣٠٢ھ)

اولیاء اللہ کے مزارات پر چراغ روشن کرنے کا جواز:

(١) بريق المنار بشموع المزار (١٣٣١ھ)
(٢) طوالع النور فی حكم السراج علی القبور (١٣٠٤ھ)
(٣) الامر با حترام المقابر (١٢٩٨ھ)

معراج جسمانی کا ثبوت:

(١) منبه المنيه لو صول الحبيب الی العرش والرويه (١٣٢٠ھ)
(٢) جمان التاج فی بيان الصلوٰة قبل المعراج (١٣١٦ھ)

کفن پر کلمہ لکھنے کا جواز:

(١) الحرف الحسن فی الكتابة علی الكفن (١٣٠٨ھ)

بزرگوں کے نام پر پالے ہوئے حلال جانور کے حلال ہونے کا ثبوت:

(١) سبل الاصفياء فی حكم الذبح للاولياء (١٣١٢ھ)

خلیفۃ المسلمین ہونے کی تحقیق:

(١) دوام العيش فی الائمة من قريش (١٣٣٩ھ)

کفار ومشرکین کے ساتھ معاملات وموالات کا بیان وخلافت کمیٹی کا رد:

(١) المحجة المؤ تمنه فی آية الممتحنه (١٣٣٩ھ)

دارالندوہ (ندوۃ العلماء) کا رد بلیغ:

(١) فتاویٰ الحرمين برجف ندوة المين (١٣١٧ھ)
(٢) فتاوة القدوه لكشف دفين الندوه (١٣١٢ھ)
(٣) سوالات حقائق نما بر دوس ندوة العلماء (١٣١٣ھ)

(٤) مراسلات سنت و ندوہ (۱۳۱۳ھ)

(٥) ترجمۃ الفتوی وجہ بدم البلوی (۱۳۱۷ھ)

(٦) خلص فوائد فتوی (۱۳۱۷ھ)

(٧) مآل الابرار و آلام الاشرار (۱۳۱۸ھ)

(٨) اشتہارات خمسہ (۱۳۱۳ھ)

(٩) غزوہ لہام سماك دارالندوہ (۱۳۱۳ھ)

(١٠) ندوہ کا تیجہ روداد سوم کا نتیجہ (۱۳۱۳ھ)

(١١) بارش بہاری بر صدف بہاری (۱۳۱۵ھ)

(١٢) سیوف العنوہ علی ذمائم الندوہ (۱۳۱۵ھ)

(١٣) صمصام القیوم علی تاج الندوۃ عبدالقیوم (۱۳۲۱ھ)

(١٤) سوالات علماء و جوابات ندوۃ العلماء (۱۳۱۳ھ)

(١٥) سرگزشت وماجرائے ندوہ (۱۳۱۳ھ)

(١٦) سکین ونورہ بر کاکل پریشان ندوہ (۱۳۱۸ھ)

(١٧) فتویٰ مکہ لعث الندوۃ الندکہ (۱۳۱۷ھ)

تحریک ترک قربانی گاؤ کا رد:

(١) انفس الفکر فی قربانی البقر (۱۲۹۸ھ)

حرکت زمین کے نظریہ کا رد بلیغ:

(١) فوزمبین در رد حرکت زمین (۱۳۳۸ھ)

(٢) معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین (۱۳۳۸ھ)

(٣) نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان (۱۳۳۹ھ)

نماز عید کے بعد دعا مانگنے کا جواز:

(١) سرور العید السعید فی حل الدعاء بعد صلاۃ العید (۱۳۰۷ھ)

ذبیحہ سے بائیس اشیاء کھانے کی ممانعت کا ثبوت:

(١) المنح الملیحہ فیما نہیٰ من اجزاء الذبیحہ (۱۳۰۷ھ)

فلسفۂ قدیمہ کا رد اور ایٹم کی تحقیق:

(١) الکلمۃ الملہمہ فی الحکمۃ المحکمۃ لوھاء فلسفۃ المشئمۃ (۱۳۳۸ھ)

فلسفۂ جدیدہ کا رد:

(١) مقامع الحدید علی خدالمنطق الجدید (۱۳۰۴ھ)

(٢) البارقۃ اللمعا فی سوء من نطق بکفر طوعا (۱۳۰۴ھ)

ماں کے پیٹ میں کیا ہے:

(١) الصمصام علی مشکك فی آیۃ علوم الارحام (۱۳۱۵ھ)

تعزیہ داری کا رد:

(١) اَعَالِی الاِفَادَۃَ فِی تَعزِیَۃِ الھِندِ وَ بَیَان الشَّھَادَۃِ (۱۳۲۱ھ)

قوالی کا رد:

(١) مسائل سماع (۱۳۲۰ھ)

(٢) اجل التبحیر فی حکم السماع والمزامیر (۱۳۲۰ھ)

(٣) الملفوظ (بعض ملفوظات) (۱۳۳۸ھ)

(٤) احکام شریعت (بعض فتاویٰ) (۱۳۲۰ھ)

(٥) السنیۃ الانیقہ فی فتاویٰ افریقہ (بعض فتاویٰ) (۱۳۳۶ھ)

عورتوں کو مزارات کی زیارت کے لیے جانے کی ممانعت:

(١) جمل النور فی نہی النساء عن زیارت القبور (۱۳۳۹ھ)

(٢) مروج النجا لخروج النساء (۱۳۱۶ھ)

شریعت وطریقت کی حقیقت اور تصوف:

(۱) مقال العرفاء باعزاز شرع و علماء (۱۳۲۷ھ)

(۲) کشف حقائق و اسرار دقائق (۱۳۰۸ھ)

(۳) التلطف بجواب مسائل التصوف (۱۳۱۲ھ)

سادات کرام کوزکوٰۃ دینے کی حرمت:

(۱) الزھم الباسم فی حرمۃ الزکوٰۃ علی بنی ھاشم (۱۳۰۷ھ)

گانجہ،افیون، چرس وغیرہ کی حرمت:

(۱) الفقہ التسجیلی فی عجین النارجیلی (۱۳۱۸ھ)

(۲) منزع المرام فی التداوی بالحرام (۱۳۰۳ھ)

غائبانہ نماز جنازہ کی ممانعت:

(۱) الھادی الحاجب عن جنازۃ الغائب (۱۳۲۷ھ)

بدمذہب کے ساتھ نکاح کی ممانعت:

(۱) ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار (۱۳۱۶ھ)

نعلین شریفین کے نقش کے استحباب کا بیان:

(۱) شفاء الوالہ فی صور الحبیب و مزارہ و نعالہ (۱۳۱۵ھ)

تصور شیخ ونماز غوثیہ کا ثبوت:

(۱) کشکول فقیر قادری (۱۳۰۵ھ)

(۲) الزمزمۃ القمریہ فی الذب عن الخمریہ (۱۳۰۶ھ)

(۳) الیاقوتۃ الواسطۃ فی قلب عقد الرابطۃ (۱۳۰۹ھ)

(۴) انھار الانھار من یم صلاۃ الاسرار (۱۳۰۵ھ)

(۵) فتوی کرامات غوثیہ (۱۳۱۰ھ)

(۵) ازھار الانھار من صبا صلاۃ الاسرار (۱۳۰۵ھ)

مولوی اسماعیل دہلوی کے رد میں:

(۱) سل السیوف الھندیہ علی کفریات بابا النجدیہ (۱۳۱۲ھ)

(۲) الکوکبۃ الشھابیہ فی کفریات ابی الوھابیہ (۱۳۱۲ھ)

(۳) کشف ضلال دیوبند (۱۳۳۷ھ)

(۴) صمصام سنیت بگلوی نجدیت (۱۳۱۶ھ)

بعد نماز جنازہ دعا کے جواز کا ثبوت:

(۱) بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلاۃ الجنائز (۱۳۱۱ھ)

عقائد وہابیہ کے رد میں متفرق عنوانات:

(۱) باب العقائد والکلام (۱۳۳۵ھ)

(۲) فیح النسرین بجواب الاسئلۃ العشرین (۱۳۱۱ھ)

(۳) النفحۃ الفائحہ من مشك سورۃ الفاتحہ (۱۳۱۵ھ)

(۴) الاستمداد علی اجیال الارتداد (۱۳۳۷ھ)

(۵) آکد التحقیق بباب التعلیق (۱۳۲۲ھ)

(۶) المجمل المسدد ان ساب الصطفی مرتد (۱۳۰۱ھ)

(۷) المقالۃ المسفرہ عن احکام البدعۃ المکفرہ (۱۳۰۱ھ)

(۸) البارقۃ الشارقۃ علی المارقۃ المشارقۃ (۱۳۲۶ھ)

(۹) اکمال الطامۃ علی شرك سوی بالامور العامۃ (۱۳۱۲ھ)

(۱۰) الراد الاشد البھی فی ھجرالجماعۃ علی الکنکوھی (۱۳۱۳ھ)